DATA ENTERED
21/7/18

تذکرہ خواجہ حسام الدین احمد

(۹۷۷-۱۰۴۳ھ/۱۵۶۹-۱۶۳۳ء)

خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۹۷۲-۱۰۱۲ھ/۱۵۶۴-۱۶۰۳ء)

زاد المعاد

جلد اول

مقدمہ

نقشبندی مشائخ کی تحریک احیاء دین و احوال و آثار
حضرت خواجہ باقی باللہ و خواجہ حسام الدین احمد

تالیف

محمد اقبال مجددی

تنظیم الاسلام پبلیکیشنز
121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
پاکستان 92-55-3841160+ :☎

جملہ حقوق بحقِ ادارہ محفوظ

36
111067

کتاب .... تذکرہ خواجہ حسام الدین احمد

جلد اول .... مقدمہ

تالیف .... محمد اقبال مجددی

طبع اول ۲۰۱۳ء

تعداد ۱۱۰۰

ھدیہ (چار جلد کامل) .... روپے

ناشر: تنظیم الاسلام پبلی کیشنز

مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ 121-بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

Tanzeem-ul-Islam Publications

121-B Model Town Gujranwala, Pakistan

Ph # : +92-55-3841160, Fax #: +92-55-3731933, Mob #: 0333-7371472

URL: www.tanzeemulislam.com *E-mail:* tanzeemulislam@yahoo.com

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور 042-37221953

اسلامی بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5536111

مکتبہ غوثیہ، ہول سیل ڈیلر، یونیورسٹی روڈ، بالمقابل عسکری بنک، کراچی 021-34926110

لائبریری کیٹلاگ کارڈ

محمد اقبال مجددی

تذکرہ خواجہ حسام الدین احمد

گوجرانوالہ، تنظیم الاسلام پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء

۱۔ خواجہ کلاں، عبیداللہ ۲۔ سلطنت مغلیہ، تصوف ۳۔ جلد اول مقدمہ نقشبندی مشائخ کی تحریک احیاء دین ۴۔ جلد دوم اردو ترجمہ ۵۔ جلد سوم فارسی متن ۶۔ جلد چہارم تعلیقات و توضیحات ۷۔ محمد اقبال مجددی (تحقیق و تعلیق و ترجمہ) ۸۔ عنوان

۹۷ ۹۲۲ء

Marfat.com

الاھداء

غوثِ اعظم نقشبنداں　　پیشوائے عارفاں

عمدۃ الاخیار　　قدوۃ الابرار

خواجہ عبید اللہ احرار

قدس سرہُ الغفار

(۸۰۶۔۸۹۵ھ/۱۴۰۴۔۱۴۹۰ء)

جن کے وجودِ مسعود کی بدولت شریعتِ محمدیہ ﷺ اور ملتِ مصطفویہ کو ترویج و تقویت ملی

عاجز

محمد اقبال مجددی

Marfat.com

Marfat.com

پہلی بات

۱۹۷۰ء کے اوائل کی بات ہے کہ سلسلہء مبارکہ نقشبندیہ کے مطالعہ کا آغاز کیا، اس وقت بی اے کا متعلم تھا، رفتہ رفتہ اس کی تعلیمات و تاریخ دل و دماغ پر نقش ہوتی چلی گئیں اور اب تک تو اس سلسلہ کے بہت سے اصل مآخذ بالاستیعاب پڑھنے کی توفیق ہو چکی ہے ان میں سے بعض مرتب کر کے شائع کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی ہے۔

سندھ کے ایک سفر کے دوران حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے احوال و مناقب پر خیر پور پبلک لائبریری میں زاد المعاد نام کا ایک مخطوطہ دیکھا تو بہت خوش ہوا، اس کی فوٹو سٹیٹ کاپی بنوائی، لاہور آکر اس کا مطالعہ شروع کیا، اس امر پر تردد رہا کہ یہ خواجہ کلاں بن حضرت خواجہ باقی باللہ کی تصنیف کیسے ہو سکتی ہے؟ کیوں کہ اس وقت تک میں ان حضرات کی تصانیف سے ناواقف تھا، ایک روز حضرات القدس کی جلد اول پڑھ رہا تھا کہ اس کا ذکر ملا تو تردد و تامل جاتا رہا کہ یہ واقعی حضرت خواجہ کلاں کی تالیف ہے۔

پھر ۱۹۸۶ء کو انگلستان کے علمی سفر پر گیا تو کتابخانہ انڈیا آفس، لندن کے ذخیرۂ دہلی کو بغور دیکھنے کا بھی موقع ملا۔ جس میں دیگر نوادر کے ساتھ زاد المعاد کا بیش بہا خطی نسخہ بھی موجود تھا، اس کی مائیکروفلم حاصل کر لی۔ خیر پور والے نسخہ کی بنیاد پر اس کی نقل تو تیار کر ہی چکا تھا، لندن یونیورسٹی نے مائیکروفلم ریڈر بھی تحفہ کے طور پر دے دیا تھا۔ جو مرمت کروانے والا تھا، عرصہ تک کوئی ماہر شخص نہ مل سکا، پھر خوش قسمتی سے پنجاب

Marfat.com

یونیورسٹی، لاہور کے شعبہء عکسیات کے ماہر ادریس صاحب نے اس کی ایسی مرمت کی کہ اب تک صحیح کام کر رہا ہے۔

۱۹۹۰ء کے وسط میں ہندوستان کے طویل سفر پر گیا تو دہلی میں روضہء حضرت خواجہ باقی باللہ پر حاضری نصیب ہوئی آپ کے احاطہ میں قبور دیکھیں تو وہاں کے ایک خادم نے نشان دہی کی کہ خواجہ حسام الدین احمد کا مدفن مبارک حضرت خواجہ کے مرقد سے قدموں کے طرف کچھ فاصلہ پر ہے، معروف محقق ڈاکٹر نثار احمد فاروقی ہمراہ تھے انہوں نے اپنے کیمرے پر اس کی تصویر بنا کر دی۔ جو کتاب حاضر میں شامل ہے لیکن پوری کوشش کے باوجود خواجہ حسام الدین احمد کی اولاد کا وہاں کے خادموں اور اہل علم سے پتہ نہ چل سکا۔

بہر حال دونوں مذکورہ خطی نسخوں کے تقابل سے ایک دوسرے کی کمی پوری کرنے کی سعی کی گئی ہے، پھر بھی نسخہء انڈیا آفس کے کرم خوردہ ہونے اور روشنائی کے سرخ و مدہم ہونے کے باعث چند مقامات سے پڑھا نہیں جا سکتا۔

خیر پور والے نسخہ کو حواشی میں نسخہ خ اور انڈیا آفس لائبریری کے نسخہ کو نسخہ (ا) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اول الذکر ناقص الاخر ہے جو لاحقہء اول کے درمیان نواب قلیج خان کے احوال پر ختم ہو جاتا ہے اور نسخہء ثانی (ا) جا بجا کرم خوردہ بھی ہے لیکن ہے وہ آخر تک کامل ہے سال کتابت ۱۱۰۳ھ ہے یعنی کتاب کی تکمیل (۱۰۴۴ھ) کے ۵۹ سال بعد کتابت کیا گیا ہے۔

مرتب کتاب ہذا حضرت صاحبزادہ محمد رفیق احمد مجددی جانشین حضرت ابوالبیان مولانا محمد سعید احمد مجددی علیہ الرحمۃ کا صمیم قلب سے ممنون ہے کہ جناب والا نے اس نادر الوجود کتاب کو اپنے عالمی ادارہ تنظیم الاسلام، گوجرانوالہ کے شعبہ پبلی کیشنز میں شامل اشاعت کر کے بڑی علمی و روحانی خدمت انجام دی ہے۔ کتاب میں شامل بعض عربی

Marfat.com

کے جملے جناب ڈاکٹر ضیاء المصطفیٰ قصوری، شعبہ عربی اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور نے درست فرمائے۔ اسی طرح کتاب کے فارسی متن میں شامل قطعات تاریخ کی تحقیق وتصحیح کیلئے فارسی زبان وادب کے معروف محقق جناب ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی کی خدمت میں رجوع کیا گیا جناب نے اپنی خاندانی روایات کے مطابق نہایت خندہ پیشانی سے ان پر غور فرمایا، اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور کے شعبہ فارسی کے سابق صدر جناب رشید بخاری نے اس کتاب کے متن کے کئی مشکل مقامات پر توجہ فرمائی اور ان کے اغلاط دور کرنے کی سعی کی۔

کمپوزنگ، ڈیزائننگ اور تزئین وتحسین کے کوہ گراں کو بڑی عقیدت سے ادارہ کے تنظیم الاسلام گرافکس کے احباب جناب محمد ندیم ارشد مجددی اور جناب محمد جاوید مجددی نے اٹھایا اور خوب نبھایا۔ جناب محمد ناظم بشیر نے اس کتاب میں شامل تصاویر بڑی محنت سے اپنے کیمرہ پر بنا کر کمپیوٹر کے ذریعہ کتاب میں شامل کروائیں، کتاب کے طابع تنظیم الاسلام پبلی کیشنز کے انچارج جناب محمد شبیر مجددی نے اس کو زیور طباعت سے خوب آراستہ کیا۔ علاوہ ازیں جناب علامہ حافظ تنویر حسین مجددی مدیر ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام، گوجرانوالہ بھی ترتیب وتسوید کے مراحل کے دوران مسودات کی ترسیل میں معاونت کرتے رہے، اللہ کریم ان تمام معاونین کو جزائے خیر دے۔ قارئین سے بھی ان کی دین ودنیا میں فلاح کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

دعا جو

محمد اقبال مجددی

۲۸، مئی ۲۰۱۳ء

دار المورخین

196۔ بی، سبزہ زار، لاہور

Marfat.com

فہرست مندرجات جلد اول

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	پہلی بات (از مرتب)	۱
۲	نقشبندی مشائخ کی تحریک احیاء دین	۷
۳	حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ، احوال و آثار	۷۷
۴	حضرت خواجہ کا نسب	۷۹
۵	حصول علم	۸۴
۶	تلاش شیخ	۸۵
۷	حضرت خواجہ کی سمرقند روانگی	۹۲
۸	ازواجِ محترمات	۹۹
۹	حضرت خواجہ کے اسفار	۱۰۳
۱۰	حضرت خواجہ اور سلاطین و امراء	۱۰۵
۱۱	حضرت خواجہ کی اولاد	۱۱۳
۱۲	خواجہ کلاں (مولفِ زاد المعاد)	۱۱۳
۱۳	تالیفات خواجہ کلاں	۱۲۲
۱۴	مبلغ الرجال	۱۲۷
۱۵	زاد المعاد	۱۳۲

Marfat.com

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۱۳۶	کلیات خواجہ کلاں	۱۶
۱۳۷	ترجمہ سوانح حیات حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	۱۷
۱۳۸	حضرت محمد عبداللہ ملقب بہ خواجہ خرد	۱۸
۱۳۹	خواجہ خرد بحیثیت شاعر	۱۹
۱۵۱	خواجہ خرد اور وحدت الوجود	۲۰
۱۵۶	خواجہ خرد کی وفات	۲۱
۱۵۶	خواجہ خرد کی اولاد	۲۲
۱۵۸	خواجہ خرد کی تصانیف	۲۳
۱۷۳	مکتوبات خواجہ خرد	۲۴
۱۷۴	ملفوظات خواجہ خرد	۲۵
۱۷۸	حضرت خواجہ باقی باللہ اور وحدت الوجود	۲۶
۱۸۳	حضرت خواجہ کی تصانیف	۲۷
۱۸۵	حضرت خواجہ کے ملفوظات	۲۸
۱۸۷	رسائل حضرت خواجہ	۲۹
۱۹۰	مجموعۂ کلام	۳۰
۱۹۲	حضرت خواجہ بحیثیت شاعر	۳۱
۱۹۶	درگاہ حضرت خواجہ کی تولیت	۳۲
۲۱۱	حضرت خواجہ کا وصال	۳۳

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۴	حضرت خواجہ کے خلفاء ومنتسبین	۲۱۲
۳۵	نواب غازی خان بدخشی (خواجہ حسام الدین احمد کے والد گرامی)	۲۲۶
۳۶	خواجہ حسام الدین احمد (زاد المعاد کے صاحبِ سوانح)	۲۴۶
۳۷	ولادت	۲۴۷
۳۸	تعلیم	۲۴۸
۳۹	شادی	۲۵۰
۴۰	اولاد	۲۵۳
۴۱	ملازمت	۲۵۶
۴۲	ترک ملازمت	۲۵۹
۴۳	حضرت خواجہ کے حضور	۲۶۳
۴۴	سلاطین وامراء کے ساتھ تعلیقات	۲۶۴
۴۵	مخدوم زادگان کی تربیت	۲۷۸
۴۶	حضرت مجدد الف ثانی اور خواجہ حسام الدین احمد	۲۷۹
۴۷	خواجہ حسام الدین احمد کا وصال	۲۸۵
۴۸	خواجہ حسام الدین احمد کی تالیفات	۲۸۸
۴۹	خواجہ حسام الدین احمد کے تربیت یافتگان	۲۸۹
۵۰	حیات خواجہ حسام الدین احمد کے مآخذ	۲۹۲

Marfat.com

نقشبندی مشائخ کی تحریک احیاء دین

برصغیر پاکستان و ہند کی فضا اور معاشرت اطمینان بخش اور پرسکون تھی، مسلمانوں کی مرکزی عباسی حکومت کے خاتمہ کے بعد اگر کہیں زندگی کے کامل آثار اور فکری تحفظ تھا تو وہ صرف ہندوستان تھا، جہاں پہلی مسلم حکومت (سلطان قطب الدین ایبک) کے زمانہ میں ہی معاشرتی امن کے ساتھ یہاں کی علمی فضا اہل علم و دانش کے لئے پرکشش ہوگئی تھی۔ یہاں نامور علماء، حکماء، شعراء و صوفیہ کے وجود نے حکمرانوں کو اپنی توجہ کا مرکز بنالیا تھا، دہلی رشک بغداد کہلاتا تھا، مسلم سلاطین ملکی پالیسی بنانے میں علماء سے رجوع کرتے تھے اور علماء و مشائخ اسلامی شریعت کی بالادستی کیلئے ان سلاطین کی حمایت حاصل کرتے تھے، ان کی حمیت دین کو اجاگر کیا جاتا تھا، اسی سرزمین پر انہی میں سے علماء سو کا ظہور ہوا اور انہوں نے جلال الدین اکبر بادشاہ کو اسلام کی بیخ کنی کیلئے استعمال کیا، حکومت وقت اور ان علماء کے مشترکہ کردار نے اس مذکورہ فضا کو کیا بنادیا، ایک معاصر مورخ کی زبانی سنیں۔

> اس وقت ہندوستان اباحت کی فضا کیلئے ایک کھلا میدان ہے جہاں کوئی بھی دوسرے کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتا۔[1]

ہندوسان کی اس ''اباحت کی فضا'' میں جہاں علماء سو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت حالات خراب کر رہے تھے وہاں ہمسایہ ممالک سے اس فضا کو مزید مکدر کرنے کے لئے کئی باطل فرقوں کے سرکردہ رہنماؤں کو اس کی فضا اپنی فکری عروج کیلئے ہموار

---

[1] بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ: ۲/۲۴۶

Marfat.com

محسوس ہوئی اور انہوں نے اس سرزمین کا رُخ کیا جہاں ان کا اِستقبال کر کے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، وہ ماحول جو مذہب میں رچا بسا تھا وہ بادشاہت کے اثر سے آزاد خیالیوں کی ایسی آندھیوں کی نذر ہو گیا کہ ہر طرف حیلہ ساز علماء ہی نظر آنے لگے۔

ان حالات میں دین دار علماء نے خاموشی اختیار کر لی، کچھ پریشان ہو کر حرمین الشریفین کی طرف ہجرت کر گئے بعض نے جرأت مندی کے ساتھ بادشاہ کے خلاف آواز اٹھائی تو ان کی زبانیں بند کر دی گئیں اور موت کی نیند سلا دیا گیا۔

ان حالات میں بادشاہ کی حمایت حاصل کرنے والے علماء وصوفیہ خام نے ایسی ایسی فکری قلابازیاں لگائیں کہ پورے عالم اسلام میں ہندوستان کی مسلم حکومت اور ان کی بدنامی ہوئی، ان کی بداعمالیوں کی مثالیں جمع کی جائیں تو کئی دفتر بن جائیں، یہاں ہم نہایت اختصار سے اس ماحول کا ذکر کر رہے ہیں جس میں ہمارے نقشبندی مشائخ نے اس ''جماعت شوم'' کے خلاف صف آراء ہو کر اقدام کئے:

اکبر بادشاہ پر محرم ۹۸۶ھ/ ۱۵۷۸ء کو شکار کے دوران ایک غیر معمولی حالت طاری ہوئی؟ شکار بند کرنے کا حکم دیا، یہ وہ زمانہ ہے جب اس پر الہام ہونے لگا تھا، اس پہلی الہام گاہ جونندہ کے نواح میں واقع تھی، اکبر نے اپنے سر کے بال منڈوائے اور اس کے حواریوں نے بھی ایسا ہی کیا، بادشاہ نے وہاں ایک عمارت بنوائی اور وسیع باغ کی بنیاد رکھی۔ [1]

اس عمارت کو ''مکہ خورد'' کا نام دیا گیا۔ [2]

گویا جس درخت کے نیچے یہ ''حالت عجیب'' یعنی الہام ہوا تھا اسے چھوٹا مکہ کا نام دے کر اس کے تقدس کا اقرار کیا گیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد حج کے لئے مکہ جانے پر پابندی عائد کر دی گئی تھی اور حج کی اکبر سے اجازت لینا ناممکن ہو گئی تھی، اس کارضائی

---

[1] منتخب ۲/ ۲۵۳، اکبرنامہ ۳/ ۲۴۱ [2] عارف قندھاری: تاریخ اکبری ۲۳۶

Marfat.com

بھائی مرزا عزیز کوکہ بلا اجازت ہی گجرات سے حج کے لئے روانہ ہوا تھا۔ [1]

چنانچہ ان حالات میں ہندوستان اور اس کے ہمسایہ ممالک سے آزاد خیال فرقوں کو یہاں پہنچنے کے پورے مواقع فراہم کئے گئے ان فرقوں میں نقطوی، نصیری، شیعہ، مہدوی، روشنیہ، ذکری، اشراقی، رشی، نوربخشی، صوفیہ خام، علماء سو، بھگتی، متعصب، ہریجن اور سکھوں نے حکومت اور معاشرت پر گہرے اثرات مرتب کئے۔

درباری مورخ علامی ابوالفضل نے اکبر کو امی محض ثابت کر کے اسے پیغمبروں سے صفات سے متصف کیا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے اسے براہِ راست تعلیم دی اور اس کے باطن انور کو علم سے منور کیا"۔ [2]

اس کے درباری شاعر راہی نے لکھا ہے کہ اکبر کا دل وحی کی مانند ہے۔ [3]

اس کے ملک الشعراء فیضی کے اشعار بھی اس نوعیت کے ہیں گویا اکبر کا دین الٰہی اس کا خودساختہ دین نہیں بلکہ اس کے درباریوں کے نزدیک باقاعدہ خدائی دین تھا جو اس پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا کیا، کیا جو نبی اللہ تعالیٰ کی شریعت لے کر آتے ہیں ان کے افکار نقطویوں، نصیریوں اور اشراقیوں سے متاثر ہوتے ہیں، کیا وہ سورج کی پوجا کرتے ہیں؟ کیا انہیں شرعی احکام کے فیصلوں کے لئے خود کو علماء سے کوئی محضر نامہ لکھوانا پڑتا ہے؟۔

تاہم اس سب کچھ کے باوجود مجتہد اکبر بادشاہ کے افکار پر مذکورہ تمام فرقوں نے اثرات ڈالے اور اس کا ملمہ مذہب ان سب کا عجیب سا مرکب بن گیا جو بہت کم لوگوں کے لئے قابل قبول ہو سکا۔

---

[1] تفصیلات آگے آرہی ہیں۔ [2] اکبرنامہ ۱/۲۷۰، کتاب پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۱۹۷۷ء

[3] کلیات راہی، قلمی بحوالہ نظامی، خلیق احمد: اکبر اینڈ ریلیجن ۲۵

Marfat.com

چونکہ مسلمان علماء آپس کے اختلافات، ہوس اور حب جاہ جیسے امراض میں مبتلا تھے اس لئے ان حالات میں سرکاری و درباری علماء نے اکبر کا قرب حاصل کرلیا، بھگتی سنتوں اور دیگر رہنماؤں، راجپوت راجاؤں خصوصاً بیربل، ٹوڈرمل، بہاری مل اور بھگوان داس نے جواب بڑے بڑے منصب بھی حاصل کر چکے تھے اور ان بھگتوں سے قریبی تعلقات رکھتے تھے، بیربل نے وتھلرائے کو اکبر سے متعارف کروایا اور پھر بادشاہ نے متھرا میں اس سے ملاقات بھی کی۔ اکبر نے اسے گوسوامی کا خطاب اور گوکل نام کا ایک گاؤں بھی مدد معاش کے طور پر دیا ۱۵۷۷ء کو گوسوامی کے مذہب اور اس کی حیثیت کو بڑھاوا دینے کے لئے ایک شاہی فرمان بھی جاری کیا گیا ۸۱۔۱۵۸۰ء کو ہمیں گوسوامی اکبر کے عبادت خانہ کے مباحث میں شریک نظر آتا ہے، بھگتی تحریک کے رہنما مختلف مذاہب کا فرق مٹانے اور یہ باور کروانے کیلئے بہت ہی تیزی کے ساتھ ایسے مشن پر عمل کر رہے تھے جس نے اکبر جیسے صلح کل کے متلاشی حکمران کو بہت متاثر کیا، وہ کامل توجہ کے ساتھ درباری گویئے تان سین سے سوامی ہری داس کے اشلوک سنا کرتا تھا، ان کے مساوات کے نظریات نے اسے خاص طور پر متاثر کیا اسے بھگتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام راستے خدا کی طرف جاتے ہیں اور مذہبی تفریق بے معنی ہے۔[۱]

اکبر نے مشہور بھگتی سنت دادو سے ملاقات کی اور خوب محظوظ ہوا ۱۵۸۴ء کو اسے باقاعدہ دعوت دے کر فتح پور سیکری بلایا، اس کے ساتھ طویل مباحث ہوئے، معاصر ہندی مآخذ میں ہے کہ دونوں کے مابین فکری فرق مٹ گیا، دادو کا قول ہے کہ ہندو

---

[۱] پروفیسر نظامی صاحب نے کئی نادر ہندی کتب سے بھگتی رہنماؤں کے اقوال نقل کر کے ان کے اکبر پر اثرات بیان کئے ہیں۔ ایضاً ۲۹۔۳۵ اس سے پہلے محمد بن قاسم نے سندھ فتح کر کے مسلمانوں کے مساوات کی مثالیں پیش کی تھیں تو ان سے غیر مسلم وہاں بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق اور مساوات کے باعث اسلام قبول کیا تھا لیکن حالات بدل چکے تھے۔ اب مسلمان حکمران بھگتوں سے مساوات سیکھ رہے تھے۔

Marfat.com

اور مسلم میں ایک ہی رُوح کارفرما ہے۔ اکبر نے سندرداس کو مندر تعمیر کرنے کی اجازت دیتے ہوئے اپنے تمام گورنروں کو مندر تعمیر کروانے کا حکم دیا۔ [۱]

اکبر پر سب سے زیادہ گہرے اثرات فرقہ نقطویہ نے ڈالے تھے، اس فرقہ کا بانی محمود پسیخوائی (ف ۸۳۲ھ/ ۱۴۲۸ء) ایک ایرانی تھا جو یہ کہتا تھا کہ اسلام اور عرب کی سیادت کے کل آٹھ ہزار سال تھے جو ختم ہو چکے ہیں باقی آٹھ ہزار سال اب عجم کے ہیں، اب محمود کا دین رائج ہوگا اس کا واضح عقیدہ تھا کہ ''محمد کا دین منسوخ ہو چکا اب محمود کا دین رائج ہے۔'' [۲]

جب ایران میں شاہ عباس صفوی کو ان کے عقائد کا علم ہوا تو اس نے ہزاروں نقطوی موت کے گھاٹ اتار دیئے، ایران کے اکثر آزاد خیال علماء اسی کے دین سے وابستہ تھے، ان میں سے بعض فرار ہو کر ہندوستان آنے میں کامیاب ہو گئے جہاں اس قسم کے عقائد کے لئے فکری زمین پہلے ہی ہموار کی جارہی تھی۔

ان میں سے جو نقطوی شعراء یہاں آئے ان میں تشبیہی کاشی (میر سید علی اکبر) فرقہ نقطویہ کا خاص مبلغ تھا اس نے ابوالفضل کی وساطت سے اکبر کے دربار تک رسائی حاصل کی اور ایک قصیدہ اکبر کے حضور پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا:

> بادشاہ مقلدین (علمائے اہل سنت) کو ختم کر ڈالے تاکہ حق مرکز پر آجائے اور خالص توحید کو رواج ہو۔ [۳]

ابوالفضل نے اس کے متعلق لکھا ہے:

> آغاز سے ہی اس کے مزاج میں شوریدگی تھی اور وہ فرقہ محمودی (نقطویہ) کا پیروکار تھا۔ [۴]

---

[۱] ایضاً: ۲۲ [۲] دبستان مذاہب: ۱/ ۲۷۶ [۳] بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ: ۳/ ۱۳۲
[۴] آئین اکبری: ۱/ ۳۱۵

Marfat.com

اس نے ابوالفضل کی رہنمائی کیلئے نقطویہ کے عقائد پر ایک رسالہ بھی لکھا تھا جو منتخب التواریخ کی تالیف کے دوران مولف کے پیش نظر تھا اور اس نے اس میں سے بعض کفریات بھی نقل کی ہیں۔ ۱

ایرانی معاصرین نے بھی اس کے کلام سے اس کے الحاد و زندقہ کی مثالیں دے کر اس کے منکر شریعت ہونے کا اقرار کیا ہے۔ ۲

ہم متعلقہ مقام پر تفصیل بھی بیان کریں گے کہ اس کے بعد حق کیسے اپنے مرکز پر آیا اور خالص توحید کو اس سے کیا رواج ملا۔

اس فرقہ کا دوسرا بڑا عالم شریف آملی تھا۔ ۳

وہ ایران سے فرار ہو کر ہندوستان آنے میں کامیاب ہو گیا، دکن پہنچ کر تقیہ کر لیا، پھر جب اس کے عقائد لوگوں کو معلوم ہوئے تو گدھے پر بٹھا کر تشہیر کی گئی۔ ۴

وہاں سے وہ بچ کر اکبر کے دربار میں پہنچا، خواجہ کلاں کی روایت ہے کہ پہلی ہی ملاقات میں اس کے حرفہامی ناہموار بادشاہ کو پسند آئے اسے ہزاری منصب دے کر مقربین میں شامل کر لیا، وہ ابوالفضل کا خاص دوست بن کر اس کے وضع کردہ مراتب چہارگانہ کی تبلیغ کیا کرتا تھا۔ ۵

اسے دسویں صدی ہجری کا مجدد مشہور کیا گیا تھا۔ ۶

نقطویوں کا یہ اصول ہے کہ جب ایک نقطوی عالم کامل ہو جائے تو اس کا بہت احترام کرنا چاہیے۔ ۷

اسی لئے اکبر بادشاہ اور اس کے مصاحب اسے مرشدوں کی طرح چاہتے اور

---

۱ منتخب التواریخ ۳/۱۴۲ ۲ تقی الدین کاشانی: خلاصۃ الاشعار (بخش کاشان) ۳۲۵

۳ تقی الدین محمد اوحدی: عرفات العاشقین ۴/۲۲۲۰ ۴ منتخب التواریخ: ۲/۱۷۱ ۵ ایضاً

۶ منتخب ۷ جنبش نقطویہ

Marfat.com

تکریم کرتے تھے۔ ۱

اسی قسم کا معاملہ علامہ کمال الدین چلپی بیگ متخلص بہ فارغ تبریزی کا تھا، وہ اپنے زمانہ کے کاملین میں سے تھا، اس نے عقلی علوم کی منتہیانہ تحصیل کی تھی، خواجہ افضل الدین ترکہ کا شاگرد خاص تھا۔ مختلف مقامات سے ہوتا ہوا شیراز پہنچا تو فیضی نے دکن سے اکبر کو اطلاع دی کہ اس کا مشرب آپ کی مجلس اشرف کے لائق ہے۔ ۲

بادشاہ نے باقاعدہ فرمان بھیج کر فارغ تبریزی کو طلب کیا، یہ فرمان مکاتبات ابوالفضل میں موجود ہے۔ ۳

علامہ فارغ ۱۰۰۷ھ/ ءکولاہور میں اکبر سے ملا ۴

اور اکبر کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا۔ ۵

اس کے ایک معاصر ملک شاہ سیستانی نے تذکرہ خیرالبیان (۱۰۱۶ھ) میں لکھا ہے کہ ہندوستان آ کر اس کے اعتقاد میں نقص کلی واقع ہوا۔ ۶

یقیناً اکبری ماحول، علماء سو اور مسلمانانِ ہندو مزاج کی صحبت بد میں اس کے عقائد نے یہ رُخ اختیار کیا ہوگا، جہاں بقول معاصر مورخ نبوت کی ''قدح'' کی جاتی تھی۔ ۷

تقی اوحدی نے لکھا ہے کہ روایت ہے کہ اس نے انبیائے کرام کے انکار پر ایک کتاب ردالنبوۃ کے نام سے لکھی تھی۔ ۸

جس کی پاداش میں وہ مرض اکلہ (جذام) میں مبتلا ہوا، اس کے سارے جسم پر

---

۱ تاریخ عالم آرای عباسی ۲/ ۳۲۵ ۲ انشای فیضی: ۱۳۴ ۳ ۱/ ۵۲۔۵۳ ۴ اکبرنامہ ۵ تقی اوحدی: عرفات العاشقین ۲/ ۱۰۶۶۔۱۰۶۸ ۶ جنبش نقطویہ ۱۶۷، خاتمہ تذکرہ مشمولہ مقالات عارف ۲/ ۱۶۲ خوشگو نے لکھا ہے: بعد از رسیدن بہ ہندوستان خیلی اعتبار یافت و در مزاج شاھی موافق افتاد و اطوارش سرایت کرد بہ درجہ عالی رسید...... اما در قید ہیچ مذہبی وملتی نبودہ (سفینہ خوشگو ۲/ ۵۲۹) ۷ منتخب التواریخ: ۲/ ۲۶۹ ۸ عرفات العاشقین ۲/ ۱۰۶۳، تذکرہ طاہر نصرآبادی ۱۵۸

Marfat.com

سوراخ ہو گئے جس سے وہ جہنم رسید ہوا[۱]۔ یعنی لاہور ہی میں ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء کو انتقال ہوا۔[۲]

ایک اور ملحد اور آزاد خیال شاعر غزالی مشہدی (ف ۹۸۰/ ۱۵۷۲ء) اپنی بے اعتدالی و افتادِ طبع کے باعث عراق سے اپنے قتل کے خوف سے فرار ہو کر دکن چلا آیا وہاں سے بحالت اسیری اکبر کے دربار میں لایا گیا تو بادشاہ نے اسے پسند کیا، اسے ملازمت ملی پھر ملک الشعراء کے مرتبہ تک پہنچا، فیضی کو اس سے بڑی عقیدت تھی۔[۳]

ابوالفضل نے اکبر کے دربار سے وابستہ ۵۹ شعراء کی فہرست دی ہے جن میں سے تقریباً ۴۰ ایران سے تعلق رکھتے تھے۔[۴]

ان میں سے قاسم کاہی اور جعفر بیگ نے دین الٰہی میں اکبر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، یہ آزاد خیال ہونے کے علاوہ اسلامی عبادات کو بھی ہدف تنقید بناتے تھے اور عبادت خانہ میں بھی ان کا یہی طرز عمل تھا۔

قاسم کاہی کا ایک شعر ہے:

تارہِ شرع را شتافتہ ام   از محمد نبی شگفتہ ام[۵]

وقوعی نیشا پوری نقطوی اور آزاد خیال تھا، وہ تناسخ پر کامل یقین رکھتا تھا۔[۶]

اکبر کے دل و دماغ اور دربار کے ماحول پر ان ملحد شعراء کے گہرے اثرات مرتب ہوئے، خود ابوالفضل نقطوی عقائد اپنا چکا تھا، ایک ایرانی مورخ سکندر منشی نے جسے ہندوستان کی سیاست اور مذہب سے کوئی ہمدردی نہیں تھی جب ایران میں شاہ عباس صفوی نے نقطویوں کا قتل عام کیا تو میر سید احمد کاشاہی کے گھر سے ابوالفضل کا وہ

۱۔ ریاض الشعراء ۳/ ۱۵۹۰   ۲۔ عرفات ۲/ ۱۰۶۳ سال وفات میں اختلاف ہے ہم نے تقی اوحدی کے معاصر بیان کو ترجیح دی ہے۔   ۳۔ تقی اوحدی: عرفات ۵/ ۳۰۰۸۔۳۰۱۷   ۴۔ یہ تعداد پروفیسر نظامی کی کتاب مذکور سے ماخوذ ہے۔   ۵۔ منتخب ۳/ ۱۲۱   ۶۔ ایضاً ۳/ ۲۵۶

Marfat.com

خط ملا جواس نے فرقہ نقطویہ کے ساتھ اپنی فکری ہم آہنگی کے طور پر لکھا تھا۔[۱]

یہی بات خواجہ کلاں نے بھی لکھی ہے، اسی نے اکبر بادشاہ کو جادۂ شریعت سے منحرف کیا تھا، یہ حقیقت اس وقت ہندوستان میں خوب مشتہر ہو چکی تھی، علامہ محمد بن طاہر محدث پٹنی (ف ۹۸۶ھ/۱۵۷۸ء) اکبر کو راہِ راست پر لانے کیلئے گجرات سے روانہ ہوئے تھے لیکن دشمنوں نے انہیں راستہ میں ہی شہید کر دیا۔[۲]

خود جہانگیر بادشاہ فیضی اور ابوالفضل کے متعلق کہا کرتا تھا کہ انہوں نے میرے والد کو یہ باور کروایا تھا کہ قرآن مجید حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف ہے۔[۳]

شاہ عباس صفوی نے نقطویوں کے سرکردہ عالم میر سید احمد کاشی کو جب قتل کروایا تو ایک ایرانی میرزا ابوطالب کاشانی نے اس کے قتل ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۲ء پر ایک ایسا قطعہ تاریخ لکھا جس کا ہر مصرعہ قابل توجہ اور فکری اعتبار سے اہم ہے، ملاحظہ ہو۔

سرخیل اہل اضلال ، میر احمد مضل آنکہ
شد منکر رسالت ، از کفر و از ضلالت
از منکران احمد از پیروان محمود
چوں او سگی نزادہ از مادر شقاوت
چوں زد قصاد و نمیش از تیغ شاہ عباس
کش باد روز محشر از مصطفیٰ شفاعت
از لوث ہستی او شد چوں جنان، جہان پاک
صدر جہنم از وی گردید پر نجاست

۱۔ تاریخ عالم آرای عباسی ۱/۴۷۶   ۲۔ تذکرۂ علامہ محمد بن طاہر محدث، ص: ۱۰۵

۳۔ مآثر الامراء: ۲/۲۱۷

Marfat.com

چوں منکر رسالت بود آں شقی ، از آں رو
تاریخ قتل آن سگ ،شد ''منکر رسالت'' [1]

۱۰۰۱ھ

فرقہ نقطویہ کے بانی محمود پسیخوانی کے متعلق اکبر بادشاہ کی نگرانی میں لکھی جانے والی کتاب تاریخ الفی میں ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء کے واقعات کے تحت لکھا ہے کہ محمود نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ [2]

ملا مبارک ناگوری اور اس کا بیٹا ابوالفضل جنہوں نے اکبر کو راہ راست سے ہٹایا تھا اشراقی بھی تھے جو وحی اور نبوت کے منکر ہوتے ہیں اور انہی کے زیر اثر اس نے نبوت کے مقام و منصب کی مسلم معاشرہ میں قدح کی اور پھر نبوت کا انکار کر کے خود نبی بن بیٹھا، نقطویوں اور اشراقیوں کے ہاں نبوت تو در کنار ختم نبوت کا تصور تک نہیں ہے بلکہ نقطویوں کے ہاں نبوت ایک جاری عہدہ ہے کہ جو انسان اپنی قابلیت کے بل بوتے پر اپنی انتہا کو پہنچ جائے وہ اس مقام پر خود ہی فائض ہو جاتا ہے۔ [3]

ابوالفضل نے اکبر بادشاہ کو پہلے تو امی محض بنا کر نبی کے برابر لا کھڑا کیا پھر اسے انسانِ کامل بنا دیا اور اشراقیوں کے ہاں انسان کامل کی اصطلاح ہی نہیں ہے، یہ تو صوفیہ کے ہاں رائج ہے شیخ اکبر ابن عربی نے انسان کامل کیلئے اس کا ہر اعتبار سے متبع شرع ہونا لازم قرار دیا ہے، ابوالفضل نے یہ اصطلاح تو شیخ ابن عربی سے لے لی لیکن چونکہ اس کا شرع شریف سے کوئی تعلق نہیں تھا اس لئے اس کی شرح اشراقیوں کے نقطہ نظر سے کر لی، شیخ اشراق شہاب الدین سہروردی مقتول (۵۸۷ھ/۱۱۹۱ء) کی کتاب حکمۃ الاشراق کی شرح کرتے ہوئے ان کی اصطلاح خلیفہ کی اس طرح توضیح کی ہے:

---

[1] تقی الدین کاشانی: خلاصۃ الاشعار (بخش کاشان) ۲۰۰ [2] تاریخ الفی ۵۸۸۳/۸

[3] جنبش نقطویہ ۲۳۷۔۲۳۸

Marfat.com

"ولكون الكتاب عظيم الشان جليل القدر لا يتيسر الا بالشيخ الفاضل الحكيم الكامل الذى هو قطب الوقت و خليفة اللّٰه فی ارضه "[1]

اکبر بادشاہ نے چالاکی کرتے ہوئے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ خلیفۃ اللہ کہہ کر نقطوی عقیدہ کے مطابق تقیہ کر لیا کہ:

لا اله الا اللّٰه اکبر خلیفة اللّٰه [2]

ابوالفضل نے مہابھارت کے مقدمہ میں اکبر کو خلیفۃ اللہ ہی لکھا ہے۔ [3]

اکبر کی زندگی میں پرندوں کے شکار اور خصوصاً باز کے شکار اور اس کے متعلقات پر ایک کتاب باز نامہ کے نام سے لکھی گئی تھی جس کے مولف شیر محمد نے اسے اکبر کے نام معنون کرتے ہوئے اس کے بہت سے القاب میں سے ایک لقب قطب الاقطاب بھی لکھا ہے۔ [4]

جو اشراقیوں کے نزدیک انسان کامل کے لئے استعمال ہوتا ہے گویا اکبر اشراقیوں کی اصطلاح کے مطابق انسان کامل تو تھا جس کے لئے شریعت اسلامیہ کی پابندی کی ضرورت نہیں ہے وہ نقطویوں کی طرح ایسا انسان کامل تھا جو "مرکب مبین" کی تمام صفات کا حامل یعنی وہ اتنا کامل تھا کہ نبوت کا دعویٰ کر سکتا تھا۔

خود محمود پسیخوانی نے اپنی کتاب میزان میں لکھا ہے:

"اہل نقطہ اگر غلبہ یافتند از مغلوبین اقرار "لا الہ الا مرکب مبین" بگیرند سپس آنان را امان دہند، مغلوب باید بہ خط خود برای بندگی اہل نقطہ اقرار نماید [5]

---

[1] قطب الدین شیرازی: شرح حکمۃ الاشراق، مشمولہ مجموعہ مصنفات شیخ اشراق حاشیہ جلد دوم ۲۵۹
[2] منتخب التواریخ ۲/۲۷۳ [3] ابوالفضل (مقدمہ بر) مہابھارت، ص: ۵ [4] ہم نے اس اہم ورق کا عکس ۲۰۰۴ء کو مقامات معصومی (۵۶۳/۴) میں شائع کر دیا تھا۔ [5] کتاب میزان تالیف محمود پسیخوانی تلخیص مشمولہ جنبش نقطویہ ص: ۲۳۵

Marfat.com

یعنی اگر نقطوی مسلمانوں پر غالب آ جائیں تو انہیں اپنا مذکورہ کلمہ پڑھانے کے بعد امان دے دیں اور پھر وہ اپنے ہاتھ سے اہل نقطہ کے مطابق عبادت کرنے کا اقرار نامہ لکھ کر دے، اس قسم کا ایک عہد نامہ اکبر کے دین الٰہی کو قبول کرنے والے کو بھی دینا ہوتا تھا کہ میں اپنے دین اسلام مجازی تقلیدی پر تبرا کرتے ہوئے اسے چھوڑ رہا ہوں اور اپنے مال و جان و ناموس کو بھی ترک کرتا ہوں۔ [۱]

اکبر سورج، آگ اور روشنی کی باقاعدہ پرستش کرتا تھا، سورج کی پوجا کو تو اس نے حکومت کا مذہب قرار دیا تھا، وہ نقطویوں کے زیر اثر آفتاب کی بزرگی کا قائل ہو گیا تھا، وجہ یہ تھی کہ محمود کا انتہائی عروج ''شمس'' تھا یعنی اس فرقہ کا بانی خود سورج سے واصل ہو کر کامل ہوا تھا۔ [۲]

اسی لئے وہ سورج کا اتنا احترام کرتے تھے، انہی کے زیر اثر اکبر بھی سورج کا احترام کرتا تھا ابوالفضل نے تو اسے پرستش واضح طور پر لکھا ہے۔

خورشید والا را بفرمان روایان عنایتی است خاص وازیں رو نیایشگری بدو نمایند والہی پرستش برشمرند و کوتاہ بین یا بدگمانی در اوفتد [۳]

ہندوؤں نے بھی اسے آفتاب کی تسخیر کے طریقے سکھائے تھے، اکبر روزانہ سورج کی طرف منہ کر کے سنسکرت میں اس کے ایک ہزار ایک ناموں کا ورد کیا کرتا تھا ملا شیری نے ان کو نظم کر کے پیش کیا اتوار کے روز سورج کی پوجا کا خاص اہتمام کیا جاتا بادشاہ اس روز عوام کو دین الٰہی میں داخل (بیعت) کرتا تھا[۴]۔ ایک ایرانی عالم ملا تقی ششتری دربار اکبری میں آفتاب کے نام کے ساتھ ''جلت عظمتہ و عز شانہ'' لکھا کرتا تھا۔ [۵]

سورج کی بزرگی نے ہی اکبر کو آگ کی طرف متوجہ کیا، آگ کی پرستش کو بھی

---

[۱] منتخب التواریخ ۲/۳۰۴ [۲] جنبش نقطویہ ۲۳۷ [۳] آئین اکبری ۳/۳۹۸
[۴] آئین ۱/۱۹۱ [۵] منتخب ۲/۳۰۴

Marfat.com

سرکاری مذہب کے طور پر اختیار کرلیا گیا، بادشاہ نے اپنے سب سے زیادہ معتبر عہدہ دار ابوالفضل کو حکم دیا کہ شاہی محل میں ہروقت آگ روشن رہے۔ ۱

ابوالفضل علامی خود بھی آگ کو اُم العناصر سمجھتا تھا۔ ۲

اکبر بادشاہ کی آتش پرستی اور روشنی کی پوجا کا تصور زرتشتیوں کے زیر اثر رہنے کے باعث محکم ہوا وہ اپنے سفر گجرات کے دوران ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء کو سورت میں مشہور زرتشی رانا دستور مہر جی سے ملا، اس سے بہت متاثر ہوا اور اسے آگرہ آنے کی دعوت دی وہ ہمیں ۹۸۶ھ/۱۵۷۸ء کو عبادت خانہ کے مباحث میں نظر آتا ہے اس کے علاوہ اکبر نوساری اور بھڑوچ وغیرہ میں بھی آتش پرستوں سے ملا تھا، اکبر نے فرمان بھیج کر شیراز کے ایک زرتشی آذر کیوان کو بلایا جو فلسفہ اشراق کا ماہر اور تناسخ پر اعتقاد بھی رکھتا تھا تا کہ وہ اکبر کو زرتشی مذہب کے عقائد سے آگاہ کر سکے۔ ۳

آگ کی پرستش کے دوران ہی اکبر روشنی اور شمع کی عظمت سے آگاہ ہوا اور اس کی بھی تعظیم کرنے لگا، خود ابوالفضل نے لکھا ہے کہ بادشاہ روشنی کی محبت کو خدا پرستی سمجھتا ہے سورج غروب ہوتے ہی شاہی محل میں شمعیں روشن کی جاتی تھیں، خادم بارہ لگنوں میں کافوری شمعیں لے کر بادشاہ کے حضور حاضر ہوتے، اکبر دل و جان سے ان کا احترام کرتا تھا کیوں کہ ''آتش ایں شمع اقبال آسمانی است'' جب تک بادشاہ اس کی پوجا کرتا رہتا ایک خوش الحان شخص شمع کی مدح سرائی اور اکبر کے لئے دعا کرتا رہتا تھا۔ ۴

اکبر نے ہجری سنہ موقوف کر کے اس کی بجائے ایرانی سن بھی رائج کیا۔ ۵

درباری شعراء نے سورج، آگ اور روشنی کی تعریف میں بہت سی نظمیں لکھیں جو ان کے دواوین میں موجود ہیں۔

---

۱ منتخب التواریخ ۲/۲۱۱ ۲ مہابھارت، مقدمہ نوشتہ ابوالفضل ۱/۲۵ ۳ جنبش نقطویہ ۱۶۱

۴ آئین اکبری ۱/۴۸، ۳/۳۰۳ ۵ ایضاً تعلیقات بلوخمان ۳۰۴

Marfat.com

ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ صرف بھگتی، نقطوی، اشراقیوں اور زرتشتیوں کے اثرات بیان کئے ہیں ان کے علاوہ مہدوی، ذکری، روشنیہ، اخوان الصفاء، رشیہ نوربخشیہ اور جینیوں وسکھوں نے بھی اپنے نظریات حکومت تک پہنچانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی، اس ماحول میں نہ تو نبوت کی کوئی اہمیت رہی نہ مسلم معاشرہ میں نبی کا کوئی مقام رہا، بلکہ معاصر مورخ کا بیان ہم نقل کر چکے ہیں کہ مسلمانانِ ہندو مزاج نبوت کی قدح کر رہے ہیں، قرآن مجید سے کوئی سروکار نہ رہا بلکہ مہابھارت کے فارسی ترجمہ (رزم نامہ) کو اکبر نے مصور کروا کر امراء کو حکم دیا کہ اس پر ہاتھ رکھ کر برکت حاصل کریں، اسلامی شریعت اور اس کے مناسک کا مذاق اڑایا جانے لگا۔

ان دنوں جو افسوسناک واقعات پیش آئے ان میں سے اکبر کے عہد کے ایک نہایت زیرک خانوادہ یعنی ملا مبارک ناگوری اور اس کے خاندان کی تذلیل و تحقیر تھی۔ ہوا یوں کہ شیخ مبارک اپنے فرزندوں سمیت مخدوم الملک اور صدر الصدور شیخ عبدالنبی کی خدمت میں گیا اور اپنی تنگ دستی کا ذکر کر کے صرف ایک سو بیگھا زمین مدد معاش کے طور پر طلب کی تاکہ وہ اس سے اپنا گزارا کر سکے لیکن ان حضرات نے مذہبی تعصب سے کام لیتے ہوئے اسے اپنے دَر سے نکال دیا اس وقت فیضی جو اپنے والد کے ہمراہ تھا کی رگ حمیت جوش میں آ گئی اور اس نے کہا کہ اگر میں اپنی اصل سے ہوں اور اپنے اعتقاد میں سچا ہوں تو تم سے ایسا انتقام لوں گا جس کی گونج سارے ہندوستان میں سنائی دے گی۔[1]

واقعی وہ گونج نہ صرف سارے ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں سُنی گئی، اسی شیخ مبارک ناگوری اور اس کے فرزندوں (فیضی اور ابوالفضل) نے اکبر کے حق میں فتویٰ منظور کروالیا جس کو محضر نامہ کہا گیا ۹۸۷ھ/۱۵۷۹ء کو ملا مبارک نے بڑی احتیاط سے

[1] فرید بھکری: ذخیرۃ الخوانین ۱/ ۶۸-۶۹

Marfat.com

یہ محضر نامہ مرتب کیا جس میں لکھا گیا:

''قرآن و حدیث کی رُو سے جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ خدا کے نزدیک سلطان عادل کا مرتبہ مجتہد کے مرتبہ سے زیادہ ہے اور حضرت سلطانِ اسلام کہف الانام امیر المومنین......ابوالفتح جلال الدین اکبر بادشاہ غازی ...... سب سے زیادہ عدل والے، عقل والے اور علم والے ہیں...... اسی بنیاد پر ایسے دینی مسائل میں جن میں مجتہدین باہم اختلاف رکھتے ہیں اگر بادشاہ نے اپنے ذہن ثاقب اور صائب رائے کی روشنی مین ایک پہلو کو ترجیح دے کر کسی ایک کو صحیح قرار دیں تو ایسی صورت میں بادشاہ کا فیصلہ اتفاقی سمجھا جائے گا اور رعایا کا اس پر عمل کرنا لازم ہوگا، اس کی مخالفت دینی اور دنیاوی بربادی اور اخروی مواخذہ کا سبب ہوگی۔ یہ تحریر جو خلوص نیت پر مبنی ہے۔ خالصتاً خوشنودیٔ خدا اور فقہائے مجتہدین کے اتفاق سے لکھی گئی ہے۔[۱] (ملخصاً)

اس محضر نامہ پر سات درباری علماء نے اثباتی دستخط کئے یعنی مولانا عبداللہ سلطانپوری، شیخ عبدالنبی، غازی خان بدخشی (والد خواجہ حسام الدین احمد) حکیم الملک، شیخ مبارک، قاضی جلال الدین ملتانی، مفتی صدر جہاں۔

ابوالفضل نے محضر نامہ نقل نہیں کیا بلکہ اس کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھا ہے، اس نے اس پر دستخط کرنے والے علماء میں سے صرف پہلے چار نام دیئے ہیں لیکن بخشی نظام الدین احمد اور عبدالقادر بدایونی نے مندرجہ بالا ساتوں نام لکھے ہیں، ابوالفضل نے اس محضر کے محرک اور مرتب ملا مبارک ناگوری (یعنی اپنے والد) کا نام قصداً نہیں لکھا۔

---

[۱] نظام الدین احمد: طبقات اکبری ۲۴۳۔۲۴۴، منتخب التواریخ: ۲/ ۱۸۸۔۱۸۹ (مطبوعہ تہران)

Marfat.com

پروفیسر خلیق احمد نظامی کی رائے صحیح ہے کہ وہ اپنے باپ کو عوام کی تنقید سے بچانا چاہتا تھا۔ ۱

بدایونی نے لکھا ہے کہ شیخ مبارک جس نے یہ محضر نامہ لکھا تھا کے سوا باقی علماء نے اس پر کراہت (بہ کرہ) سے دستخط کیے لیکن ملا مبارک نے پوری رغبت کے ساتھ نہ صرف دستخط کیے بلکہ اس کے نیچے لکھا کہ یہ حقیقت ہے کہ میں دل و جان سے ایسا ہی چاہتا اور سالہائے دراز سے اس کا منتظر تھا۔ ۲

جب فتویٰ شائع ہو گیا تو اجتہاد کا راستہ کھل گیا امام (اکبر) کی عقلیت یقینی ہو گئی، حلال و حرام کا فرق بھی جاتا رہا اس کے مقابل امام کی رائے زیادہ وقیع ہو گئی اور اسلام کو محض تقلید کا نام دے کر رد کر دیا گیا۔ ۳

اس محضر نامہ کی تحریر رجب سے تین ماہ قبل جمادی الاول ۹۸۷ھ/۱۵۷۹ء کو انہی علماء کے اُکسانے پر اکبر بادشاہ نے جمعہ کا خطبہ دیا، جو درباری مورخ بخشی نظام الدین احمد کے مطابق خلفاء راشدین کی تقلید تھی۔ ۴

لیکن بقول بدایونی یہ اس نے اپنے اجتہاد کو استحکام دینے کے لئے کیا تھا، ۵ چونکہ دین الٰہی کے محرک محضر نامہ کے مرتب اور اکبر کو راہِ راست سے ہٹا کر دین اسلام کو منسوخ کروانے والے علماء مذہباً اسماعیلی اور نصیری تھے اس لئے انہوں نے اکبر سے وہ سب کچھ کروایا جو اسماعیلی حکومت کے حاکم حسن بن بزرگ امید نے کیا تھا یعنی حسن بن صباح نے جس امام کے آنے کا وعدہ کیا تھا وہ حسن خود امام بن بیٹھا اور اس کے پیروکار اُسے امام کا درجہ دے کر اس کا بے حد ادب کرنے لگے، وہ شریعت اسلامی میں تغیر و تبدل کرنے لگا ۵۵۹ھ/۱۱۶۳ء کو حسن نے قلعہ الموت کے باہر ایک ممبر بنوایا اور اس پر

---

۱ نظامی، خلیق احمد: اکبر اینڈ ریلیجن ۱۲۷۔ ح ۲ منتخب: ۲/۲۷۲ ۳ ایضاً
۴ نظام الدین طبقات: ۲/ ۵ منتخب: ۲/۱۸۶

۱۱۱۰۶۵

Marfat.com

بیٹھ کر عوام سے کہا کہ امام غائب نے خفیہ طور پر میرے پاس اپنا ایلچی بھیجا ہے اور وہ ایک خط لایا ہے جس میں لکھا ہے کہ عوام سے شریعت کے فرائض اور رسوم کو ختم کر کے انہیں قیامت کے دن کیلئے مخصوص کر دیا ہے حسن کے حکم کے مطیع و تابع رہیں......اس کے حکم کو ہمارا (امام) کا حکم اور اس کے قول کو ہمارا قول سمجھیں......اس نے مسلمانوں کو خدا تک پہنچایا اور اس سے ملایا۔ [1]

اس کے بعد اس نے سترہ رمضان کو ہی عید منانے اور روزہ افطار کرنے کا اعلان کرتے ہوئے ......لہو و لعب و منہیات شریعہ کا ارتکاب کیا، اس کے بعد اس نے با قاعدہ امامت کا دعویٰ کیا......اور کہا کہ لوگوں کو چاہیے کہ حکم بجالائیں اور جو کچھ کہے اسے اپنا دین سمجھیں۔ [2]

بالکل اسی نوعیت کا خطبہ اور محضر نامہ اکبر نے لکھوا کر مجتہد مطلق کا کردار اَدا کرنا شروع کر دیا تھا وہ فتح پور سیکری کی جامع مسجد جو محل کے قریب تھی کے منبر پر چڑھا تو گھبرا گیا، کانپنے لگا بڑی مشکل سے فیضی کے تین شعر پڑھے تھے کہ نیچے اُتر آیا۔ [3]

علامی ابوالفضل نے نہ تو اکبر کے پریشان ہونے کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی لرزنے کا واقعہ بیان کیا ہے بلکہ محض دروغ گوئی سے لکھا ہے کہ جہاں پناہ نے اپنی سخت مصروفیات کے باعث اس خطبہ کو مختصر کر دیا ہے۔ (اکبر نامہ ۳/ ۲۷۰-۲۷۱) حالانکہ وہ تو عوام کی مخالفت اور خوف سے کانپنے لگا تھا۔

دورِ جدید کے مورخین کو عبدالقادر بدایونی کی تحریر میں جانبداری محسوس ہو تو درباری مورخ علامی ابوالفضل کا یہ بیان توجہ سے پڑھ لیں کہ اکبر کے نظریات کو صرف انہی لوگوں نے قبول کیا جو نصیری [4] مذہب اور منصور حلاج کی روش کے تھے، یعنی

---

[1] جوینی، عطاء ملک علاء الدین: تاریخ جہانگشای مرتبہ محمد بن عبدالوہاب قزوینی ۳/ ۲۲۵-۲۳۲ (ملخصا) [2] ایضاً [3] منتخب التواریخ ۲/ ۱۸۶ [4] نصیری، شیعوں کا ایک اہم فرقہ ہے جس کے ماننے والی تثلیث، الوہیت اور تناسخ پر یقین رکھتے ہیں (فرہنگ فرق اسلامی ص: ۴۴۲-۴۴۳)

Marfat.com

علمائے سو اور صوفیہ خام: علامی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''ھمانا غلط انداز ایں گروہ خدا آزار آں بود کہ چندی از پیش قدمان یک جہتی کہ بر مشرب نصیر بودند یا ذوق حسین منصور خدیو معانی را مظہر حق دانستہ سخن سرا گشتند [1]

بلوخمان نے معاصر کتب تاریخ کی بنیاد پر اکبر کے ہاتھ پر بیعت کر کے دین الٰہی میں داخل ہونے والے افراد کی فہرست بنائی ہے جو صرف اٹھارہ ہے۔ [2]

ظاہر ہے کہ یہ کوئی حتمی تعداد نہیں تھی یہ تو وہ اشخاص تھے جنہیں اکبر کا قرب خاص حاصل تھا، ابوالفضل نے لکھا ہے کہ لوگ بکثرت اس سے ملنے اور عقیدت کا اظہار کرنے آتے تھے مریدین کی اس فہرست کو دیکھ کر تعجب بھی ہوتا ہے کہ ان میں سے سترہ نام کے مسلمان تھے اور صرف ایک ہندو بیربل [3] شامل تھا۔ کوئی قابل ذکر ہندو منصبدار اس دین میں شامل نہیں ہوا۔

ہمیں تعجب ہے کہ ملک کا سب سے بڑے مذہبی رہنما میراں صدر جہان پہانوی (ف ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء) ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء کو اپنے دو فرزندوں میر بدر عالم اور نظام خان سمیت اکبر سے بیعت ہوئے، بدایونی نے لکھا ہے کہ انہوں نے شعر گوئی سے توبہ کر لی

---

[1] اکبر نامہ ۳/۱۸۶ مطبوعہ کلکتہ وانگریزی ترجمہ از بیورج ۳/۳۹۷ ''سخنان بزرگان ملت خود را مثل امام جعفر صادق و ابن عربی نخواندہ اند'' (مہابھارت، مقدمہ ۱۶)

2- Blochmann, H: Ain-i-Akbari, Vol.1 PP.218-19

[3] بیربل (بیربر) کا نام برہمداس تھا، جو ایک گداگر موسیقار تھا ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء کو اکبر کے پاس کالپی سے آیا اکبر نے اسے ملازمت دی تو وہ بادشاہ کے مزاج پر حاوی ہوتا چلا گیا اسے پہلے تو اکبر نے کب رائے (ملک الشعراء) کا خطاب دیا بعد میں راجہ بیربر (نامور بہادر) کا لقب ملا، منتخب التواریخ ۲/۱۱۰

Marfat.com

ہے اور امید ہے کہ اس طرح وہ لاف وگراف سے بھی توبہ کرلیں گے [۱] واقعی اکبر کی وفات کے بعد جب سیاسی حالات میں تبدیلی آئی اور جہانگیر تخت نشین ہوا تو ان کی حمیت دینی کو حضرت مجدد الف ثانی نے جوش دلانا شروع کیا، آپ نے انہیں اکبر کے عہد میں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ہونیوالے ناروا سلوک کا تذکرہ اپنے مکاتیب میں کرتے ہوئے انہیں دین کی حمایت کی طرف متوجہ کیا۔ [۲]

اکبر جمعہ کا خطبہ دینے اور محضر نامہ کی رُو سے جب اعقل، اعلم، اعدل، امیر المومنین اور اسے سلطان عادل ہونے کی وجہ سے مجتہد سے بھی بلند مرتبہ مل گیا تو دین اسلام اور اس کے مناسک کو مذاق کا نشانہ بنانے والے نے اپنی مرضی کے بہت سے خلاف اسلام احکام جاری کرنا شروع کردیئے۔ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں اس نے اپنا کلمہ بھی جاری کیا تھا، اس کے دین کے مطابق اذان بھی ہوتی تھی۔ [۳]

جب اکبر کو محضر نامہ میں امیر المومنین لکھ دیا گیا، اس سے پہلے مساجد کے ائمہ

---

[۱] منتخب التواریخ ۳/۲۸۲

میراں صدر جہاں کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

منتخب التواریخ: ۳/ ۱۸۷، ۲۰۷، ۲۴۷ وبعد — بختاور خان: مراۃ العالم: ۲/ ۴۳۵

محمد صادق ہمدانی کشمیری، طبقات شاہ جہانی: ۹/ ۴۷ — آزاد، غلام علی بلگرامی: سروِ آزاد: ۹۲

عبدالحی حسنی، نزہۃ الخواطر: ۵/ ۱۷۸ — بلوخمان، آئین اکبری، تعلیقات: ۱/ ۲۱۸

محمد بن رستم حارثی، تاریخ محمدی: ۲/ ۵/ ۱۴۲ — مکتوبات حضرت خواجہ باقی باللہ، مکتوب: ۱۷

امپریل گزیٹیئر آف انڈیا (۲۰/ ۱۳۶) میں پہانی کا محل وقوع شاہ آباد تحصیل وضلع ہردوئی صوبہ جات متحدہ کا ایک گاؤں بتایا گیا ہے جسے قنوج کے قاضی سید عبدالغفور نے آباد کیا تھا، یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے بھتیجے اکبر کے چیف مفتی تھے، جن کا مزار اور مسجد اسی پہانی میں ہے۔

[۲] مکتوبات امام ربانی ۱/ ۱۹۴۔ ۱۹۵ — [۳] نظامی، ص: ۲۹

Marfat.com

باقاعدہ اکبر کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے۔ ۱؎

اکبر نقطویوں اور اشراقیوں کے طریقہ کے مطابق خلیفہ اور قطب الاقطاب تو بن ہی گیا تھا، خود ابوالفضل کا بیان ہے کہ وہ بالکل مرشدوں کی طرح لوگوں سے ملتا تھا، وہ مریضوں کو دم کرتا وہ اپنے نام کا تعویذ بھی دیتا تھا جس میں ''اللہ اکبر'' لکھا ہوتا تھا۔ ۲؎

علامی ابوالفضل نے ہی آئین ارادت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اکبر کے دین الٰہی میں جب ایک مرید دوسرے سے ملتا تھا کو ''اسلامی طریقہ کے مطابق السلام علیکم کہنے کی بجائے ''اللہ اکبر'' کہتا اور دوسرا جل جلالہ کہتا تھا یعنی اس سے اکبر کا پورا نام جلال الدین اکبر بن جاتا ہے ابوالفضل نے اس نام کو ''اسم اعظم و طلسم اقدس'' قرار دیا ہے۔'' ۳؎

علامی ابوالفضل نے دین الٰہی کا سرکاری نام توحید الٰہی رکھا تھا۔ ۴؎

علامی جیسے مصلحت پسند نے نہ تو محضر نامہ نقل کیا ہے اور نہ ہی اس کی منظوری پر اپنے والد کے دستخط کرنے اور اس پر خوشنودی کا اظہار کرنے کا نوٹ لکھنے کا ذکر کیا ہے بلکہ اکبر کی نگرانی میں مرتب ہونے والی تاریخ الفی جس پر علامی نے مہابھارت کی طرح مقدمہ لکھنے کا بھی ذکر کیا ہے اکبر کے مذہبی نظریات اور دین الٰہی (توحید الٰہی) کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔ اکبرنامہ، آئین اکبری، رقعات ابوالفضل کا آغاز **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کے مبارک کلمہ سے نہیں ہوتا بلکہ ''اللہ اکبر'' سے شروع ہوتے ہیں ہر نئی بات اللہ اکبر سے شروع ہو کر جل جلالہ پر ختم ہوتی ہے، یہی حال تاریخ الفی کا ہے اس کے ایرانی مصحح غلام رضا طباطبائی مجد نے اس کی پہلے جلد کے حاشیہ میں وضاحت کر دی ہے۔ ۵؎

۱؎ عارف قندھاری: تاریخ اکبری ۲۴۴ ۲؎ آئین اکبری: ۱/۱۹۳ (آئین ۷۷ آئین رہنمونی)

۳؎ ایضاً: ۱/۱۹۲ (آئین ارادت گزینان) ۴؎ اکبرنامہ جلد اول مطبوعہ دہلی (آغاز)

۵؎ تاریخ الفی، مقدمہ مصحح

Marfat.com

کہ یہ انہوں نے قوسین میں اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے، جو ہمارے نزدیک مصحح بزرگ کی غلط فہمی ہے، انہیں اسی طرح اصل کے مطابق رکھنا چاہیے تھا، یہی حال اکبر نامہ کے مصحح مولوی عبدالرحیم کا ہے۔ ۱

لیکن سر سید احمد خان کی مرتبہ آئین اکبری با قاعدہ اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے۔ ۲

ان کتابوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت تلاش کرنا بے کار ہے، اکبر کے فرامین اور سکے دریافت ہو چکے ہیں جو اللہ اکبر سے ہی شروع ہوتے ہیں۔

اکبر کے مسلمان مقربین نے جو بھی کتابیں لکھی ہیں وہ اسلامی طریق تصنیف و تالیف کے مطابق نعت سے خالی ہیں اکبر کا میر بخشی اور درباری مورخ نظام الدین احمد جو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے حلقہ کا عالم تھا نے اکبر کے خوف سے طبقات اکبری میں نعت شامل نہیں کی۔

اسی طرح جب ابوالفضل کو اکبر کے عہد کی تاریخ لکھنے کے لئے اس سے پہلے کے مغل حکمرانوں کے حالات تحریر کرنے کیلئے مواد کی ضرورت محسوس ہوئی تو بادشاہ کی طرف سے تاریخ کا شعور رکھنے والوں کو تاریخ لکھ کر پیش کرنے کا حکم ملا ان میں گلبدن بیگم (اکبر کی بہن) نے ہمایوں نامہ، بایزید بیات نے تذکرہ ہمایوں اکبر، جوہر آفتابچی نے تذکرۃ الواقعات اور عباس خان سروانی نے تاریخ شیر شاہی لکھ کر پیش کیں جن میں اکبر کے خوف سے نعت شامل ہی نہیں کی گئی، اس طرح عبدالقادر بدایونی کے اس بیان کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اکبر کے حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا منع کر دیا گیا تھا۔ ۳

یہ واقعہ عجیب نہیں ہے کہ جب اکبر نے ایک بڑے راجپوت سردار راجہ مان سنگھ کو دین الٰہی قبول کرنے کے لئے کہا تو اس نے صاف الفاظ میں اس سے انکار کرتے ہوئے

۱ اکبر نامہ، جلد اول، مطبوعہ دہلی (آغاز) ۲ آئین اکبری، مطبوعہ مطبع نولکشور، جلد اوّل، (آغاز)

۳ منتخب التواریخ ۲/۲۶۹

Marfat.com

کہا کہ جہاں پناہ میں آپ کے لئے اپنی جان دے سکتا ہوں آپ کے کہنے پر اسلام قبول کرسکتا ہوں لیکن میں نہیں جانتا یہ دین الٰہی کیا چیز ہے۔ [1]

دراصل یہ ایک ہندو کا دین الٰہی ماننے سے انکار نہیں تھا بلکہ پوری ہندو قوم و قومیت کا انکار تھا، ہاں ہمیں اس امر پر تعجب ضرور ہے کہ اکبر نے دین الٰہی بنانے کے لئے ہندومت کو منسوخ کرنا تو بہت دور کی بات ہے ان کے کسی مذہبی معاملہ میں بھی اس نے مداخلت نہیں کی حتیٰ کہ وہ ستی کی رسم بھی رکوا نہ سکا، اس کے مقابلہ میں اس نے اسلام کے ساتھ جو کچھ کیا وہ غیر مسلموں نے بھی نہیں کیا اور افسوس کہ علماء سو اور صوفیہ خام نے بھی شریعت اسلامی کو منسوخ کروانے میں اکبر کا ساتھ دیا۔

علماء و مفتیین کی موجودگی میں شہزادوں کی شادیاں ہندو عورتوں سے ہوئیں کسی بھی مفتی نے یہ نہ کہا کہ لڑکی کو اسلام قبول کرنے کے لئے کہا جائے بلکہ اس وقت شادی کی ہندووانہ رسوم اس لئے ادا کی جاتی تھیں کہ لڑکی کہیں یہ نہ سمجھ لے کہ اس نے ہندو دھرم ختم کر دیا ہے۔

اکبر کو سجدہ کرنا مذہبی فریضہ بن گیا تھا، خود علامی ابوالفضل کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔

"بندگان ارادت گرای سجود نیائش افزایند وآں راسجدۂ ایزدی برشمارند ...... تا گزیر پیشانی خود رابسجدۂ سپاس گزاری جلا بخشند و چہرۂ بختمندی برافروزند [2]

علامی نے اس سجدہ کی مخالفت کرنے والے مسلمانوں کو "کج گرایان تیرہ دل" یعنی تاریک دماغ اور تنگ نظر قرار دیا ہے۔

دوسرے معاصر مورخ عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ اکبر کیلئے سجدہ مقرر کردیا

---

[1] ایضاً: ۲/۳۶۳ [2] آئین اکبری: ۱/۱۸۷

Marfat.com

گیا تھا اور اسے فرض عین سمجھا جاتا تھا اُسے کعبہ مرادت وقبلہ حاجات تصور کرلیا گیا تھا۔

سجدہ برائے او (اکبر) تجویز کردہ آں راہ زمین بوس نامیدند و رعایت ادب

پادشاہ را فرض عین شمردہ روی او را کعبہ مرادت وقبلہ حاجات دانا نیدند[۱]

بدایونی نے ہی لکھا ہے کہ بادشاہ کو سجدہ کرنے کی اختراع قاضی نظام الدین بدخشی (والد حضرت خواجہ حسام الدین احمد) نے کی۔[۲]

اور اس کا جواز ایک صوفی تاج الدین اجودھنی ملقب بہ تاج العارفین نے پیش کیا، اسی تاج العارفین نے بادشاہ کو صوفیہ کی شطحیات سنا سنا کر راہ راست سے ہٹایا تھا، وہ تصوف کی ایسی تعبیرات کرتا تھا جس کی اسلامی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں تھی۔[۳]

ایک درباری شاعر راہی نے اکبر کے متعلق کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی صورت پر پیدا کیا ہے:

''حق ساخت ترا بصورت خویش''[۴]

اس قسم کی صفات کے حامل بادشاہ کو لوگ سجدہ نہ کرتے تو کیا کرتے، ایک اور معاصر شاعر نے اکبر کو نبی قرار دیتے ہوئے کہا تھا۔

شکر صد شکر کہ خیر البشری پیدا شد   یک نبی رفت وپس او دگری پیدا شد[۵]

کیا شعراء کے یہ محض خوشامدی اشعار تھے؟ ہرگز نہیں بلکہ مندرجہ بالا دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اکبر نقطویوں کے زیر اثر اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ اسلام کی عمر صرف

[۱] منتخب التواریخ ۲/۲۵۹ [۲] ایضاً ۳/۱۰۴ [۳] ایضاً ۲/۱۷۹ [۴] نظامی: اکبر اینڈ ریلیجن ۲۸۵ وہ بادشاہ جسے خدا نے اپنی صورت میں بنایا تھا وہ ہندؤوں کو خوش کرنے کے لئے دیوالی کے موقع پر گائے کی پوجا کرتا تھا، ابوالفضل نے لکھا ہے کہ بادشاہ کے حکم پر گائے کو سجا کر دربار میں درشن کیلئے لایا جاتا تھا بفرمائش شاہنشاہی لختی آراستہ بنظر ہمایوں درآوردند وصید آہنا شود (آئین اکبری: ۱/۱۹۰) [۵] ایضاً ۲۳۵

Marfat.com

ہزار سال ہی تھی اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بھی اب ختم ہو چکی ہے اب دوسرے ہزار سال کا میں ہی نبی ہوں۔

کیوں کہ علمائے بدنفس حیلہ گر، علماء سو، صوفیہء خام اور حوزۂ اکبری کے ملاحدہ اور مسلمانان ہندو مزاج اس پر اس قدر حاوی ہو گئے تھے کہ وہ بادشاہ جو عبادت خانہ میں جمعہ کی ساری رات علماء و مشائخ کے ساتھ گزارتا تھا وہاں علماء کی زبانیں تلواریں بن جاتی تھیں اور وہ ایک دوسرے کی تکفیر و تذلیل کرنے لگ جاتے تھے اب ان کی بحثیں شیعہ، سنی، حنفی اور شافعی وغیرہ تک محدود نہیں رہی تھیں بلکہ ان کے اختلافات اصل اصول اسلامی میں خلل ڈال رہے تھے، مخدوم الملک عبداللہ نے شیخ عبدالنبی کے خلاف رسالہ لکھا اسی طرح شیخ عبدالنبی نے بھی مخدوم الملک کی تجہیل و تضلیل کی، بادشاہ جو علمی طور پر عامی محض تھا اس کو علماء کے ان اختلافات نے شکوک و شبہات کی دلدل میں دھکیل دیا، اصل مقصد جاتا رہا دین کو شکست ہوئی اور پانچ چھ سال کے اندر ہی اسلام اپنا اثر زائل کر چکا تھا۔ ؎۱

اکبر نے علماء کی زبان سے اس قسم کے اختلافات سن کر کہا کہ کاش میں نے علوم رسمی کے اتنے اختلافات نہ سنے ہوتے، نہ ہی تفسیری بیانات کے اختلافات اور نہ حدیث کے اختلافات سے واقف ہوتا۔ ؎۲

انہی امور سے اکبر یہ سمجھا کہ اسلام تو اختلافات علماء کا نام ہے، اس کے جس اصول و اصل کو جس طرف چاہیں لے جائیں، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی

؎۱ منتخب التواریخ ۲/۱۷۷ سورج کے آٹھویں دن کنیا (سنبلہ) میں داخل ہونے پر اکبر دربار میں اس شان سے داخل ہوتا تھا کہ اس کے ماتھے پر تلک لگا ہوتا تھا۔ (ایضاً: ۲/۲۶۱)

؎۲ آئین اکبری: ۳/۲۹۷ (کاشکی از خوانندگان رسمی علوم چندیں اختلاف بگوش نرسیدی از فراوان دگرگونگی تفاسیر و احادیث بہ شگفت زار نیفتادی)

Marfat.com

نے ان علماء کولصوص دین قرار دیتے ہوئے اس سارے فساد کا ذمہ دار انہیں ٹھہرایا ہے۔

ایشاں نند علماء سو وشرار مردم ولصوص دین ...... درزمان ہر سستی ومداہنتی کہ در امور شرعیہ واقع شدہ است وہر فتوری کہ در ترویج ملت ودین ظاہر گشتہ است ہمہ از شومی علماء سو است وفساد نیات ایشان [1]

یہی حال اس عہد کے صوفیہ خام کا تھا، دولت کے پوجاری کئی صوفیہ نے اپنی دکانیں دارالحکومت آگرہ میں سجالیں، تاج الدین اجودھنی جن کا ذکر کیا جاچکا ہے، اکبر کے سامنے وحدت الوجود کے رنگ میں قرآن مجید کی تفسیر کیا کرتے تھے، انہوں نے اکبر کو ''عین واجب اقل عکس واجب'' قرار دے کر اسے سجدہ کا جواز پیش کیا۔

شیخ ابن عربی کی کتب تصوف نہایت دقیق ہیں اس عہد کے صوفیہ خام ان کے مطالب کی تہہ تک نہ پہنچ سکے اور کئی رسائل شیخ ابن عربی کی طرف منسوب کرکے ہر نیا نظریہ ان کے افکار میں تلاش کیا جانے لگا، اکابر صوفیہ نے شیخ کے نظریہ وحدت الوجود کو عوام کے سامنے بیان کرنے سے منع کیا تھا، لیکن اس عہد میں اس نظریہ پر بحث اس طرح شروع ہوئی کہ شاہی محل سے لے کر بازار تک عام ہوگئیں چونکہ ان کی غلط تعبیرات کی جانے لگی تھیں اس لئے بعض اہل علم صوفیہ نے ان کے پڑھنے پڑھانے پر پابندی لگادی، شیخ آدم بنوری نے اپنے ایک خلیفہ کو فتوحات مکیہ کا درس دینے پر اس لئے مامور کیا تھا کہ دیگر افراد اس سے غلط فہمیاں نہ پھیلائیں [2]۔ شیخ اکبر کے افکار کا سیاق و سباق کے ساتھ علماء کا سمجھنا دشوار ہے تو جب اکبر بادشاہ کے سامنے ان کے محض منسوب رسائل کے اقتباسات پیش جاتے ہوں گے تو بادشاہ کیا نتائج اخذ کرتا ہوگا؟

معاصر بزرگ حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے رسالہ اثبات النبوۃ کے مقدمہ میں اکبر اور ابوالفضل کا نام لئے بغیر اس وقت کے مذہبی احوال کا جو تجزیہ کیا ہے اس کا

---

[1] مکتوبات: ۱/۳۳   [2] محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین

Marfat.com

خلاصہ یہاں بیان کرنا لازم ہے۔

جب میں نے اس زمانہ میں لوگوں کے اعتقاد میں اصل نبوت کے متعلق فتور دیکھا، پھر ایک شخص معین کی نبوت کے ثبوت اور تحقیق میں نبوت کے مشروع کردہ امور میں فتور دیکھا اور لوگوں میں اس کا شائع ہونا متحقق ہو گیا...... ہمارے زمانے کے بعض جابروں نے بہت سے علماء کو مختلف سختیاں اور ایذائیں پہنچائیں...... علمائے اسلام قتل کر دیئے گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس مجلس (اکبر) میں خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کی تصریح ترک کر دی گئی، جس کا یہ اسم شریف رکھا گیا تھا اس کے نام کو بدل کر دوسرا نام رکھا گیا، گائے کا ذبح کرنا ممنون قرار دیا گیا، حالانکہ یہ ہندوستان میں بڑے شعائر اسلام میں سے ہے۔

اسلام کے شعائر اور اس کی علامتیں باطل قرار دی گئیں اور کفار کے رسوم اور ان کے ادیان باطلہ رائج کئے گئے ......اور انہیں ان کی زبان سے فارسی زبان میں منتقل کیا گیا تا کہ اسلام کے سارے آثار مٹ جائیں...... میں نے بعض لوگوں...... (فیضی وابوالفضل) سے مناظرہ کیا جنہوں نے علم فلسفہ پڑھا تھا اور کافروں کی کتابوں سے بہرہ یاب ہو کر فضل وفضیلت کے مدعی ہو گئے تھے اور لوگوں کو گمراہ کیا اور اہل نبوت کے تحقق اور ایک خاص شخص (اکبر) کے لئے اس کے ثبوت میں خود بھی گمراہ ہوئے۔[۱]

اسی طرح آپ نے رسالہ تہلیلیہ لکھ کر نہ صرف اس کا مفہوم واضح کیا بلکہ بتایا کہ کلمہ طیبہ کے بغیر ایمان حاصل نہیں ہوسکتا، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رسالہ تکمیل الایمان اور مدارج النبوۃ تالیف کر کے یہ ثابت کیا کہ ایمان تو صرف عقائد صحیح

[۱] احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: اثبات النبوۃ ص ۵۰۔۵۱ ملخصاً

Marfat.com

کی تکمیل کا نام ہے اور معاشرہ میں مقامِ نبوت اور نبوت و نبی پر کامل یقین کے بغیر مسلمان رہنا ممکن نہیں ہے۔

اکبر پر عیسائیت کے گہرے اثرات تھے۔اس نے متعدد مرتبہ دعوت دے کر ان کو بلایا تھا، انہوں نے اس کے عبادت خانہ میں آ کر مسلمان علماء سے مناظرے کئے تھے، ان میں سے اکثر پادری بہت منہ زور تھے، لاہور کے گورنر نواب قلیچ خان (خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ) نے ان کے خلاف کئی اقدامات کئے جن کے باعث وہ لاہور سے چلے گئے وہ نبوت اور منصب نبوت پر بڑے رکیک حملے کیا کرتے تھے۔

اکبر نے پادری مانسریٹ (Monserrate) کو بتایا تھا کہ وہ مسلمان نہیں ہے، اسے شریعت محمدی کی بھی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ ایک ایسے فرقہ کا متبع ہے جو اسے براہ راست خدا تک پہنچادے گا اور درمیان کسی کا واسطہ نہیں ہے۔ ؎۱

اکبر سنت نبوی اور شریعت کو ''کیش احمدی'' کہا کرتا تھا یعنی اس کی اس سے مراد شریعت کو اللہ کا قانون تسلیم کرنے سے انکار تھا کہ اسے مسلمانوں کے نبی نے خود وضع کیا تھا، ابوالفضل مسعود سالار غازی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

عامہ ہنداز پیرانِ احمدی کیش فراوان اعتقاد کنند ؎۲

اسی طرح خود اکبر نے مسلمانوں کے قانون وراثت کا انکار کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''احمدی کیش'' میں لڑکی کو جو کم حصہ ملتا ہے وہ ناانصافی ہے۔ ؎۳

اکبر کی مخالفت کرنے والے علماء کو ابوالفضل نے کور باطن اور اکبر کی عقل وفہم کو حکمت بالغہ قرار دیا ہے۔ ؎۴

؎۱ Commentary of Father Monserrate, P.173 پادری کی اسی یادداشت میں یہ بھی لکھا ہے کہ اکبر دربار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پر آنے پر مذاق کیا کرتا تھا۔(ایضاً: ۶۴۔۶۵) ؎۲ آئین اکبری:۲/۱۲۵ ؎۳ ایضاً:۳/۲۹۹ ؎۴ مہابھارت:۱۴

Marfat.com

اس نے لکھا ہے کہ "منتسبان دین احمدی" کو ہندوؤں کے علوم کے شرائف اور نفیس مطالب کا علم ہی نہیں تھا اس لئے انہوں نے ان کا انکار کیا ہے۔ ل

دیکھیے یہاں علامی ابوالفضل کے علم کی کیا شان ہے، حقیقت یہ ہے کہ جب اس کے سامنے مسلمانوں کے اکابر فقہا امام قفال، امام باقلانی، امام حلوائی، امام غزالی، امام جصاص اور امام قدوری وغیرہ کے اقوال پیش کئے جاتے تو وہ امام عادل، مجتہد سے بالاتر رتبہ کے مالک اکبر کے سامنے کہا کرتا تھا کہ دیکھو ہمارے مقابلہ میں یہ قفل سازوں، موچیوں، حلوایوں اور جولاہوں کے اقوال بطور حجت پیش کرتا ہے۔ ۲

اس سے پہلے اس نے اکبرآباد (آگرہ) میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں ایک بحث کے دوران امام غزالی کا حوالہ دینے پر کہا تھا۔ "غزالی نے نامعقول بات کی ہے" جس پر حضرت مجدد الف ثانی اس سے بہت ناراض ہوئے تھے"۔ ۳

یہاں غور فرمایئے کہ عقلیات کے دعویدار علامی نے ہندوؤں کے علم کو کیا درجہ دیا اور مسلمانوں کی فقہ کے بارے میں کس رائے کا اظہار کیا؟ ابوالفضل نے ہندوؤں کی کتابوں کو آسمانی کتب قرار دیا ہے؟ ۴

لیکن علامی کی عقل پرستی کو کیا ہوا تھا؟ جب اس نے یہودیوں سے کہا تھا کہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصنیف ہے۔ ۵

حالانکہ یہ سب کو معلوم ہے کہ مہابھارت رطب ویابس اور کفریات کا مجموعہ ہے، جو ابوالفضل کے نزدیک "جواہر زواہر دانش" اور "حکمت الٰہیہ" ہے۔ ۶ مہابھارت پر ابوالفضل کا مفصل مقدمہ دراصل "کفریات وحشویات" کا مجموعہ ہے۔ ۷

ل ایضاً: ۱۶ ۲ منتخب التواریخ: ۲/۲۰۰ ۳ زبدۃ المقامات ۱۳۲ ۴ مہابھارت ۱۶
5-Monserrate, F. Commentary P. 25 ۶ مہابھارت: ۱۶ ۷ منتخب التواریخ ۳/۲۰۴

Marfat.com

ان کے علاوہ بے شمار ایسے احکام جاری کئے گئے جو اسلام کے سراسر منافی تھے، جن میں سے اکثر کی تفصیل اس عہد کے مجاہد مورخ عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں دی ہے،

ان حالات میں جو بھی اکبر یا اس کے عقائد کے خلاف زبان کھولتا اسے موت کی نیند سلا دیا جاتا، ایسے علماء و امراء کے تین گروہ سامنے آئے ایک وہ مجاہدین جنہوں نے اعلانیہ اکبر کے خلاف آواز اٹھائی، دوسرے وہ جو ان حالات میں گوشہ نشین ہو گئے یا ہجرت کر گئے، تیسرے وہ جنہوں نے خاموشی سے حالات کا جائزہ لیا اور بغیر کسی جنگ و جدل کے فکری انقلاب برپا کرنے کی سعی کی، ان حضرات کی مختصری فہرست یہ ہے۔

ا۔ شیخ بدرالدین بن شیخ الاسلام سلیم چشتی، حرمین الشریفین چلے گئے، وہیں انتقال ہوا۔

۲۔ شیخ حسین (نبیرۂ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ مکہ مکرمہ چلے گئے، واپس آئے تو کورنش بجانہ لانے پر اکبر نے بھکر جلاوطن کر دیا۔

۳۔ شیخ عبدالقادر بن مخدوم حامد اوچی، اکبر کی حکم عدولی پر اوچ بھیج دیئے گئے۔

۴۔ مولانا عبدالشکور لاہوری، جب علماء پر ابتلا آئی تو انہیں جونپور بھیج دیا۔

۵۔ حاجی سلطان تھانیسری، گائے ذبح کرنے کی پابندی کی خلاف ورزی کے جرم میں پھانسی دے دی گئی۔ (حضرت مجدد الف ثانی کے خسر تھے)

۶۔ میاں کمال الدین حسین شیرازی، اکبر نے ملازمت کی پیشکش کی لیکن انکار کر دیا۔

۷۔ شیخ حسین موصلی، مخلص سنی تھے، زبردستی اکبر کو سجدہ کروایا گیا تو دل برداشتہ ہو کر واپس وطن چلے گئے، جاتے ہوئے پیغام دیا کہ میں نے منافقوں سے چھٹکارہ حاصل کر لیا ہے۔

Marfat.com

۸۔ حاجی ابراہیم محدث اکبر آبادی، شاہی مراسم کی بجا آوری سے انکار کرتے ہوئے، کہا کرتے تھے کہ جب تک دل میں خلفائے راشدین کی محبت نہ ہو نماز و روزہ بے فائدہ ہے۔

۹۔ قاضی طواسی، اکبر کے ایک فیصلہ کے خلاف فتویٰ دینے پر معزول کر دیئے گئے۔

۱۰۔ خواجہ عبدالشہید بن خواجکا بن حضرت خواجہ احرار۔ سمرقند واپس جاتے ہوئے اکبر سے ملنے گئے اور مرزا شرف الدین حسین کی رہائی کیلئے درخواست کی۔ جسے اکبر نے تسلیم نہ کیا تو انہوں نے کہا کہ خدا تمہارا ایمان سلب کرلے۔

۱۱۔ خواجہ مرزا شرف الدین بن خواجہ معین الدین احمد بن خواجہ خاوند محمود بن خواجکا بن حضرت خواجہ احرار [1]

اکبر کے بڑے منصب داروں میں سے تھے، بغاوت کے جرم میں گرفتار ہوئے، پھر رہائی ملی۔ [2]

۱۲۔ شیخ ابوالفتح تھانیسری (طبقات شاہ جہانی طبقہ ثامن)

۱۳۔ شیخ جمال الدین دہلوی (جد اعلیٰ مولانا ابوالکلام آزاد) اکبر کا محضر نامہ جب دستخط کیلئے دہلی لایا گیا تو انہوں نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا پھر حجاز مقدس کی طرف ہجرت کر گئے۔ [3]

تعجب ہے کہ مولانا آزاد نے اس کے چند صفحات کے بعد یہ کیسے لکھ دیا کہ اکبر کا محضر نامہ مسلمانوں کے اجتہاد کا نتیجہ تھا اور جب بھی مسلمانوں نے اجتہاد کے دروازے

---

[1] احوال و سخنان خواجہ احرار ۴۷ [2] ذخیرۃ الخواہین ۱/۹۷ حضرت مجدد الف ثانی کے ایک مکتوب الیہ شیخ شرف الدین حسین بدخشی بھی تھے (مکتوبات ۱/۱۴۰، فہارس تحلیلی) معلوم نہیں کہ ان سے مراد کیا یہی اکبر کے منصب دار تھے؟ بعض شواہد سے تو یہی معلوم ہوتے ہیں۔

[3] تذکرہ ابوالکلام آزاد ۳۳۔۳۵

Marfat.com

بند کئے ان پر مصائب ٹوٹ پڑے۔ [۱]

اگر وہ محضر نامہ اور اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والا دین الٰہی مسلمانوں کے اجتہاد کا نتیجہ ہوتا تو مولانا آزاد کے جد اعلیٰ اس پر دستخط کرنے سے انکار کیوں کرتے اور اس کی رُو سے اکبر کو مجتہد سے بلند درجہ کیوں کر دیا جاتا؟

۱۴۔ خواجہ محمد یحییٰ بن خواجہ ابوالفیض بن خواجکا بن حضرت خواجہ احرار، ہفت قلمی خطاط اور طبیب تھے، جب اکبر کا دین الٰہی (طرح وطرز جدید) رائج ہوا تو سب کچھ ترک کر کے حجاز مقدس کی راہ لی، واپس آئے اور آگرہ میں آکر عبادت وریاضت میں باقی عمر گزار دی۔ [۲]

۱۵۔ شیخ قیام الدین چشتی جونپوری شیخ ادھن چشتی جونپوری کے نبیرے تھے۔ [۳]

۱۶۔ شیخ عبدالحی چشتی جونپوری کو اجمیر بھیج کر وظیفہ مقرر کر دیا۔ [۴]

۱۷۔ قاضی جلال الدین ملتانی (ف۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء) نے پہلے محضر نامہ پر دستخط کئے [۵] پھر انہیں آگرہ سے طلب کیا، مدد معاش میں بھی تغیر ہوا [۶] آخر جب علماء وقضاۃ کے تبادلے ہوئے انہیں دکن بھیج دیا گیا ان کا وہیں انتقال ہوا۔ [۷]

۱۸۔ سید محمد میر عدل، حاجی ابراہیم سرہندی نے مردوں کیلئے سرخ لباس پہننے کی حلت کا فتویٰ دیا تو سید میر عدل نے مجلس شاہی میں اسے بدبخت اور ملعون کہا، جس پر انہیں بھکر بھیج دیا گیا ان کا وہیں انتقال ہو گیا۔ [۸]

۱۹۔ ملا محمد یزدی، شیعہ تھے، اسی لئے انہیں جونپور کا قاضی القضاۃ متعین کیا گیا تھا۔ [۹]
لیکن اکبر بادشاہ کے خطبہ جمعہ اور محضر نامہ سے متاثر ہو کر ملا محمد یزدی نے اس

---

[۱] ایضاً ۲۱۱ [۲] منتخب التواریخ ۳/ ۶۸ [۳] تذکرہ مشائخ شیراز ہند جونپور: ۳۰۰
[۴] منتخب التواریخ [۵] منتخب التواریخ: ۲/ ۱۸۷ [۶] ایضاً: ۲/ ۱۴۴ [۷] ایضاً ۳/ ۵۳
گلزار ابرار: ۴۱۰ (اردو ترجمہ) [۸] منتخب ۲/ ۱۴۵ [۹] ایضاً ۲/ ۱۹۲

Marfat.com

کے خلاف ''بغی وخروج'' کا فتویٰ دیا تو انہیں وہاں سے طلب [1] کر کے دریائے جون میں غرق کر دیا گیا۔ (۹۸۸/۱۵۸۰ء) [2]

۲۰۔ قطب الدین محمد خان

۲۱۔ شہباز خان

۲۲۔ میر محمد معصوم کابلی ۲۳۔ محمد معصوم فرنخودی

۲۴۔ میر معز الملک، شاہ بداغ خان، عبدالمطلب خان، قیا خان، سعید خان [3]

۲۵۔ قاضی یعقوب کو بنگال سے طلب کر کے مروا دیا۔ ان کے علاوہ وہ علماء (ملایان) جن سے اخلاص کی بو آتی تھی صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا، لاہور کے بعض اکابر علماء جن میں قاضی صدر الدین لاہوری کو بڑوچ (گجرات) ملا عبدالشکور کو جونپور، ملا محمد معصوم کو بہار اور شیخ منور لاہوری کو مالوہ جلاوطن کر دیا گیا۔ [4]

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے جد اعلیٰ بھی جو پہلے اکبر سے تعلق خاطر رکھتے تھے جب اکبر ''الحاد و زندقہ'' میں گرفتار ہوا تو وہ اس سے الگ ہو گئے۔ [5]

اکبر کا رضائی بھائی مرزا عزیز کوکہ اکبر کے مذہبی نظریات اور اس کی بے دینی پر اسے اکثر تنقید کا نشانہ بناتا رہتا تھا لیکن اکبر اسے کچھ نہیں کہتا تھا، اس نے داڑھی بڑھا لی تو اکبر کہا کرتا تھا تیری داڑھی میرے پاس آنے میں رکاوٹ بن رہی ہے، اسے گجرات کا گورنر بنایا گیا تھا لیکن دربار کے مذہبی ماحول سے دلبرداشتہ ہو کر وہ استعفیٰ دے کر بلا اجازت ہی حجاز مقدس چلا گیا اور وہاں سے اس نے اکبر کو ایک ایسا خط لکھا جس میں اس کے مذہبی رجحانات و تجربات پر برا بھلا کہا، یہ خط شائع ہو چکا ہے۔ [6]

---

[1] ایضاً: ۲۰۱ [2] تاریخ محمدی ۲/۴/۴۲۰ [3] منتخب ۲/۵۵ ان کے علاوہ نیابت خان اور عرب بہادر ہاتھوں میں تلواریں لے کر نکلے۔ [4] ایضاً: ۲/۲۷۷

[5] انفاس العارفین: ۱۵۴ [6] مکتوب مشمولہ مجمع الافکار مرتبہ اقتدار حسین صدیقی ۲۶-۲۸

Marfat.com

اکبر نے اسے واپس ہندوستان بلانے کے لئے کئی فرامین بھیجے۔ [1]
لیکن وہ نہ آیا، آخر بدقسمتی سے واپس چلا آیا، اکبر کے ہاتھ پر بیعت کر کے دین الٰہی میں داخل ہو گیا۔ [2]

جو ہماری ملی بدقسمتی سے کم نہیں تھا، یوں تو اکبری عہد کے مجاہد مورخ عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں بہت سے مقامات پر اکبری الحاد اور دربار کی فکری فضا پر عمدہ طریقہ سے روشنی ڈالی ہے۔

ایک مقام پر علماء کا کردار اور اعتقادی منظر دیکھئے کہ ملا قاضی محمد یزدی اپنے مستقر سے دربار شاہی میں باریاب ہوا اور بہت جلد اتنا تقرب حاصل کر لیا وہ بادشاہ کے حضور صحابہ کرام پر طعن اس طریقہ سے کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ اسے شیعیت کی طرف راغب کر لے لیکن حکیم ابوالفتح گیلانی اور اس کے بھائیوں نے آکر دربار میں ایسا، فکری تسلط جمایا کہ بادشاہ وحی، نبوت، معجزہ، کرامت اور شریعت کا مکمل طور پر منکر ہو گیا، ذرا مورخ کے عمدہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

> حکیم ابوالفتح گیلانی (حکیم ہمام) نام او مانند و نورالدین قراری تخلص ہرسہ برادر از گیلان بہ ملازمت پیوستند ...... بہ زورندیمی تصرفی در مزاج نمودہ خوشامد ہای صریح گفتہ مماشات درواد‌ئ دین و مذہب کردہ ...... بعد از چندگاہ ملا محمد یزدی ...... از ولایت آمدہ بہ ایشاں ملحق شدہ مطاعن بے حد درشانِ صحابہ رضی اللہ عنہ عنہم پیدا کردہ و نقل ہای غریب گفتہ پادشاہ را خواست کہ بہ جانب تشیع کشد، ناگاہ بیر برحرام زادہ و شیخ ابوالفضل و حکیم ابوالفتح گیلانی قدم بالاتر نہادہ از دین منحرف ساختند و انکار مطلق وحی و نبوت و اعجاز و کرامت و شرائع نمودہ کار را از پیش بردند [3]

---

[1] رقعات ابوالفضل: ۱/ ۳۸۔۳۹ [2] بدایونی، منتخب: ۲/ ۲۷۱، بلوخان: ۱/ ۲۱۹ [3] ایضاً/ ۱۴۵

Marfat.com

ایک دلچسپ حقیقت کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے کہ اسی حکیم ہمام نے ایک خط ابوالفتح گیلانی کو لکھ کر اعتراف کیا کہ وہ شاہی حمایت حاصل کرنے کے لئے دربار اکبری میں کیوں منافقانہ طور پر (دین الٰہی) کی مشق کیا کرتے تھے اور اس سے الگ کیوں نہ ہوئے یہ ہمارا ایک گناہ تھا جس کی ہمیں موت کے بعد سزا ملے گی اور اعتراف کیا کہ میرا بھائی نورالدین محمد مرحوم اس معاملہ میں حق پر تھا ہم نے جو کچھ کیا وہ ایک گناہ تھا۔[1]

ان اقدامات سے ہندوستان کے مسلم معاشرہ اور اکبر کے مابین ایک ایسی خلیج حائل ہوگئی تھی جسے کبھی پر نہیں کیا جاسکتا تھا، اس موقع پر درباری شاعر ملا شیری نے صحیح ترجمانی کرتے ہوئے ایک قصیدہ کہا تھا، جس کے دو شعر ملاحظہ کریں کہ اگر کسی کے ذہن میں یہ بات ہو کہ اب دنیا کے دل میں حب رسول موجود ہے تو یہ اس کی خام خیالی ہوگی۔

شورش مغز است اگر در خاطر آرد جاہلی
کز خلائق مہر پیغمبر جدا خواہد شدن
پادشاہ امسال دعوئ نبوت کردہ است
گر خدا خواہد پس از سالی خدا خواہد شدن [2]

تو یہ تھا اس وقت کی فضا کا مختصر سا خاکہ جس میں ہمارے نقشبندی بزرگوں نے خوب تدبر، گہرائی اور گیرائی سے کام لے کر ایک ایسی پرامن تحریک چلائی جس سے ملک میں ایک فکری انقلاب برپا ہوا تو اکبر کا دین ترقی نہ کرسکا، راسخ العقیدہ علماء نے اکبر کے آخری ایام حیات میں اس کے جانشین نورالدین جہانگیر سے مل کر اسلام کی

---

[1] رقعات حکیم ابوالفتح گیلانی ۱۳۳۔۱۳۴ [2] منتخب ۲/۲۱۵

Marfat.com

حمایت حاصل کر لی[1] جو دینی اعتبار سے ایک راسخ مسلمان تو نہیں تھا البتہ اس نے اکبر کے عقائد کو بڑھاوا نہ دیا لیکن اس کا جانشین تو ایک پکا مسلمان حکمران (شاہجہاں) تھا، جس کا فرزند اورنگ زیب عالمگیر نہ صرف سچا مسلمان بلکہ اسلام کی بالا دستی کیلئے ہمارے مشائخ کی تحریک احیاء دین کا ایک ستون تھا جس نے شریعت کی عملی حیثیت کے استحکام کیلئے اسلامی قانون کی ایک بے مثال کتاب فتاویٰ عالمگیر مرتب کروائی۔

اب ان اشارات کو ذرا تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے۔

اکبر کے آخری سنین حکومت میں ۱۰۰۷۔۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۸۔۱۵۹۹ء کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سمرقند سے خلافت یاب ہوکر ہندوستان آئے اور مرکزی شہر دہلی میں قیام فرمایا اس وقت اکبر کا حوزہ ملحدین بڑا فعال تھا، ہندوستان کے سب سے بڑے عالم حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ان روح فرسا حالات میں حجاز مقدس جاکر مقیم ہوگئے تھے، آپ کے استاد و مرشد ایک ہندوستانی عالم شیخ عبدالوہاب متقی تھے جو ہندوستان کے مذہبی ماحول کی تبدیلیوں اور یہاں کے علماء کے کردار سے بخوبی واقف تھے اور انہیں احساس تھا کہ وہاں کی مسلم معاشرت کو کیسے اور کس طرح گمراہی کی اس دلدل سے نکالا جاسکتا ہے، درس کے دوران ہی انہوں نے حضرت عبدالحق کو یہ کہہ کر اٹھادیا

---

[1] اس عہد کے اکابر منصب دار مرزا عزیز کوکہ اور مرزا راجہ مان سنگھ تو شہزادہ خسرو بن جہانگیر کی جانشینی کے حامی تھے لیکن نواب مرتضیٰ فرید بخاری جہانگیر کی تخت چاہتا تھا جہانگیر نے اسی کے محل میں پناہ لے رکھی تھی شاہی محل کے عقبی دروازہ سے جہانگیر کو اندر لے گیا پھر اکبر کے اشارہ پر تاج اس کے سر پر رکھا گیا، جہانگیر نے نواب فرید کو یقین دلایا تھا کہ وہ اسلامی شریعت کا دفاع کرے گا۔

1. Du. Jarric" Akbar and the Jesutis. P.204

2. Guerreiro, F.F: Jahangir and the Jesuits, P.3

Marfat.com

دہلی واپس جاؤ کہ دہلی تمہاری جدائی میں نالاں ہے۔[1]

حرمین الشریفین سے رخصت ہوتے ہوئے شیخ عبدالوہاب متقی نے ان سے فرمایا تھا کہ تم جہاں بھی رہو گے حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی روحانیت تمہارے ساتھ ہوگی[2]، بالکل یہی معاملہ یہاں پیش آیا۔

آپ ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲ء کو ہندوستان پہنچے، آپ نے ایک جامع پروگرام مرتب فرما کر درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا آغاز کیا تاکہ اس پریشانی میں عوام کی مذہبی رہنمائی کی جا سکے، آپ اس کارِ خیر میں ہمہ تن مصروف تھے کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے عالم رویا میں آپ پر نزول فرما کر حکم دیا کہ حضرت باقی باللہ کی خدمت میں جا کر اخذ فیض کریں شیخ محدث کے ایک شاگرد اس کے راوی ہیں کہ جب حضرت خواجہ دہلی آئے تو ''مستعدان وخدا پرستان عالی فطرت'' (علمائے حق) آپ کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے، لکھتے ہیں

> چوں در ہزار وہشت حضرت قطب العارفین خواجہ محمد باقی اویسی نقشبندی قدس سرہ بدار المعارف دہلی تشریف فرمود ومستعدان وخدا پرستان عالی فطرت گرد آں مرکز دائرہ قطبیت جمع آمدند، حضرت مخدوم (شیخ عبدالحق) را فروان محبت واخلاص بحضرت خواجہ پیدا شد، بعد از اشارت از حضرت غوث الثقلین شاہ محی الدین جیلانی قدس سرہ اخذ طریقہ نمود بطریقہ نقشبندیہ مشغول شد وبعد از چند گاہ اجازۂ ارشاد الطریقہ نقشبندیہ از آنحضرت یافت۔[3]

ان دنوں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اپنے والد گرامی مخدوم عبدالاحد

---

[1] نظامی، خلیق احمد: حیات شیخ عبدالحق ص:۴۰ [2] ایضاً ۱۲۳

[3] کلمات الصادقین ۱۴۹، طبقات شاہ جہانی ۱۰/۴

Marfat.com

کے وصال (۱۰۰۷ھ) کے بعد حج کیلئے روانہ ہوئے تو راستہ میں دہلی میں قیام کے دوران آپ کی ملاقات مولانا حسن کشمیری سے ہوئی، جنہوں نے آپ کو حضرت خواجہ باقی باللہ سے ملنے کا مشورہ دیا چنانچہ آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بس اللہ پاک کی ساری عنایتیں یہیں مل گئیں، آپ نے فیض یاب ہونے کے بعد احیاء دین کی اس تحریک میں ایسا کردار اَدا کیا کہ بجا طور پر مجدد الف ثانی کے لقب سے ملقب ہوئے۔

جب اکبر نے سلطان عادل ہونے کی حیثیت سے خود کو مجتہد مطلق سے افضل منوالیا تو فاسد اصحاب کے عقائد روز بروز اس کے دین کا حصہ بننے لگے، اسلام کو محض اختلافات اور رَطب و یابس کا مجموعہ قرار دے کر ردّ کر دیا گیا، نماز، روزہ اور نبوت کا کوئی مقام و اہمیت نہ رہی تو قرآن مجید کی عملی حیثیت ہی ختم کر دی گئی اس کی بجائے مہابھارت رزم نامہ کے نام سے مصور کروا کر دربار میں رکھی گئی اور امراء کو اس پر ہاتھ رکھ کر برکت حاصل کرنے کا حکم دیا گیا۔[۱]

ان حالات میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے رسالہ اثبات النبوۃ، رسالہ تہلیلیہ، رسالہ رد روافض لکھ کر عوام کو بتایا کہ مسلم معاشرہ میں نبی اور نبوت کا کیا مقام ہوتا ہے اور بعثت کے بغیر صرف عقل کے سہارے مسلم معاشرہ عملی طور پر کامیاب نہیں ہوسکتا۔

اکبر نے ان سب کو تقلیدات کا نام دے کر انہیں غیر معقول قرار دے دیا۔[۲]

اکبر مسلمانوں کو ''گرفتار زندان تقلید'' گم گشتگان بیابان ضلالت'' اور ''سادہ لوحان تقلید پرست'' [۳] کہا کرتا تھا۔

اکبر اور اس کے ساتھی علماء نے اجتہاد کا لبادہ اوڑھ لیا، تقلید کی مخالفت اس

---

[۱] تفصیل متعلقہ مقامات پر حوالوں کے ساتھ دی جا چکی ہے۔

[۲] منتخب التواریخ ۲/۱۴۵ [۳] اقتباسات متعلقہ مقامات پر دیئے جا چکے ہیں۔

Marfat.com

طریقہ اوراس منصوبہ سے کی گئی کہ شریعت کی عملی حیثیت ختم ہوگئی۔

ان حالات میں حضرت مجدد الف ثانی نے ایک کلیہ مرتب کیا کہ مسلمانوں کو اگر کہیں عافیت مل سکتی ہے تو وہ صرف ''تقلید'' ہے، آپ نے اپنے مکاتیب میں اس کے پرزور دلائل دیئے ہیں، ایک مکتوب میں نواب مرتضیٰ فرید بخاری کو لکھتے ہیں۔

عقائد کو ائمہ اہل سنت کی آراء کے مطابق درست کرلو اس معاملہ میں اگر عقائد ان حضرات کے مطابق نہ ہوں تو قابل اعتبار نہیں ہیں، ہر بدعتی اور گمراہ (غیر مقلد) اپنے خیالات کی بنیاد براہِ راست قرآن وحدیث پر رکھتا ہے اوراس سے اخذ کرتا ہے ان کے اخذ کردہ نتائج پر ہرگز اعتبار نہ کریں۔[1]

اکبر کے عہد کا ایک اور بڑا مسئلہ ''صلح کل'' کا تھا۔ اکبر کے نظریات پر معاصر تحریکوں بھگتی، سکھ مت اور شعراء کے کلام نے گہرے اثرات مرتب کئے وہ وسیع تر سیاسی مفاد میں صلح کل کی ایسی پالیسی وضع کرنے میں لگ گیا۔ جو سب کیلئے قابل قبول ہو، یہ معاملہ تو انتظامی نقطہ نظر سے درست تھا لیکن اس نے اس میں مذہب اسلام کے عقائد کو بھی چھونے کی کوشش کی جس کے منفی اثرات مرتب ہوئے۔

پہلے تو اس نے ہندوؤں کا زیارت ٹیکس معاف کیا جو اگست ۱۵۶۲ء کا واقعہ ہے اس کے بعد ہندوؤں کا دل جیتنے کے لئے اس نے ۱۵۶۴ء کو ان پر لگائے گئے جزیہ کو بھی یہ کہتے ہوئے معاف کردیا کہ ہندو اس حکومت کے مدارج کو ترقی دینے میں یک جہت ہوکر خدمت انجام دے رہے ہیں، ان سے جزیہ لینا محض ایک تقلید پرستی (اساس آں محض تقلید است) تھا، ان سے جزیہ کی وصول یابی ''بصلاح موہوم برفساد مجزوم اقدام نماید''۔[2]

ایک ہندو عورت اکبر کے نظریہ صلح کل، تلسی (۱۵۳۲۔۱۶۲۳ء) کے تصور مریادا

---

[1] مکتوبات ۱/۱۹۳۔۱۵۷ [2] ابوالفضل: اکبرنامہ ۲۲/۲۰۳۔۲۰۴

Marfat.com

اور دادو (۱۵۴۴ـ۱۶۰۳ء) کے خیال نیاخ کو اس ہندو خاتون ساوتری چندرا شوبھا نے نظریاتی اعتبار سے ایک ثابت کرنے کیلئے بہت کوشش کی ہے گویا اکبر کا صلح کل کا تصور عملی شکل اس وقت اختیار کرتا ہے جب وہ ان دو ہندو مصلحین سے مل کر ان سے متاثر ہوتا ہے اور ان کے خیالات کو اپنی پالیسی کا جز بناتا ہے۔ [1]

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ اکبر نے صوفیہ خام کی صحبت میں شیخ اکبر ابن عربی کے تصور وحدت الوجود کی ایسی بے معنی تعبیرات کیں کہ اسے وحدت الوجود سے وحدت الادیان تک ذہنی سفر میں زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی، اسلام اور ہندومت کو ملانے کا نظریاتی کارنامہ تو بے دین ایرانی شعراء اور نقطویوں نے انجام دے ہی دیا تھا کیا کسی ہندو پنڈت نے بھی اس ملاپ کو تسلیم کیا تھا؟ اسے تو صرف بیربر جیسا مسخرہ ہی مصلحت اور وقت کے تقاضے سے اکبر کو خوش کرنے کیلئے اپنا سکتا تھا، مذہب کے راسخ کسی ہندو نے اسے نظریاتی اعتبار سے کبھی قبول نہیں کیا اور نہ ہی کسی درجہ اوّل کے صحیح العقیدہ مسلمان عالم نے اس کی حمایت کی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اس کا نوٹس لیا اور اس مذموم کاروائی کے خلاف آپ نے ذمہ دار افراد و امراء کے نام ہندوؤں کے خلاف ایسے خطوط لکھے جن سے یہ ثابت ہو گیا کہ اسلام معاشرتی اور دینی اعتبار سے ایک ایسا مذہب ہے جس کے کلچر کو کسی دوسرے مذہب سے ملانا ممکن نہیں ہے۔

اس کے باوجود وہ اکبر جو محضر نامہ کی رُو سے اعدل، اعقل اور مجتہد سے بلند مرتبہ کا مالک تھا نے صلح کل کی خاطر کئی ایسے اقدام کئے جو صریحاً اسلام کے خلاف تھے، یعنی

1- Shobha, Savitri Chandra: Akbar's concept of sulh-i-kul, Tulsi's concept of Maryada and Dabu's concept of Nipath, A comparative, study (Akber and his age PP.23-29)

Marfat.com

۱۔ وہ ہندوؤں کے بنیادی عقیدہ تناسخ کا قائل تھا۔ [۱]

اس کی نگرانی میں مرتب ہونے والی تاریخ الفی میں تناسخ کے اثبات میں پرزور دلیل دیئے گئے ہیں جو شیخ شہاب الدین مقتول کی کتابوں اوران کی شروح سے ماخوذ ہیں۔ [۲]

۲۔ اکبر نے اپنے دور حکومت میں ایسے سکے مضروب کروائے تھے جن پر رام اور سیتا کی مورتیاں بنی ہوئی تھیں، ایسے سکے برٹش میوزیم، لندن میں محفوظ ہیں۔ [۳]

۳۔ ہندوؤں کو خوش کرنے کیلئے اس نے سورج کی پرستش کو حکومت کا مذہب قرار دیا تھا۔ [۴]

۴۔ اکبر کے ہندو مصاحبوں نے اسے یہ باور کروایا تھا کہ وہ رام اور کرشن کا اوتار ہے۔ [۵]

۵۔ اکبر برہمنوں کی طرح ماتھے پر تلک لگاتا اور رکھشا بندھن کے تہوار کے موقع پر راکھی باندھتا تھا۔ [۶]

۶۔ وہ ہندوؤں کی طرح بھدرہ بھی کرواتا تھا۔ [۷]

۷۔ ابوالفضل نے ۵۵ ہندو امراء (منصب دار) کی فہرست دی ہے۔ [۸]

۸۔ اکبر نے گائے ذبحہ کرنے پر پابندی لگادی تھی۔ [۹]

ان کے علاوہ بھی اس نے بہت سے خلاف اسلام احکام نافذ کئے تھے اکبر نے ہندومت کے احیاء اوراس کے ساتھ مذہبی ہم آہنگی کیلئے جس غلو سے کام لیا تھا، حضرت

---

[۱] ابوالفضل: آئین اکبری ۳/۳۰۳ [۲] تاریخ الفی ۱/۳۷۶۔۳۸۶

3-Lain Pool: Cat. of the coins of Mughal Emperors. P:34

[۴] تفصیل بیان کی جاچکی ہے [۵] منتخب التواریخ: ۲/۳۲۶ [۶] ایضاً: ۲/۲۶۱

[۷] ابوالفضل: اکبرنامہ ۳/۶۳۱ [۸] آئین اکبری ۱/۱۶۵۔۱۶۶

[۹] تفصیل بیان کی جاچکی ہے۔

Marfat.com

مجدد الف ثانی نے اس کے مقابل جس لب ولہجہ اور انداز بیان میں ان سے نفرت کا اظہار کیا اور اس کے ذمہ دار بادشاہ اور امراء کو ان کے ساتھ جس قسم کا سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی یہ اس عہد کا تقاضا تھا کہ کفر کے خلاف اس جرأت ایمانی سے قلمی وعملی جہاد کیا جاتا، اس سلسلہ میں آپ نے اس عہد کی سب سے موثر شخصیت نواب مرتضیٰ فرید بخاری کو بہت پرزور خطوط لکھ کر اس کے مضمرات سے آگاہ فرمایا، ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

> جس نے کفار کو عزت دی اس نے اسلام کو ذلیل کیا نہ انہیں اپنی مجالس میں جگہ دی جائے، ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا بھی درست نہیں، ہندوؤں کو کتوں کی طرح دور رکھنا چاہیے

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:

> ان کے ساتھ دوستی کا کم از کم نقصان یہ ہے کہ احکام شرعی کے اجراء کی قدرت اور کفر کے نشانات مٹانے کی قوت مغلوب اور کمزور ہو جاتی ہے ......اہل کفر سے جزیہ کا موقوف ہونا ان علاقوں کے سلاطین وحکمرانوں کے ساتھ دوستی کی شومی کے باعث ہے۔ [1]

ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا ہے:

> اگر ہندوؤں کی طرف رجوع کرنا پڑ ہی جائے تو قضائے حاجت انسانی کی طرح ناپسندیدگی اور مجبوری کی صورت میں ان سے ملا جائے۔ [2]

ہمیں تعجب کہ پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم جیسے شہرۂ آفاق اور ثقہ مورخ نے یہ کیسے لکھ دیا کہ اگر حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کا تاریخ تحریر کے اعتبار سے مطالعہ کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جوں جوں مغل دربار کی مذہبی حالت میں تبدیلی آئی

[1] مکتوبات: ۱/۱۶۳ [2] ایضاً: ۱/۱۶۵

Marfat.com

آپ کے ہندومت کے خلاف رویہ میں بھی واضح نرمی آنے لگی[1]......انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی شہادت پیش نہیں کی بلکہ یہ حقیقت ہے کہ آپ کے غیر مسلموں کے متعلق رویہ میں کبھی کسی قسم کی ایسی تبدیلی نہیں آئی جو غیر اسلامی ہوتی، اس سلسلہ میں آپ کے وہ مکاتیب دیکھیے جو آپ نے اپنے آخری ایام حیات میں جہانگیر کے لشکر سے اپنے صاحبزادگان کو لکھے جن میں جہانگیر کے سامنے آپ نے شدت سے تناسخ کا رد کیا ہے۔

ہاں مسلم حکومت میں غیر مسلموں کو حکومت اسلامی شرعی نقطہ نظر سے جو رعایتیں دیتی ہیں آپ نے ان کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے:

زبونی اہل اسلام باوجود کمال غربت در قرون سابقہ ازیں نہ گزشتہ بود کہ مسلمانان بر دین خود باشند و کفار بر کیش خود۔ [2]

جس کا مفہوم بہت واضح ہے کہ قرون سابقہ (اولیٰ) یعنی عہد حضرت رسالت و خلفاء راشدین میں اہل اسلام کی انتہائی غربت کے باوجود ان پر اس قسم کی زبوں حالی جو قرن ماضی (عہد اکبری) میں نہیں ہوئی تھی کیوں کہ مسلمان اپنے دین پر تھے اور کفار (عرب) اپنے کیش پر تھے۔

افسوس کہ اس مکتوب کے سیاق و سباق کو نظر انداز کرتے ہوئے پروفیسر نظامی صاحب نے اس کا یہ نتیجہ کیسے اخذ کر لیا کہ:

مسلمانان بر دین خود باشند و کفار بر کیش خود [3]

حضرت مجدد الف ثانی نے یہ مکتوب اکبر بادشاہ کی وفات پر نواب مرتضیٰ فرید بخاری کو لکھا ہے جس میں واضح الفاظ میں سلطنت میں بادشاہ کی حقیقت انسانی جسم میں دل کی مانند بتاتے ہوئے لکھا ہے:

---

[1] Akbar and Religion, P.266

[2] مکتوبات ۱/۴۷/۱۲۳

[3] نظامی: ایضاً ۲۶۵

Marfat.com

کہ درقرنِ ماضی (عہد اکبر) برسر اہل اسلام چہا گزشتہ است زبونی اہل اسلام باوجود کمال غربت درقرون سابقہ (قرون اولیٰ) ازین نہ گزشتہ بود کہ مسلمانان بردین خود باشند وکفار برکیش خود کریمہ لكم دينكم ولي دين بیان این معنی است درقرن ماضی کفار برملا بطریق استیلا اجراء احکام کفر در دارِ اسلام می کردند ومسلمانان از اظہار احکام اسلام عاجز بودند واگرمی کردند بقتل میرسیدند[1]

یہ مکتوب اکبری عہد اور اس کی وفات کے وقت ملکی فضا پر ایک جامع تبصرہ ہے اس نوعیت کا ایک مکتوب اسی موقع پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی لکھا تھا۔[2] حضرت محدث کا یہ مکتوب نواب مرتضیٰ فرید بخاری کے نام ہے۔

ان کے علاو وفیسر نظامی صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی سے متعلق چند اور ایسے نکات بھی بیان کیے ہیں جو محض مفروضے ہیں، لکھتے ہیں:

۱۔ جب آپ کے ہندوؤں کے خلاف رویہ میں واضح تبدیلی آگئی تو آپ نے ہندوستان کے بعض شہروں میں انبیاء کی آمد بھی تسلیم کرلی۔[3]

۲۔ اب اپنے وطن سے محبت کا خیال بھی آپ کو آنے لگا۔

۳۔ الفی کے تصور کو آپ نے اس وقت قبول کیا جب خود مصلح کی حیثیت سے الف ثانی کے مجدد کا خیال کر رہے تھے۔

۴۔ حضرت مجدد الف ثانی روحانی مدارج کے سلسلہ میں جب حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی کا ذکر کرتے ہیں تو نقطویوں کے مباحث و بیانات کی طرف توجہ مبذول

---

۱ مکتوبات ۱/۴۷/۱۲۳-۱۲۴ ۲ اخبار الاخیار، حاشیہ ۱۷/۱۳۹-۱۴۹ یہ مکتوب پروفیسر نظامی نے مکمل نقل کرنے سے پہلے لکھا ہے کہ حضرت محدث نے فرمایا تھا کہ یہ مکتوب جہانگیر بادشاہ کو بھیج دیں (حیات شیخ عبدالحق ۲۷۸-۳۵۸) ۳۔ نظامی: اکبر اینڈ ریلیجن: ۲۶۷

Marfat.com

ہو جاتی ہے۔ ۱

ہمیں اس قسم کے بیانات کی نظامی صاحب جیسے دیندار مورخ سے توقع نہیں تھی ہمیں اس امر کی بھی سمجھ نہیں آ سکی کہ ہندوؤں کے بارے میں آپ کے رویہ میں نرمی یا تبدیلی کا ہندوستان میں بعثت انبیاء سے کیا تعلق ہے؟ کیا نظامی صاحب، خدانخواستہ مہابھارت میں جن کرداروں کا ذکر ہے انہیں علامی ابوالفضل کی طرح انبیاء سمجھتے ہیں۔

ایسا اس لئے ممکن نہیں ہے کہ خود نظامی صاحب یہ لکھ چکے ہیں جب کسی نے آپ سے یہ سوال کیا کہ رام اور رحیم میں کیا فرق ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ رام اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور رحیم اللہ تعالیٰ ہے۔ ۲

یہاں آپ نے کسی مصلحت سے کام نہیں لیا بلکہ آپ کے مکتوب الیہ ہردے رام کو واضح الفاظ میں لکھا کہ ''رام اور کرشن از کمینۂ مخلوقات۔''

۲۔ نظامی صاحب کا دوسرا نکتہ تو واقعی عجائبات میں سے ہے کہ جب ہندوؤں کے بارے میں آپ کا رویہ نرم ہوا تو ہندوستان میں آپ نے بعثت انبیاء کو تسلیم کرلیا، پھر آپ میں اپنے وطن کی محبت بھی پیدا ہوگئی کیا اس سے پہلے آپ ہندوؤں کی مخالفت کی طرح اپنے وطن عزیز ہندوستان کے بھی مخالف تھے؟ یقیناً اس سے مراد نظامی صاحب کی ہندوؤں کی مخالفت وطن کی مخالفت کے مترادف تھی۔

تعجب ہے کہ پروفیسر نظامی صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی کے جس مکتوب کا حب الوطنی کے سلسلہ میں حوالہ دیا ہے اس کا وہ مفہوم ہی نہیں ہے بلکہ وہاں تو لکھا ہے:

روز جمعہ بطواف حضرت دہلی مشرف گشت و محمد صادق (فرزند بزرگ حضرت مجدد) نیز ہمراہ است، چندروز اگر ارادۂ خداوندی موافق است

۱ ایضاً:۲۶۷ ۲ ایضاً:۲۶۶

Marfat.com

ایں جا (دہلی) بسر بردہ بسرعت متوجہ وطن اصلی (سرہند) خواہد شد، ''حب الوطن من الایمان'' خبر صحیح است [۱]

یہاں یہ کہنے کی جرأت نہیں کرتے کہ نظامی صاحب مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی عبارت سمجھنے کی قابلیت نہیں تھے بلکہ اس سے ان کی یہ ذہنیت سامنے آجاتی ہے کہ ان کی حضرت مجدد الف ثانی کی ہندوؤں کی مخالفت دراصل اپنے وطن ہندوستان کی مخالفت تھی۔

نظامی صاحب نے معلوم نہیں کس بنیاد پر یہ بات لکھ دی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے اکبر کے عہد کے نظریہ الفی کو اس وقت تک تسلیم نہ کیا جب تک آپ پر یہ منکشف نہ ہوا کہ آپ خود الف ثانی کے مجدد ہیں۔

ذرا غور فرمایئے کہ اکبر کے عہد میں نقطویوں کے جن خلاف اسلام عقائد سے ہم بحث کر آئے ہیں وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اسلام کی عمر ختم ہو چکی ہے اب دوسرے ہزار سال میں ان کا دین رائج ہونا چاہیے۔ علماء سو نے اکبر کو یہ بھی باور کروایا تھا کہ اسلام کی مدت ختم ہو چکی ہے اب ایک نیا دین آئے گا چنانچہ اکبر نے اس سلسلہ میں سکہ الفی جاری کیا۔ [۲]

تاریخ الفی لکھوائی اور یہ ثابت کیا کہ دوسرے ہزار سال یعنی الف ثانی کا رہنما وہ خود ہے۔ کیا حضرت شیخ احمد سرہندی جیسے متبع شرع بزرگ اکبر اور اس کے حوزۂ ملحدین کے اس الفی نظریہ کو تسلیم کر لیتے؟ آپ نے تو خداوند کریم کی نعمت اور انعام کے طور پر خود کو اشارۃً مجدد الف ثانی کہا ہے۔

---

[۱] مکتوبات: ۱/۱۵۵/۲۵۸

2-Najaf Haider: Disappearence of coin minting in the 1580's - A note on Alf coins (Akbar and his India, ed. Irfan Habib pp. 55-65.

Marfat.com

اس پر بھی ہمیں تعجب ہے کہ نظامی صاحب نے یہاں خواجہ کلاں کی کتاب مبلغ الرجال کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے استاد حضرت شیخ احمد سرہندی کے مرتبہ مجدد الف ثانی کے اثبات میں دلائل دیئے ہیں جو بالکل غلط ہے خواجہ کلاں نے تو شیخ اکبر ابن عربی اور نظریہ وحدت الوجود کے ہزار سال پورے ہونے پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمارے شیخ حضرت احمد سرہندی نے اس نظریہ میں تصرف کرتے ہوئے اس کی دوسری شکل بھی متعارف کروائی ہے انہوں نے ساری کتاب میں جہاں کہیں بھی آپ کا نام آیا ہے آپ کو مجدد الف ثانی کہیں نہیں لکھا۔

ہاں نظامی صاحب نے جہاں حضرت شیخ احمد سرہندی نے خود کو مجدد الف ثانی عاجزاً لکھا ہے وہ مقامات توجہ سے پڑھ لیتے تو اس امر کا تقاضا نہ کرتے۔

۳۔ اس سے بھی زیادہ بے معنی بات نظامی صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی کے سلوک کی مشق میں مستعمل اصطلاحات حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی سے متعلق کہی ہے کہ اس سے ہمارا ذہن نقطوی فرقہ کے دعوؤں کی طرف جاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات ورسائل میں متعدد مقامات پر ان دونوں اصطلاحات کا استعمال کیا ہے لیکن کہیں بھی ایسا شائبہ تک نہیں پایا جاتا کہ آپ کا بیان نقطویوں کی کافرانہ تشریحات کے ہم معنی ہو، خود نظامی صاحب نے فرقہ نقطویہ کے جو عقائد بیان کرتے ہوئے ان کے اکبر پر اثرات کا تجزیہ کیا ہے وہ اس کی تکذیب کیلئے کافی ہیں۔

اسی طرح راسخ العقیدہ مسلم علماء وصوفیہ کے سب سے بڑے دشمن سید اطہر عباس رضوی نے لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے ہندوستان میں بعثت انبیاء کو اس وقت تسلیم کیا جب آپ کے خسر حاجی سلطان تھانیسری نے مہابھارت کے ایک حصہ کا فارسی میں ترجمہ کیا سید صاحب جانتے تھے کہ ترجمہ کے دوران جب حاجی صاحب سے پوچھا

Marfat.com

گیا کہ آج کل آپ کیا کر رہے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہزاروں سال پرانی خرافات کو فارسی میں منتقل کر رہا ہوں۔ اگر سید صاحب زندہ رہتے تو وہ ضرور اپنی کسی بے بہا تصنیف میں اپنی اس رائے کا بھی اظہار فرماتے کہ حضرت مجدد الف ثانی اکبر اور ہندوؤں کے اس لئے مخالف ہوئے تھے کہ اکبر نے آپ کے خسر کو پھانسی دی تھی حالانکہ یہ واضح ہے کہ تنبیہہ کرنے کے باوجود انہیں گائے ذبح کرنے کے اسلامی فریضہ پر عمل کرنے کے جرم میں اکبر نے تھانیسر میں پھانسی دی تھی۔

اکبری عہد کے فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ علمائے سوء کا تھا وہ اکبر بادشاہ جو ابتدا میں ایک سچا مسلمان تھا مسجد جا کر خود جھاڑو دیتا اذان کہتا اور علماء کے جوتے سیدھے کرتا تھا جب علمائے سوء کی صحبت بدمیسر آئی تو وہ نہ صرف علمائے حق سے متنفر ہوا بلکہ اسلام کو اختلافات وخرافات کا مجموعہ سمجھنے لگا۔

اس عہد کے نامور عالم ومحدث شیخ عبدالحق دہلوی کا قول ہے کہ باہمہ فضل وکمال فیضی نے اس وقت ''کفر وضلالت کی وادی میں قدم رکھ دیا ہے۔

> حیف کہ بہ جہت وقوع و ہبوط در بادیہ کفر و ضلالت رقم انگارد و ادبار برناصیہ احوال خود کشیدہ، زبان اہل دین وملت جناب نبوت را از بردن نام وی ونام جماعت شوم وی باک است [1]

ان حالات میں جب کہ علمائے سوء کی سرگرمیوں کو حکومت کی مکمل حمایت حاصل تھی حضرت شیخ محدث نے بڑی یکسوئی سے درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے علاوہ معاشرہ میں مذہبی بے راہ روی کو روکنے کیلئے بھی اپنی سعی جاری رکھی۔

ان مصلحین میں سب سے نمایاں شخصیت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی تھی، آپ نے نہایت بالغ نظری اور حکیمانہ انداز سے اس سارے

---

[1] عبدالحق محدث: فہرس التوالیف (بحوالہ حیات شیخ عبدالحق ۲۴۳)

Marfat.com

انتشار کا جائزہ لیا جو اکبر کے زیر اثر مسلمانان ہند مزاج پھیلا رہے تھے آپ نے ایک ایک فتنہ پر غور کیا، الحاد و بے دینی اور آزاد مشربی کے منفی اثرات سے مسلم معاشرت کو بچانے کے لئے جو حل تجویز کئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دست مبارک انتشار پذیر ملت اسلامیہ کی نبض پر تھا۔

ان حالات میں حضرت مجدد الف ثانی نہ تو گوشہ نشین ہوئے اور نہ ہی حالات سے چشم پوشی کی بلکہ جذبہ فاروقی کے ساتھ ایسے جہاد کا آغاز کیا جو بغیر قتل و غارت کے روحانی و مذہبی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اکبر اور اس کے حواریوں کی جماعت شوم کے مقابل حضرت مجدد الف ثانی نے دین دار امراء اور علمائے حق کا ایک گروہ تیار کیا جسے آپ ''جرگہء مردان دولت اسلام'' کا نام دیتے ہیں۔ یہ ایسے مخلص اور خداترس اصحاب کی جماعت تھی جس نے اس مذہبی انتشار کا اس متانت اور نیک نفسی کے ساتھ سامنا کیا کہ اس جماعت شوم کی معاشرتی حیثیت کمزور پڑتے پڑتے ختم ہوگئی۔

ان حالات میں جبکہ آپ نے اصلاح و فلاح کا بیڑہ اُٹھایا تو اپنی ذمہ داری بھی واضح کردی کہ میں اس معاملہ میں اپنے روحانی جد اعلیٰ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کا مقلد ہوں اس سلسلہ میں آپ خواجہ احرار کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ ''اگر میں پیری مریدی کروں تو دنیا میں کسی شیخ کو مرید نہ ملے، مگر میرے ذمہ ایک دوسرا کام ہے اور وہ ہے شریعت کی ترویج و ملت اسلامیہ کی تائید و تقویت۔[1]

چنانچہ آپ نے تاحیات اسی پر عمل کیا اور ترویج شریعت کے لئے فوری اقدام فرمایا اور اپنے اصلاحی پروگرام کا خاکہ اس طرح مرتب کیا۔

۱۔ سلاطین و امراء کو خطوط لکھ کر انہیں زمانہء ماضی (عہد اکبری) میں مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا گیا تھا اس سے آگاہ کیا۔

---

[1] مکتوبات ۱/ ۶۵

Marfat.com

۲۔ ترویج شریعت کے لئے بادشاہ کی تائید وحمایت حاصل کی اور بتایا کہ اس دور میں اس کے بغیر یہ کام دشوار ہے۔

۳۔ بادشاہ سے قرابت قریبہ رکھنے والے ارکان سلطنت کو پہلے تو اسلام کی حقیقی روح سے روشناس کروایا پھر انہیں اس قرابت سے فائدہ اٹھانے پر زور دیا کہ بادشاہ کو ایسے مسائل دینیہ سے آگاہ کیا جائے جن پر عقائد اسلامیہ کی بنیاد ہے۔

۴۔ سب سے اہم قدم یہ اٹھایا کہ اس امر میں نہایت درجہ بے چینی کا اظہار کیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو دیندار طبقہ کو بادشاہ اسلام (جہانگیر) کا قرب حاصل ہو جائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ علمائے سو اور مسلمانانِ ہندو مزاج بادشاہ کے مزاج میں رسوخ حاصل کرنے میں پہل کریں اور ملت اسلامیہ کو پھر سے ان حالات سے گزرنا پڑے جن کا اکبری عہد میں ان کو سامنا کرنا پڑا تھا۔

اس معاملہ میں آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ کے تربیت یافتہ اور منصب دار نواب مرتضٰی خان فرید بخاری جس کی تائید وحمایت سے جہانگیر اکبر کا جانشین بنا تھا اور اسے جہانگیر کا سب سے زیادہ قرب بھی حاصل تھا کا تعاون حاصل کیا حضرت مجدد الف ثانی اپنے ایک مکتوب میں اسے نہایت واضح الفاظ میں اس کی طرف رجوع کرنے کا اصل سبب بتاتے ہیں:

> یہ حقیر صرف تائید وترویج شریعت حقہ کی خاطر......آپ کی خدمت شریف کی طرف متوجہ ہوا ہے۔[1]

حضرت مجدد الف ثانی اسے دنیا اور سلطنت کے لئے بادشاہ کے صالح ہونے کی اہمیت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

[1] مکتوبات:۱/۵۱

Marfat.com

دنیا میں بادشاہ اس طرح ہے جس طرح جسم میں دل ہے اگر دل ٹھیک ہے تو بدن بھی درست ہے اور اگر دل خراب ہے تو سارا بدن خرابی کا شکار ہوگا، بادشاہ کی درستی جہاں (دنیا وحکومت) کی درستی ہے اور بادشاہ کا خراب ہونا ملک کو خرابی کا شکار کرنا ہے۔[۱]

ایک مکتوب میں اکبری عہد میں اسلام کی زبوں حالی کا ماتم ان الفاظ میں کیا ہے:

اس سے قبل کفار (ہندو) علانیہ غلبہ اور زور کے ساتھ دار سلام میں کفر کے احکام جاری کرتے رہے ہیں اور مسلمان اسلامی احکام کے اظہار سے عاجز و بے بس تھے اگر مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرتے تو قتل کر دیئے جاتے وا ویلا وا مصیبتا وا حسرتا وا حزنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو رب العالمین کے محبوب ہیں کے ماننے والے تو ذلیل وخوار ہوں لیکن آپ کے منکروں کی عزت اور ان کا لحاظ ہو۔

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:

(عہد اکبری) میں اسلام کے سر پر جو بلا و آفت بھی ٹوٹی وانہی علماء سو کی شومی کی بدولت تھی بادشاہوں کو یہ علماء سو راہ راست سے بھٹکاتے تھے جو گمراہی کی راہ اختیار کر چکے ہیں ان کے مقتداء یہی علماء سو ہیں۔[۲]

نواب فرید بخاری کو ہی ایک اور مکتوب میں آپ نے لکھا ہے:

درقرن سابق اختلافات علماء عالم را در بلا انداخت [۳]

آپ سید شاہ محمد کو لکھتے ہیں:

اکثر علماء این وقت رواج دہندہ ہای بدعت اند و محو کنندہ ہای سنت [۴]

آپ ملک کے مفتی میراں صدر جہان کو جن کی حمیت دین جہانگیر کی تخت پر بیدار

---

[۱] ایضاً:۱/۴۷ [۲] ایضاً/۱/۴۷ [۳] ایضاً/۱/۵۳ [۴] ایضاً/۲/۵۴

Marfat.com

ہوگئی تھی، کو لکھتے ہیں:

کیا آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق (عہد اکبری) میں پیدا ہونے والے فساد علمائے سو کی شومی کا نتیجہ تھے؟[۱]

اکبر کے بعد اس کا فرزند نورالدین جہانگیر تخت نشین ہوا تو آپ نے اس کی تخت نشینی کو اسلام کی فتح اور اسے مسلمانوں کے لئے خوشخبری قرار دیتے ہوئے جہانگیر کے سب سے مقرب نواب مرتضیٰ خان کو لکھا:

امروز کہ نوید زوالِ مانع دولت اسلام و بشارت جلوس بادشاہ اسلام بگوش خاص و عام رسیدہ، اہل اسلام برخود لازم دانستند کہ ممد و معاون بادشاہ باشند [۲]

اس مکتوب کے آخری جملے کس قدر درد کے ساتھ ملت اسلامیہ کی اصلاح کیلئے بادشاہ کو شریعت اسلامی سے آگاہ کرنے کیلئے فرمایا ہے:

آپ کی بزرگ جناب سے توقع ہے کہ جب آپ کو مکمل طور پر بادشاہ کا قرب حاصل ہے اور اس کی استطاعت میسر ہے تو خلوت و جلوت میں شریعت محمدی علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰت افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی پوری کوشش کریں گے اور مسلمانوں کو ذلت وخواری سے نکالیں گے۔ [۳]

نواب فرید بخاری کو ہی ایک خط میں شریعت کی اہمیت ان پرزور الفاظ میں واضح کی ہے:

اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج کیلئے سعی و کوشش کی جائے اور احکام شرع میں ایک حکم کو جاری (رائج) کرنا اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں کہ جب اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں خدا عزوجل کی راہ

---

[۱] ایضاً/۱۹۵ [۲] ایضاً/۴۷ [۳] ایضاً:۱/۴۷

Marfat.com

میں کروڑ بار روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں ۔ [1]

دربار کی دوسری بڑی شخصیت مرزا عزیز الدین کوکہ مخاطب بہ خان اعظم کی تھی جو اکبر کا رضائی بھائی تھا، وہ اکبر کو اس کے الحاد پر برملا برا بھلا کہتا رہتا تھا، جب وہ گجرات کا گورنر تھا تو ملک کے مذہبی حالات سے دل برداشتہ ہو کر حرمین الشریفین ہجرت کر گیا اکبر نے بار بار بلایا وہ بدقسمتی سے چلا آیا اور اکبر سے دین الٰہی میں بیعت کی، پھر ملک کے حالات بدلے تو اس کی دینی حمیت کو حضرت مجدد الف ثانی نے بیدار کرنے کی کوشش کی، جہانگیر نے بھی اسے اعلیٰ مناصب دیئے وہ اس کی بات سنتا تھا اس لئے آپ نے اسے مکتوب لکھ کر یہ فرمایا

(اسلام) کی غربت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ کفار (ہندو) علانیہ اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں اور بے تحاشا کفر کے احکام کا اجراء اور کوچہ و بازار میں کفار کی مدح و ثنا کرتے پھرتے ہیں اور مسلمانوں کو اسلامی احکام کے اجراء سے روک دیا گیا ہے اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں ان کی مذمت اور ان پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے۔

اسی مکتوب میں خان اعظم کو بادشاہ (جہانگیر) کا جو قرب حاصل ہے اسے غنیمت جاننے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم بادشاہ کو دین کی جو ترغیب دے رہے ہو وہ جہادِ اکبر ہے، ہم جیسے بے دست و پا فقراء اس سے محروم ہیں:

آج ہم آپ کے وجود شریف کو ہی غنیمت جانتے ہیں اور اس کمزور و شکست خوردہ معرکہ میں مردِ میدان صرف آپ ہی کی ذات کو تصور کرتے ہیں ...... اس لئے یہ قولی (زبانی) جہاد جو اس وقت آپ کو میسر ہے جہادِ اکبر ہے اس کو غنیمت جانیں ...... اور زبان کے اس جہاد کو جہاد قتل (کشتن)

---

[1] ایضاً: ۱/ ۴۸

Marfat.com

سے بہتر جانیں، ہم جیسے بے دست وپا فقراء اس دولت سے محروم ہیں اس سے پہلے بادشاہی میں تو دین مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عناد اور مخالفت صریحاً محسوس ہوتی تھی، اس بادشاہی (دورِ جہانگیری) میں ظاہراً وہ عناد محسوس نہیں ہوتا اگر ہو بھی تو علم کی کمی کے باعث ہے لیکن اس بات کا خوف ہے کہ معاملہ اب بھی عناد تک پہنچ سکتا ہے اور مسلمانوں کا معاملہ زیادہ تنگ ہو جائے۔ [۱]

عہد جہانگیر کے ایک اور ممتاز رکن سلطنت خان جہان لودھی [۲] (ف ۱۰۴۰ھ) کو بھی آپ نے دو خطوط لکھے ہیں جن میں آپ نے اسے جہانگیر کو مذہب اسلام کی طرف راغب کرنے کیلئے فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

...... جب بھی گنجائش ہو اور کلمہ اسلام اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے مطابق کہنے کا موقع ملے تو وقتاً فوقتاً بادشاہ کے کان میں ڈالتے رہیں اور مخالفین کے مذہب کی تردید کریں اگر یہ دولت میسر آ جائے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی وراثت عظمیٰ ہاتھ آ جائے گی آپ کو یہ دولت مفت ملی ہوئی ہے اس کی قدر کریں۔ [۳]

اسی طرح ایک اور مکتوب میں اس دولت کی اہمیت کو نہایت ہی پرزور الفاظ میں بیان کیا ہے:

یہی ملازمت (قرب بادشاہ) جو آپ رکھتے ہیں اگر اس کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی تعمیل کے ساتھ جمع کر دیں تو آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسا کام کریں گے...... ہم فقیر لوگ اگر کئی سال تک بھی

---

[۱] مکتوبات ۱/۶۵ [۲] خان جہان لودھی پر ہمارا ایک مختصر مقالہ دانشنامہ زبان وادب فارسی درشبہ قارہ، تہران میں شامل ہے۔ [۳] مکتوبات ۲/۶۷

Marfat.com

اس عمل کرنے میں اپنی جان لڑا دیں تو آپ جیسے شہبازوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ [1]

ایک اور رکن سلطنت لالہ بیگ کو ہندوستان میں گزشتہ سو سال سے اسلام کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کی تفصیل لکھتے ہوئے بتایا ہے......

کہ ابھی بادشاہ اسلام (جہانگیر) کا ابتدائی دور حکومت ہے اگر آغاز میں ہی مسلمانی رواج پا جائے۔تو بہتر ورنہ تاخیر کی صورت میں معاملہ مسلمانوں کے لئے بہت مشکل ہو جائے گا۔ [2]

ان امراء وارکان سلطنت کے علاوہ مرزا عبدالرحیم خانِ خاناں: مرزا داراب بن خان خاناں، خواجہ جہاں، نواب قلیج خان وغیرہ کو آپ نے اس نوعیت کے خطوط لکھ کر بادشاہ (جہانگیر) کے سامنے کلمہ حق کہنے اور زمانہ اکبری میں اسلام اور مسلمانوں پر جو آفتیں ٹوٹیں ان سے آگاہ کیا اور ان موثر شخصیات نے بادشاہ کے دل میں اسلام کے متعلق ہمدردی سے سوچنے کیلئے اس کے دل کے نرم گوشوں پر اس کی حقانیت کے اثرات نمایاں ہونے لگے تھے۔

پاکستان و ہند میں اسلام کی عظمت رفتہ کی بحالی کیلئے حضرت مجدد الف ثانی کی سعی پیہم، کرب مخلصانہ، بے چینی اور آپ کے تیار کردہ ''جرگہ مدان دولت اسلام'' کی مسلسل جدوجہد سے آخر جہانگیر بادشاہ کو اسلام کی حقانیت کا احساس ہونے لگا تو اس نے نواب مرتضٰی فرید بخاری اور ملک کے مفتی میراں صدر جہان سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ چار دین دار علماء کی ایک جماعت ہر وقت دربار میں اس کے ساتھ رہے جو اسے مسائل شریعہ سے آگاہ کرتی رہے اگر کوئی اور مصلح ہوتا تو اس خوشخبری کو اپنی کامیابی سمجھ کر پھولے نہ سماتا لیکن امام ربانی مجدد الف ثانی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی فراست اور

---

[1] ایضاً ۵۴/۳ [2] ایضاً ۸۱/۱

Marfat.com

دینی بصیرت عطا فرمائی تھی اور چونکہ آپ اکبری عہد کے فتنوں اور علمائے سو کے عبادت خانہ میں اجتماع اور اس کے مضمرات سے آگاہ تھے اور جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ آپ کے نزدیک ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے انتشار کا اصل سبب انہی علمائے سوء کی حب جاہ تھا اس لئے آپ نے اس کے منفی اثرات کا فوری نوٹس لیا اور نہایت مغموم ہو کر نواب مرتضٰی فرید بخاری کو ان امور سے خبردار کرتے ہوئے لکھا:

یہ بات سننے میں آئی ہے کہ بادشاہ اسلام نے دیندارانہ فطرت کی خوبی سے جو ان میں پائی جاتی ہے آپ کو حکم دیا ہے کہ چار دین دار علماء مہیا کریں جو ہر وقت دربادشاہی میں حاضر رہ کر احکام شرعی بیان کرتے رہیں تا کہ کوئی امر خلاف شرع واقع نہ ہو...... مسلمانوں کیلئے اس سے بہتر کیا خوشخبری ہو سکتی ہے اور ماتم زدوں کیلئے اس سے اچھی بشارت کیا ہوگی...... غرض مند دیوانہ ہوتا ہے چنانچہ عرض ہے کہ دیندار علماء بلاشبہ بہت کم ہیں جن کے دلوں میں مرتبہ اور سرداری کی محبت نہ ہو اور جن کا مدعا اس کے سوا کچھ نہ ہو کہ شریعت کی ترویج اور ملت اسلامیہ کی تائید و تقویت ہو، حب جاہ کی صورت میں ان علماء میں سے ہر الگ الگ پہلو اختیار کرے گا اور اپنی فضیلت اور بزرگی کا اظہار کریگا اور اختلافی باتیں بیان کرے گا اور اس طریقہ کو بادشاہ کے قرب کا ذریعہ بنائے گا اس صورت میں تبلیغ دین کی مہم ابتری اور خرابی کا شکار ہوگی، گزشتہ زمانہ (عہد اکبری) میں بھی علماء کے اختلافات عالم اسلام کو بلا اور فتنے میں مبتلا کر چکے ہیں ایسی ہی صورت اب بھی پیش آ سکتی ہے اس طرح دین کی ترویج کیا ہوگی الٹی دین کی تخریب ہوگی، اللہ سبحانہ کی اس سے پناہ اور علمائے سو کے فتنے سے بھی خدا کی پناہ، اس مقصد کیلئے اگر صرف ایک عالم کو منتخب کریں تو بہتر ہوگا،......

Marfat.com

جس طرح عوام کی نجات علماء کے وجود سے وابستہ ہے ان کی بربادی کا باعث بھی یہی علماء ہیں بہترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں اور بدترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں، لوگوں کی ہدایت اور ان کی گمراہی انہی سے وابستہ ہے۔ ۱

آپ نے دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانی نے کس طرح بروقت اکبری عہد کے علماء کے اجتماع اور ان کے آپس کے اختلافات کو ملت اسلامیہ کے لئے سم قاتل قرار دے کر اس کے اعادہ سے نواب کو روکا اور آپ نے اس کا بہترین حل یہ پیش کیا کہ صرف ایک ''عالم آخرت'' کا انتخاب کریں جو بادشاہ کی دینی اصلاح اور ترویج شریعت کا فریضہ انجام دے۔

ہمیں کتب تاریخ میں علماء کی ایسی کسی جماعت کا تذکرہ نہیں ملتا جو جہانگیر کو دینی امور میں مشورہ کے لئے بنائی گئی ہو جو اس بات کا بین ثبوت ہے جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی کے اس کلیہ کو نواب فرید بخاری کی زبانی قبول کر لیا تھا۔

جہانگیر نے تخت نشینی کے بعد ایک فرمان جاری کیا جس کی رو سے اس نے کئی ٹیکس ختم کر دیئے، امراء کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے زیر کنٹرول شہروں میں مسجدیں تعمیر کریں، اس نے شراب کی کشید اور فروخت پر پابندی لگا دی۔ ۲
اس نے یہ بھی عہد کیا کہ وہ آئندہ شب جمعہ علماء و صوفیہ کی صحبت میں گزارا کرے گا۔ ۳

سیاسی حالات کبھی یکساں نہیں رہتے، ان حالات میں ہندوستان کی فضا میں پھر سے تبدیلیاں ہوئیں یعنی راسخ العقیدہ امراء کا جو گروہ حضرت مجدد الف ثانی نے بادشاہ کی اصلاح کے لئے ترتیب دیا تھا یعنی ''جرگہ مدان دولت اسلام'' کمزور پڑ گیا، پہلے

---

۱ مکتوبات ۱/۵۳ (یہی امور آپ نے مختصر طور پر میراں صدر جہاں کے نام مکتوب (۱/۱۹۴) میں بھی بیان فرمائے ہیں ان کے نام دوسرے مکتوب کا موضوع ''اسلام اور اہل اسلام کی کمزوری ہے۔) ۲ جہانگیر: توزک جہانگیر ۳،۴ ۳ ایضاً ۹ (سرسید احمد خان ایڈیشن)

Marfat.com

نواب قلیج خان کی وفات (۱۰۲۳ھ/۱۶۱۳ء) اور پھر نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کا انتقال (۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء) میں ہوگیا۔ اس خلا کو پُر کرنے کیلئے ایرانی امراء آگے آئے، اس سے زیادہ افسوسناک واقعہ جہانگیر کی ایک ایرانی نژاد خاتون نور جہان سے شادی (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء) تھا جو اپنی بے پناہ صلاحیت و قابلیت کی بنا پر لامحدود اختیارات کی مالک بن گئی، نور جہاں کے متعدد عزیز و اقارب اعلیٰ عہدوں پر فائز کیے گئے۔[۱]

اب ہندوستان میں نور جہان کے زیر اثر شیعیت کی تبلیغ ہونے لگی اس نے کئی ایرانی علماء کو ہندوستان آنے کی دعوت دی، حضرت مجدد الف ثانی اس سے پہلے رسالہ رد روافض لکھ چکے تھے، شیعہ امراء نے آپ کے اسی رسالہ کی وجہ سے اور پھر نور اللہ شوستری کے قتل اور خون کا انتقام لینے کے لئے آپ کے خلاف مہم شروع کردی اور انہوں نے جہانگیر کو آپ کے خلاف اکسایا اور باور کروانے کی کوشش کی آپ خود کو حضرت ابوبکر صدیق سے افضل سمجھتے ہیں اور اس سلسلہ میں جہانگیر کو آپ کا ایک مکتوب بھی دکھایا گیا

جس میں آپ نے اپنے شیخ (حضرت خواجہ باقی باللہ) کے حضور اصلاح احوال کیلئے اپنے مکاشفات تحریر کیے تھے[۲] کو غلط رنگ دیا گیا آپ نے خود ہی اس کی وضاحت بھی کردی تھی لیکن اس کے باوجود آپ کو اس کی توضیح کیلئے جہانگیر نے دربار میں طلب کیا، آپ نے اسے دلائل سے مطمئن کرلیا۔[۳]

جب آپ کے مخالفوں نے دیکھا کہ جہانگیر کی تو تسلی ہوگئی ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ نے دربار میں سجدۂ تعظیمی نہیں کیا اور یہ کہ ان کے بے شمار مریدین ہیں جن کی مدد سے وہ کسی وقت بھی بادشاہ کے خلاف بغاوت کرسکتے ہیں۔[۴]

---

[۱] بلوخمان: آئین اکبری، تعلیقات ۵۷۰۔۵۷۶ [۲] مکتوبات ۱/۱۱ [۳] نتائج الحرمین، ورق ۱۷۱۔ا

[۴] ایضاً ورق ۱۷۲۔الف ب

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی نے بادشاہ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ [1]

تو وزیر اعظم آصف خان (برادر نور جہان) نے جہانگیر کو مشورہ دیا کہ وہ ان کی نقل وحرکت پر نظر رکھے کیونکہ ان کا اثر نہ صرف ہندوستان بلکہ وسطی ایشیا میں بڑھتا جارہا ہے اور یہ کہ بہت سے فوجی ان کے مرید ہیں اس نے آپ کو قید کرنے کا مشورہ دیا جس پر جہانگیر نے آپ کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ [2]

حضرت مجدد الف ثانی کی نظر بندی (۱۰۲۸۔۱۰۲۹ھ/۱۶۱۹۔۱۶۲۰ء) اور پھر پابندی (۱۰۲۹۔۱۰۳۳ھ/۱۶۲۰۔۱۶۲۳ء) کے اسباب بظاہر سیاسی اور مذہبی دونوں نوعیت کے معلوم ہوتے ہیں، رہائی کے بعد آپ کو اختیار دیا گیا کہ آپ چاہیں تو اس کے پاس ٹھہریں اور اگر چاہیں تو سرہند چلے جائیں۔ [3]

لیکن آپ نے لشکر میں رہنا پسند فرمایا آپ اپنے مکتوب بنام فرزندان خود میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ ایک بڑا اہم کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ [4]

حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایک مکتوب سے حضرت مجدد الف ثانی کے جہانگیر کے لشکر کے ساتھ کئی ماہ تک لاہور میں قیام کا ذکر ملتا ہے۔ [5]

اسی طرح آپ دارالحکومت میں بھی اپنے قیام کا ذکر خود فرماتے ہیں کہ ان ملاقاتوں میں آپ کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ بادشاہ کو تعلیمات اسلام سے آگاہ کریں۔ [6]

ایک اور مکتوب میں آپ نے لکھا ہے کہ وہ اس وقت بادشاہ کو اسلامی عقائد اور مبداء ومعاد کے مسائل بتارہے ہیں اور قرآن پاک کے مطالب وتفسیر کے سلسلہ میں گزشتہ شب سورۂ عنکبوت تک پہنچ گیا ہوں۔ [7]

---

[1] ایضاً ورق ۱۷۲۔الف ب — [2] توزک جہانگیر (جہانگیر نامہ) ۳۰۹ مطبوعہ تہران

[3] ایضاً ۳۰۸ (طبع سرسید) — [4] مکتوبات ۳/۷۸

[5] مکتوبات معصومیہ ۱/۲۵/۱۰۶۔۱۰۷ — [6] مکتوبات ۲/۹۲ — [7] ایضاً ۳/۴۳

Marfat.com

آپ کے بادشاہ کے ساتھ لشکر میں رہنے کا فائدہ یہ ہوا ہے کہ وہ آخری دس سالوں میں اسلام کی حقانیت سے واقف ہوگیا، کانگڑہ کی فتح کے بعد جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی سے کہا کہ اگر وہ کانگڑہ آئیں تو آپ کی موجودگی میں بت مسمار کروں گا آپ علیل ہونے کے باوجود وہاں تشریف لے گئے تو بادشاہ نے نہ صرف بت توڑے بلکہ وہاں گائے ذبح کروائی مسجد تعمیر کروائی اور اسلام کے احکام صادر کئے۔ [1]

جہانگیر نے خود بھی لکھا ہے کہ قاضی، میر عدل اور علماء کی موجودگی میں کانگڑہ کے مندر میں بت توڑے وعدہ کے مطابق وہاں گائے ذبح کی، اذان دلوائی، خطبہ پڑھوایا اور اسلام کے احکام نافذ کئے بادشاہ نے اس موقع پر شکر ادا کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام کے احکام نافذ کرنے کی توفیق دی جو اس سے پہلے کسی دوسرے مسلمان بادشاہ کو میسر نہیں آئی۔ [2]

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے خلفاء میں سے حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے علاوہ حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی ثم مکی، حضرت خواجہ حسام الدین احمد اور حضرت کے دونوں فرزندان گرامی خواجہ کلاں اور خواجہ خرد نے بھی حضرت خواجہ کے وصال کے بعد دین کی شمع روشن رکھی اور یہ حضرات عوام کی دینی و روحانی رہنمائی میں مصروف رہے۔ جن کا مختصر سا خاکہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی (ف ۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱ء) حضرت خواجہ کے وصال ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے بعد ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ میں آباد ہو گئے جہاں بہت سے اصحاب و اہل عرب نے آپ سے روحانی فیض پایا۔

حضرت خواجہ حسام الدین احمد جو حضرت خواجہ کے رفیق خاص اور آپ کے بعد خانقاہ کی خدمت و تولیت کے فرائض انجام دیتے رہے تھے جب حضرت خواجہ نے آپ

---

[1] مجمع الاولیاء، قلمی ورق ۴۳۔الف [2] توزک ۳۴۰ (سرسید احمد خان ایڈیشن)

Marfat.com

کو خلافت دے کر اپنی مسند ارشاد پر بیٹھنے کا حکم دیا تو آپ نے اس امر عظیم سے معذرت کر لی دوسری اہم بات یہ تھی کہ حضرت خواجہ حسام الدین احمد نے اکبر کی ملازمت سے علیحدگی اختیار کرنے کیلئے جو ''وضع سودائیان'' اپنائی تھی اس سے اکبر اور آپ بہنوئی علامی ابوالفضل واقف تھے، ابوالفضل آپ کو اپنے قتل (۱۰۱۱ھ/۱۶۰۲ء) تک واپس اکبری الحاد میں لانے کی کوشش کرتا رہا، اگر آپ حضرت خواجہ کے حکم پر آپ کے خلیفہ کی حیثیت سے دعوت وارشاد میں مصروف ہو جاتے تو یہ بھی بہت مشکل تھا اگر آپ مذکورہ وضع اختیار کرنے کی بجائے اکبر سے خلاصی حاصل کرنے کیلئے حج پر جانے کی اجازت مانگتے تو وہ بھی نہیں مل سکتی تھی بدایونی نے لکھا ہے کہ حج کی درخواست کرنے والا اکبر کے حضور واجب القتل ہوتا تھا[1] ۔ ناچار اکبر نے عبدالرحیم خان خاناں کی سفارش پر آپ کو ملازمت سے خارج کر دیا اور آپ دہلی جا کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے مزار مبارک پر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

آپ کے والد گرامی نواب غازی خان بدخشی جو وسطی ایشیا کے اکابر علماء سے میں سے تھے، تحصیل علوم عقلیہ کے بعد ہندوستان آئے (۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء) تو اس وقت اکبر کے مذہبی عقائد میں تبدیلی کا آغاز ہو چکا تھا ان کے متعلقین کی بہت بڑی تعداد بھی ان کے ہمراہ تھی یعنی ان پر ان سب کی معاشی ذمہ داری کا بوجھ تھا جسے بغیر کسی معقول آمدنی کے کم نہیں کیا جا سکتا تھا، چنانچہ انہوں نے اکبر کی ملازمت قبول کر لی معاصر مورخ عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ انہوں نے اکبر بادشاہ کو سجدہ کرنے کا جواز پیش کیا اور ایک صوفی تاج العارفین نے اس کی تائید کی جس پر ملا علی کابلی حسد کرتا تھا کہ یہ اعزاز اسے کیوں نہیں ملا، پھر (۹۸۷ھ/۱۵۷۹ء) کو جب علماء سوء نے محضر نامہ مرتب کیا تو اس پر بھی نواب غازی خان بدخشی نے اثباتی دستخط کئے اس کے بعد جب

[1] منتخب التواریخ ۲/۱۶۵

Marfat.com

اکبر پر اس کے مذہبی معتقدات کے خلاف آواز اٹھی تو اعتراضات کے جواب دینے کیلئے اکبر نے اپنے فرزند دانیال کی نگرانی میں ایک شعبہ قائم کیا جس کے رکن نواب صاحب بھی تھے محضر نامہ پر دستخط کرنے کا ذکر ابوالفضل نے بھی کیا ہے اور شعبہ کا رکن ہونے کی تصدیق کی ہے، یقیناً یہ ان کے ایسے اقدام تھے جو مذہبی نقطہ نظر سے اتنے بڑے عالم کو زیب نہیں دیتے۔

جب اکبر نے نواب غازی خان کی وفات ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء) پر ان کے فرزند خواجہ حسام الدین کو اپنی ملازمت میں لیا تو اکبر کے سب سے زیادہ معتبر امیر آپ ہی تھے اور آپ شاہی آداب بجالانے میں سب پر فوقیت رکھتے تھے آپ کے والد گرامی کو تو اپنی معاشی مجبوریوں کے باعث شاہی ملازمت ترک کرنے کی مہلت نہیں ملی، تاہم خواجہ حسام الدین احمد نے خواجہ کلاں کو بتایا تھا کہ اکبر کے زمانہ میں میرے والد نے اسلام کے دفاع اور مسلمانوں کی بہتری کیلئے اتنے کام کئے تھے کہ ان کی تفصیل زادالمعاد جیسے مختصر رسالہ میں نہیں آسکتی یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ نواب غازی خان نے تو اکبر کے ہاتھ پر بیعت کی اور نہ شاہی مذہب یعنی سورج آگ اور روشنی کی پرستش کی اگر انہوں نے ایسا کیا ہوتا تو اکبری عہد کے بے باک مولف عبدالقادر بدایونی جن کے ساتھ ان کی قریبی دوستی بھی تھی ضرور ذکر کرتا۔

تاہم ان کے فرزند گرامی خواجہ حسام الدین احمد نے دیکھا میرے والد تو مجبوریوں کے باعث اکبر کے حوزۂ الحاد سے الگ نہیں ہوسکے اب مجھے کچھ کرنا چاہیے چنانچہ سات سال (۹۹۲۔۹۹۹ھ) اکبر کی ملازمت کرنے کے بعد اس سے بصد مشکل الگ ہوئے، علیحدگی کے سلسلہ میں ایک اور بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ آپ کا نکاح ملا مبارک ناگوری کی دختر فاطمہ سے اکبر کے حکم پر ہوا تھا جو ابوالفضل اور فیضی کی بہن تھیں جب آپ نے ملازمت ترک کر کے فقر اختیار فرمایا تو آپ نے اپنی زوجہ محترمہ کو پیغام

Marfat.com

بھیجا کہ میں نے تو شاہی چھوڑ کر فقر اختیار کرلیا ہے تمہیں اختیار ہے کہ تم اپنے باوقار بھائیوں کے پاس چلی جاؤ اور اگر میرے ساتھ بے سروسامانی اور فقر کی زندگی گزارنی ہوتو میرے پاس آ جاؤ اس محترمہ نے اپنے بھائیوں کو ٹھکرادیا اور آپ کے ساتھ فقر کی زندگی گزارنے لگیں انہیں حضرت خواجہ باقی باللہ کی روحانیت سے فیض یاب ہونا بھی نصیب ہوا چنانچہ انہیں زادالمعاد میں اولیاء میں شمار کیا گیا ہے۔

اکبر کا جانشین جہانگیر بھی آپ پر ایسی ہی نگرانی رکھتا تھا جیسی اس نے آصف خان کے کہنے پر حضرت مجدد الف ثانی پر نظر رکھی تھی پہلے تو اس نے آپ کو قید کیا پھر رہائی کے بعد اپنے ساتھ لشکر میں رکھا بلکہ اسی طرح دہلی آنے پر اس کا استقبال نہ کرنے کا بہانہ بنا کر اس نے خواجہ حسام الدین احمد کو طلب کیا جسمانی سزا بھی دی پھر نرمی کرتے ہوئے انعام و خانقاہ کے لئے سالانہ امداد دی اور ساتھ ہی یہ پابندی لگادی کہ آپ ہر نوروز کے موقع پر میرے حضور حاضر ہوا کریں گے جس پر آپ بہت پریشان ہوئے کہ ہر سال انہیں اہل دولت کے ساتھ اختلاط کے باعث روحانی تکلیف ہوتی تھی دراصل جہانگیر نہایت ذہین وفطین آدمی تھا اسے معلوم تھا کہ آپ نے میرے والد کی بدمذہبی کے باعث ملازمت ترک کی تھی اور آپ جس خانقاہ کی تولیت کے فرائض انجام دے رہے ہیں اس کے ساتھ سارے ہندوستان کے راسخ العقیدہ مذہبی طبقات کے تعلقات ہیں فوجی بھی ان کے عقیدت مند ہیں جو ان کے اشارے پر کسی وقت بھی مغل حکومت کا تخت الٹا سکتے ہیں یہاں تک کہ اس نے اپنے مرض موت کے دنوں میں بھی آپ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو پھر طلب کیا، لیکن اسی سال اس کا انتقال ہوگیا یہ اور دونوں حضرات سلامتی سے واپس دہلی آ گئے۔

شاہجہاں بے شک ایک دیندار شہزادہ اور پھر بادشاہ تھا خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ اس کے بڑے خوشگوار تعلقات شہزادگی کے زمانہ سے تھے اس کی تخت نشینی کے

Marfat.com

لئے آپ اپنی خانقاہ میں وظائف پڑھوایا کرتے تھے لیکن ممتاز محل کی وفات پر تعزیت کیلئے حاضر نہ ہونے پر اس نے بھی ناراضی کا اظہار کیا آخر آپ اس مقصد کیلئے آگرہ گئے تو آپ نے حج پر جانے کیلئے کہا جس پر شاہجہاں نے تمام انتظام کردیئے لیکن فرنگیوں کے ساتھ عہد نہ ہونے کی وجہ سے سمندری راستہ مسدود کردیا گیا جس کے باعث آپ حج کیلئے نہ جاسکے اور شاہجہان نے آپ کو واپس دہلی جانے کی اجازت بھی نہ دی اس نے آپ کے دربار شاہی میں مسجد میں رہنے کیلئے بھی کہا جہاں وہ رات گئے تک آپ کے ساتھ مذہبی اور دیگر قسم کے امور پر تبادلہ خیال کرتا رہتا تھا لیکن اتنے تعلقات کے باوجود خوف وہی تھا کہ ان پر نظر رکھی جائے یہاں تک کہ آپ کا وصال بھی آگرہ میں ہی ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء کو ہوا، وہیں دفن کیے گئے بعد میں ان کا مبارک تابوت وہاں سے نکال کر دہلی لائے اور حضرت خواجہ کے جوار میں دفن کیا گیا۔

ہاں خواجہ حسام الدین احمد کے خلافت کے قبول نہ کرنے پر معذرت کے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلفاء میں سے دو اصحاب خانقاہِ حضرت خواجہ کو آباد کرسکتے تھے اول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی دوسرے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، حضرت شیخ محدث کا تو دہلی میں بہت بڑا مدرسہ تھا جس میں آپ شب و روز درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے جو اس وقت کا تقاضا بھی تھا اس لئے موصوف خانقاہ میں تشریف نہیں لائے، دوسرے حضرت مجدد الف ثانی تھے جو آپ کے سب سے زیادہ معروف خلیفہ تھے، آپ بھی خانقاہ نہیں آئے جس کے کچھ اسباب تھے کہ حضرت خواجہ نے کبھی بھی آپ کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ آپ دہلی آجائیں بلکہ آپ کو خلافت دے کر آپ کے مستقر سرہند بھیج دیا گیا، ہاں یہ ضرور تھا کہ حضرت خواجہ کا جب چالیس سال کی عمر میں ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء کو وصال ہوا تو آپ نے حضرت مجدد الف ثانی سے اپنے دو کم سن بچوں خواجہ کلاں اور خواجہ خرد کی تعلیم و تربیت کا امر فرمایا تھا لیکن اس

Marfat.com

دوران حضرت خواجہ اور حضرت مجدد الف ثانی پر وحدت الشہود کا انکشاف ہو چکا تھا خود حضرت خواجہ نے اپنے وصال سے پہلے شیخ محدث سے اس کا ذکر بھی کر دیا تھا، ہوا یوں کہ حضرت خواجہ کے دوسرے خلفاء پر جب اس کا انکشاف نہ ہوا اور حضرت مجدد الف ثانی نے اس کی کشفی تحقیق کا آغاز کیا تو یہ اصحاب آپ کے معاون ہونے کی بجائے اس نظریہ کی وجہ سے آپ سے نظری اختلاف کرنے لگے۔

اس دوران ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا کہ حضرت مجدد الف ثانی کا ایک ناراض مرید حسن خان افغان آپ کے کچھ مسودات چوری کر کے لے گیا ان میں تحریف کر کے ہندوستان کی بڑی خانقاہوں میں گیا وہ حضرت شیخ عبدالحق محدث سے بھی ملا اور آپ کو وہ محرفہ مسودات دکھائے اس مخالفت کا سب سے زیادہ نشانہ حضرت خواجہ کی خانقاہ اور آپ کے متولی خواجہ حسام الدین احمد بنے، زادالمعاد جیسی معاصر کتاب میں درج ہے کہ خود خواجہ حسام الدین نے فرمایا کہ ہاں میرے اور میاں شیخ احمد سرہندی کے مابین کچھ عرصہ کے لئے غبار ملال پیدا ہو گیا تو میں اللہ تعالیٰ کے حضور ملتجی رہا کہ اس کا کوئی حل رب کریم کی طرف سے وارد ہو جائے اس دوران ایک اور واقعہ یہ ہوا کہ مخالفین کے کہنے پر حضرت شیخ محدثؒ نے بغیر تحقیق کے ان محرف معارف کے خلاف ایک رسالہ لکھ دیا جس کو معاندین نے بہت شہرت دی اور اس کی آڑ میں انہوں نے کئی رسائل لکھے۔ جس پر خواجہ حسام الدین احمد پھر ان حاسدین کا نشانہ بنے اتنے میں حضرت میاں شیخ احمد سرہندی کی جانب سے اصل مسودات حضرت شیخ محدث اور خواجہ حسام الدین احمد کو سرہند سے وصول ہو گئے جس پر وہ غبار ملال جاتا رہا، شیخ محدث نے اپنے اعتراضات سے رجوع فرمالیا رجوع کے سلسلہ کا مکتوب بھی شیخ نے انہی کے نام لکھا کیوں کہ وہ اس ''شوروغوغا'' میں سب سے زیادہ متاثر ہوئے تھے، اس دوران حضرت خواجہ کے دونوں صاحبزادے جوان ہو گئے تو خواجہ حسام الدین احمد نے حضرت

Marfat.com

مجدد الف ثانی کو خط لکھ کر حضرت خواجہ کی وصیت یاد دلائی کہ دونوں بچوں کی تربیت آپ کے ذمہ ہے بچے نہ صرف بڑے ہوگئے ہیں بلکہ وقت گزر رہا ہے جس پر حضرت مجدد الف ثانی نے یہ جواب دیا کہ اب کوئی امر مانع نہ ہو تو میں کچھ عرصہ کے لئے خانقاہ دہلی میں آجاؤں، گویا ابھی تک ''موانع معلومہ'' جن کا آپ نے اپنے مکتوب میں ذکر فرمایا ہے موجود تھے آپ تو تشریف نہ لا سکے البتہ خواجہ کلاں، خواجہ خرد اور خواجہ جمال الدین حسین (بن خواجہ حسام الدین احمد) سرہند شریف حاضر ہوئے وہاں ظاہری وباطنی علوم کی تکمیل کی، تکمیل سلوک کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ کی حیثیت سے یہ دونوں صاحبزادے حضرت خواجہ کی خانقاہ میں دعوت وارشاد میں مصروف ہوگئے لیکن حضرت خواجہ حسام الدین احمد اس کے باوجود طلب سلوک کے لئے آنے والے اصحاب کو باقاعدہ حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں سرہند جانے کی نہ صرف تاکید کرتے رہے بلکہ تشویق بھی دلاتے رہے۔

حضرت خواجہ اور خواجہ حسام الدین احمد کے زمانہ تولیت میں اکابر منصب دار بھی آپ کی خانقاہ میں باقاعدہ آتے رہتے تھے جن میں سے بعض کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔

جب حضرت خواجہ سمرقند سے خلافت یاب ہو کر ہندوستان تشریف لائے تو اکبر کی مذہبی پالیسی کے منفی اثرات سارے ہندوستان پر پوری طرح مسلط ہو چکے تھے اکبر کے ساتھ حضرت خواجہ کی ملاقات کا کوئی عصری ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے البتہ آپ کے خلیفہ خواجہ حسام الدین احمد کی اکبر کے ہاں ملازمت، علیحدگی، جہانگیر کے ساتھ آپ کی متعدد مرتبہ ملاقات اور شاہجہاں کے ساتھ قریبی روابط کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔

اس عہد کے امراء میں سے چند ایک کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے:

مرزا عبدالرحیم خانِ خاناں، اکبر و جہانگیر کا منصب دار اور علماء، صوفیہ و شعراء کا مربی تھا، حضرت خواجہ کے ساتھ اس کی خصوصی ارادت کا تذکرہ ملتا ہے آپ نے حج کا

Marfat.com

ارادہ کیا تو اس نے زادِ راہ کے طور پر ایک لاکھ روپے پیش کئے جسے آپ نے قبول کرنے سے انکار کردیا وہ ہر سال بلا ناغہ خانقاہ کے خرچ کے لئے بارہ ہزار روپے بھیجا کرتا تھا جو خواجہ حسام الدین احمد کے زمانہ تولیت میں بھی جاری رہے۔اس کی وفات ۱۰۳۶ھ/ ۱۶۲۷ء کے بعد اس کے فرزندوں کے ساتھ بھی ہمارے حضرات کے تعلقات قائم رہے۔

خان خاناں سے بھی زیادہ قریبی تعلقات نواب مرتضٰی خان فرید بخاری کے ساتھ تھے، حضرت خواجہ کی خانقاہ شریفہ کے اخراجات اور درویشوں کے وظائف وہی ادا کرتے تھے ،حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکاتیب میں ان کے اس احسان کا تذکرہ کئی بار فرمایا ہے کہ نواب کی اعانت مالی سے ہمارے حضرت خواجہ کے درویشوں کی باطنی جمعیت قائم رہی موصوف حضرت خواجہ کے حین حیات ہی آپ کے خلفاء کی خدمت میں سلوک کی تکمیل کر چکے تھے حضرت خواجہ اپنے خطوط میں انہیں ''قبلہ گاہی'' لکھا کرتے تھے نواب صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی کے ''جرگہ مدان دولت اسلام'' میں اہم کردار ادا کیا اور حضرت کے کہنے پر جہانگیر کو دین حق سے آگاہ کیا۔

حضرت خواجہ کے ساتھ تیسری بڑی شخصیت نواب قلیج خان کے گہرے مراسم تھے حضرت خواجہ کے زوجہ محترمہ ان کی بہن تھیں خواجہ کلاں انہی کے بطن سے تھے، انہیں باقاعدہ حضرت خواجہ سے خلافت حاصل تھی وہ لاہور کے گورنر بھی رہے، متصلب سنی بزرگ تھے لاہور میں قرآن مجید اور حدیث شریف کا درس بھی دیتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے کئی مکاتیب ان کے نام ہیں جن میں ترویج شریعت کے لئے بادشاہ (جہانگیر) کو متوجہ کروانے کا ذکر ہے اور ان کی بدولت لاہور میں دین اسلام کو رواج حاصل ہوا جو حضرت مجدد الف ثانی کے نزدیک سارے ہندوستان میں رواج کے مترادف ہے۔

Marfat.com

نواب قلیج خان کے والد نواب خلج بہادر، زادالمعاد کی روایت کے مطابق اپنے بھائیوں کے ساتھ رنجش کے بعد ہندوستان میں ہی رہ پڑے تھے[1]۔ قیاس ہے کہ انہوں نے مغلوں کی مرکزی حکومت میں ملازمت کرنے کی بجائے بنگال کے حاکم اعلیٰ حضرت سلیمان خان کررانی (١٥٦٥۔١٥٧٣ء) کے ہاں ملازمت کر لی ہوگی، کررانی افغان شیر شاہ سور کے زمانہ میں متعارف تھے ان کا پہلا امیر جمال کررانی تھا جس کے چھ فرزند تھے یعنی

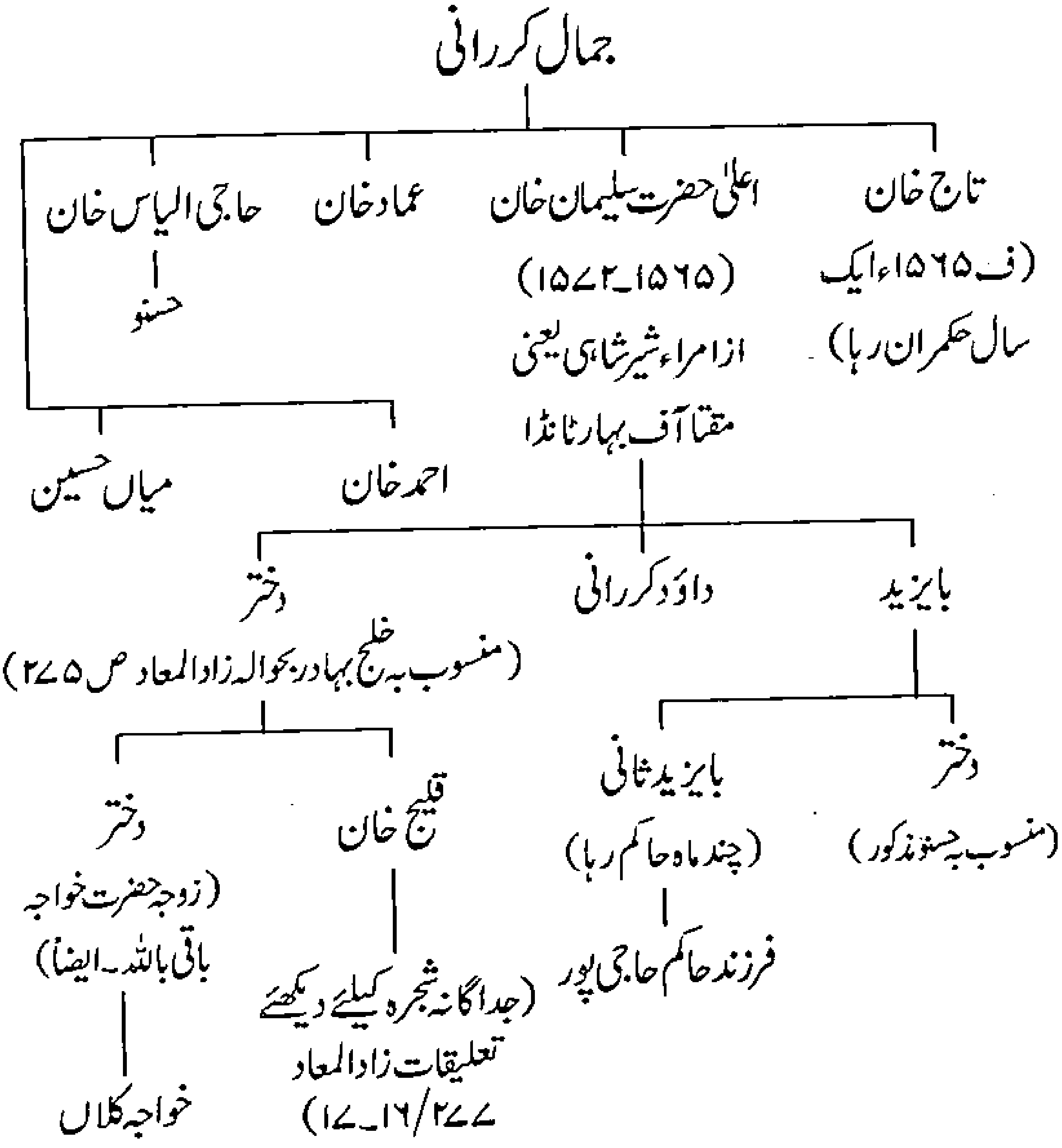

سلیمان کررانی علماء وصوفیہ کی بہت عزت کرتا تھا اس نے ٹانڈا میں تین مسجدیں بنوائیں، ایک گنبد بھی تعمیر کروایا، اس نے حضرت شیخ شرف یحییٰ منیری کے مزار کا

[1] زادالمعاد: ٢٧٥

Marfat.com

دروازہ بھی تیار کروایا[1]۔ اس نے یہ دروازہ ۹۷۷ھ/ ۱۵۶۹ء کو بنوایا اس پر ایک کتبہ بھی نصب ہے جس پر پروفیسر قیام الدین احمد نے تحقیق کی ہے اور اپنی کتاب میں (پلیٹ نمبر ۲۹) اس کا عکس بھی دیا ہے۔[2]

اس سلیمان کررانی کی دختر کی بیٹی حضرت خواجہ باقی باللہ کی زوجہ محترمہ تھیں جو نواب قلیچ خان کی بہن تھیں۔

حضرت خواجہ کے ایک اور بڑے منصب دار مرزا عزیز کوکہ کے ساتھ بھی اچھے مراسم تھے وہ اکبر کا رضائی بھائی تھا اور اکبر کو اس کی بے دینی پر تنبیہ کیا کرتا تھا جب ملک کے حالات مذہبی طور پر رہنے کے قابل نہ رہے تو وہ گجرات کی گورنری کے دوران بلا اجازت ہی ہندوستان چھوڑ کر حجاز مقدس چلا گیا وہاں اکبر کے مذہبی نظریات کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ کیا، اکبر کے بار بار بلانے پر وہ بدقسمتی سے واپس آ کر اکبر کے دین الٰہی میں داخل ہو گیا لیکن اکبر کی وفات اور جہانگیر کی تخت نشینی سے جب سیاسی حالات میں تبدیلی آئی تو اس کی حمیت دین بیدار ہونے لگی اور حضرت مجدد الف ثانی نے اسے خطوط لکھ کر مزید متوجہ کیا، جہانگیر اس کی بات سنتا تھا اس لئے حضرت مجدد الف ثانی نے اسے اس امر کی تاکید کی کہ وہ دینی مسائل اس کے گوش گزار کرے۔

ہمارا خیال ہے کہ کوئی راسخ العقیدہ امیر، عالم، صوفی یا شاعر ایسا نہیں ہوگا جو حضرت خواجہ کی خدمت میں آپ کی مبارک خانقاہ میں نہ گیا ہو حضرت خواجہ خود ادیب اور شاعر بھی تھے آپ کے وصال ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء کے بعد بھی امراء، علماء، صوفیہ اور

1- Ejaz Hussain: Bengal Sutanate (1205-1576) P. 207

2- Qayammul-ul-Din Ahmad" Corpus Arabic and Persian Inscriptions of Behar, P.152-55 - pp. 127, 145, 147, 148, 276-77

Dani, A.H: Muslim Architecture in Bengal. PP. 126, 167 (N)

Marfat.com

شعراء با قاعدہ اس خانقاہ میں حاضر ہوتے تھے حضرت خواجہ کے دونوں فرزندان گرامی خواجہ کلاں اور خواجہ خرد شاعر اور بلند پایہ مولف تھے پھر اس عہد کا ماحول ہی کچھ ایسا علمی و ادبی تھا کہ اہل علم اس اتنے بڑے مرکز سے الگ نہیں رہ سکتے تھے، خانقاہ کے متولی اور منتظم خواجہ حسام الدین احمد خود بڑا علمی ذوق رکھتے تھے آپ کے حکم پر شیخ محمد اسماعیل رشدی نے حضرت خواجہ کے نثر و نظم کے رسائل، ملفوظات و مکتوبات جمع کئے تھے، خانقاہ شریف میں ادبی محافل بھی ہوتی تھیں خواجہ خرد کے ایک مرید مخلص خواجہ کمال محمد سنبھلی نے ایسی کئی مجالس کا تذکرہ کیا ہے، ایک مجلس کا حال لکھتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ مسجد شریف کے در و دیوار سے وجد و ادب کی چاشنی نمایاں ہو رہی تھی۔

یہ بات یاد رہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی یہ مبارک خانقاہ یا دعوت و ارشاد کا مرکز فیروز شاہ تغلق کے تعمیر کردہ قلعہ فیروز آباد، دہلی میں تھا جس میں ایک وسیع اور بلند و بالا جامع مسجد بھی تھی اسی مسجد میں یہ تمام حضرات سلوک کی مشق و عبادات میں مصروف رہتے تھے یہ مرکز کبھی بھی حضرت خواجہ کے مدفن مبارک پر نہیں تھا بلکہ آپ کا روضہ شریف تو دہلی کے مشہور قبرستان قدم شریف میں ہے جو فیروز آباد سے کوسوں دوری کے فاصلہ پر ہے جہاں کبھی بھی آپ کے فرزندان گرامی بطور متولی نہیں بیٹھے تھے بلکہ متولی تو حضرت خواجہ حسام الدین کی اجازت سے مقرر ہوتے تھے جو روضہ مبارک کی زیارت کے لئے آنے جانے والوں کی خدمت کرتے تھے، ہمیں اس وقت تک معلوم نہیں ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کا قلعہ فیروزی والا مرکز دعوت و ارشاد کب تک فعال رہا جب ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء کو حضرت خواجہ نے وہاں قیام فرمایا تو اسکی جامع مسجد شکستی کا شکار ہو چکی تھی کچھ حصہ گر بھی گیا تھا خواجہ حسام الدین احمد اکتیس سال تک اس مرکز اور مسجد کی خدمت کرتے رہے یعنی اپنے وصال ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء پھر حضرت خواجہ کے دونوں فرزندان گرامی حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ کی حیثیت سے اس خانقاہ مبارک میں

Marfat.com

تشنگان کو فیض یاب کرتے رہے اپنے وصال ۱۰۷۳ھ اور ۱۰۷۴ھ/ ۱۶۶۵ء اور ۱۶۶۶ء تک یہ صاحبزادگان یہیں مصروف کار رہے، دونوں کی کثیر اولاد تھی، خواجہ خرد نے اپنے فرزند کلاں کو وصال سے پہلے اپنا جانشین بنایا تھا ہمارا قیاس ہے کہ اورنگزیب عالمگیر کے عہد (۱۰۵۸۔۱۱۱۸ھ/ ۱۶۴۸۔۱۷۰۷ء) تک یہ خانقاہ آباد رہی پھر کسی وقت اس کی عمارت مکمل طور پر گر گئی، کیا یہ حضرات دہلی میں کہیں اور منتقل ہو گئے تھے؟ جس کا ہمارے پاس اس وقت تک کوئی ثبوت نہیں ہے، سکھوں کے ہاتھوں سرہند شریف کی تباہی ۱۱۷۰ھ، اور ۱۷۶۴ء بہ بعد وہاں سے حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد نے ہجرت کی اگر حضرت خواجہ کی خانقا اس وقت تک فعال ہوتی تو ان بزرگوں کی سب سے اہم پناہ یہی ہوتی، اس وقت نقشبندی سلسلہ کی دو خانقاہیں فعال تھیں اوّل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور دوسری خانقاہ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید اس کے برعکس صاحبزادگان حضرت مجدد الف ثانی کا اضطراب کی حالت میں حضرت میرزا مظہر کے پاس آنے کا ذکر ان کے مکاتیب میں ملتا ہے۔[1]

جس کا مفہوم واضح ہے کہ اٹھارہویں صدی عیسوی تک حضرت خواجہ کی خانقاہ ختم ہو چکی تھی۔

آیئے اس سیاسی، معاشرتی اور مذہبی پس منظر میں حضرت خواجہ باقی باللہ اور آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے مبارک احوال کا مطالعہ کریں۔

---

[1] ہم نے مقامات مظہری کے مقدمہ میں سرہند شریف کی تباہی کی تمام تر تفصیلات درج کر دی ہیں۔ (ص ۳۵۔۵۱ طبع دوم)

Marfat.com

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ
خواجہ حسام الدین احمد کے مرشد

حضرت خواجہ باقی باللہ کے اجداد سمرقند کے اہل علم اور صاحبِ دل اصحاب تھے، آپ کے والد گرامی قاضی عبدالسلام خلجی قرشی سمرقندی ایک عالم باعمل اور صاحب وجد وحال بزرگ ہے[۱] ان کی نسبت قاضی سے عیاں ہے کہ وہ خود یا ان کے اجداد ماوراء النہر کے قاضی رہے ہوں گے۔

قاضی عبدالسلام سمرقند سے کابل آگئے تھے، وہیں شادی کی[۲]، ان کے سسرال والوں کا وطن اصلی کابل ہی تھا، حضرت خواجہ کی ایک خالہ بھی کابل میں رہتی تھیں جنہوں نے کم سنی میں حضرت خواجہ کی پرورش کی تھی، جنہیں آپ نے اپنے قیام دہلی کے دوران (۱۰۰۸۔۱۰۱۲ھ/۱۵۵۹۔۱۶۰۳ء) دہلی بلالیا تھا، ان کے ایک فرزند خواجہ محمد قاسم بھی ہمراہ آئے تھے جنہوں نے خواجہ حسام الدین احمد کے دامنِ تربیت سے وابستہ ہوکر کمال حاصل کیا تھا۔[۳]

وہیں کابل میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی ۹۷۱ یا ۹۷۲ھ کو ولادت ہوئی[۴]۔ ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء کو آپ کا دہلی میں وصال ہوا[۵]، اس

---

[۱] بدرالدین سرہندی: حضرات القدس ۱/ ۳۵۰ خطی [۲] بدرالدین سرہندی: حضرات القدس ۱/ ۳۵۰ خطی [۳] خواجہ کلاں: زادالمعاد: ۲۷۵ [۴] محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات: ۵

[۵] کلیات خواجہ باقی باللہ: ۶۵

Marfat.com

اعتبار سے ۱۰۱۲ھ - ۴۰: ۱۶۰۳ء کو ترجیح حاصل ہے، وصال کے وقت عمر مبارک صرف چالیس سال کی تھی۔

آپ نے اپنے مکاتیب میں اپنا نام محمد الباقی لکھا ہے [۱]، آپ کا نام عبد الباقی بھی ہے، آپ کے خلیفۂ نامدار حضرت مجدد الف ثانی، اس نام کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

مخدوما مراد از ترکیب لفظ عبد الباقی معنی اضافی است نہ معنی علمی ہر چند بابلغ وجوہ اشعاری بمعنی علمی ہم دارد یعنی پیر من ہر چند بندۂ باقی است، اما متکفل تربیت من اللہ باقی است ایں جا کدام تحریف ست و چہ سوئے ادب، اللہ تعالیٰ انصافی بدہد [۲]

مکتوبات کی جلد اول کے جامع شیخ یار محمد جدید بدخشی طالقانی جو آپ کے خلیفہ بھی تھے حضرت خواجہ کے نام کے ساتھ موید الدین الرضی ...... نقشبندی الاحراری لکھا ہے [۳]، اسی طرح ملفوظات حضرت خواجہ کے جامع نے ابو الوقت خواجہ محمد الباقی النقشبندی الاویسی لکھا ہے [۴] خواجہ کلاں بن حضرت خواجہ نے آپ کا نام ''موید الملت والدین الرضی ابو الوقت خواجہ محمد الباقی قدس سرہ درج کیا ہے [۵]

حضرت خواجہ کے بہت سے القاب تھے جن میں سے ''خواجہ بیرنگ'' زیادہ مشہور ہوا، زاد المعاد میں اکثر مقامات پر یہی لقب استعمال ہوا ہے۔

حضرت خواجہ اویسی طور پر حضرت خواجہ احرار اور دیگر مشائخ سے فیض یاب

---

[۱] کلیات خواجہ باقی باللہ رقعات: ۷، ۳۸، ۴۳ [۲] مجدد الف ثانی: مکتوبات ۳/۱۲۱/۵۶۴ [۳] مکتوبات ۱/۱/۶ [۴] کلیات: ۱۹

[۵] خواجہ کلاں: مبلغ الرجال، خطی ورق ۸ ۔ الف

Marfat.com

ہوتے رہتے تھے، اس لئے آپ کی ایک نسبت اویسی بھی ہے۔

حضرت خواجہ کا نسب

حضرت خواجہ نسباً خلجی ترک (ت اور ر پر زبر) تھے، معاصر ماخذ زاد المعاد میں نواب خواجہ محمد قلیج خان کے احوال کے ضمن میں درج ہے:

......خواجہ......محمد قلیج ......طغائی راقم حروف احقر عبید اللہ (خواجہ کلاں) اند واجداد کرام ایشاں راشرف ہم قومی وہم الوسی بہ خاندان بزرگ پدری حضرت خواجہ ثابت است، ووالد شریف ایشاں میر محمد جان المدعوبہ خلج بہادر اواسط عہد پادشاہِ معظم اکبر پادشاہ از قرشی کہ مستقر ومسکن الوس اخلاج قتلمشیہ"[1]

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱......نواب قلیج خان خواجہ کلاں بن حضرت خواجہ کے ماموں تھے۔

۲......ان کے خاندان کے ساتھ حضرت خواجہ کی "ہم قومی وہم الوسی" ثابت ہے۔

۳......نواب قلیج خان کے والد میر محمد جان مدعوبہ خلج بہادر اکبر کے وسط عہد میں ہندوستان آئے تھے۔

۴......میر محمد جان خلجی بہادر کا اصلی وطن علاقہ قرشی تھا جو خلجیان قتلمشیہ کا مسکن تھا۔

یہ معاصر اور خاندانی روایت ہے جو براہِ راست اس خاندان سے قرابت قریبہ کی بنیاد پر لکھی گئی ہے یعنی نواب قلیج خان کی بہن حضرت خواجہ کی زوجہ محترمہ تھیں جو میر محمد جان خلج بہادر کی بیٹی تھیں گویا وہ مولف زاد المعاد یعنی خواجہ کلاں کے نانا تھے۔

دوسرے معاصر ماخذ حضرات القدس کی طرف رجوع کیا گیا تو حضرت خواجہ

---

[1] خواجہ کلاں: زاد المعاد ۲۷۵

Marfat.com

کے والد کے نام کے ساتھ ان کی نسبت ''قاضی عبدالسلام خلیجی سمرقندی قریشی'' لکھی ہوئی ملی۔[1]

حضرات القدس کی جلد اول کا فارسی متن تاحال مرتب ہو کر شائع نہیں ہوا اس کا لاہور میوزیم کا دریافت شدہ نسخہ بہت موخر اور اغلاط سے پُر ہے، اس نسبت میں دو غلطیاں کتابت کی ہیں خلجی کو خلیجی اور قرشی کو قریشی لکھا گیا ہے۔

پاکستان و ہند میں نسبت قرشی کم رائج ہے یہاں کے باشندوں نے عرب قرشی اور وسطی ایشیاء کے علاقہ قرشی کے رہنے والوں کو ایک ہی بنا دیا ہے۔[2]

حضرت خواجہ کے منظوم کلام سے آپ کا ترک ہونا ثابت ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

اے صبح بروں میا کہ ترکان مستند
وی شب بنشین کہ فتنہ برخاستہ است

ایک اور شعر جو آپ نے اپنے فرزند خواجہ خرد محمد عبداللہ کی تاریخِ ولادت کے سلسلہ میں کہا ہے، یہ ہے:

گل شکری بوالعجبی دست داد
شکر ہندی و گل ترک زاد

یعنی آپ نے اپنے فرزند کو ایسا گل شکر یعنی گلقند بتایا ہے جس کی شکر ہند کی ہو اور پھول ترک کا ہو، اس سے معلوم ہوا کہ اس فرزند کی والدہ کشمیر کی تھیں اور پدر

---

[1] بدرالدین سرہندی: حضرات القدس ۱/ ۳۵۱ خطی نسخہ لاہور میوزیم [2] یہی حال حضرات القدس کے اردو ترجمہ از مولانا احمد حسین خان امروہوی کا ہے (۱/ ۲۱۳) مترجم نے متن فارسی پر اضافہ کرتے ہوئے آپ کا نام ''حضرت سید رضی الدین معروف خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ لکھا ہے جو متن سے مطابقت نہیں رکھتا گویا مترجم نے قرشی کو قریشی پڑھ کر اس پر لفظ سید کا اضافہ کر دیا۔

Marfat.com

بزرگوار ترک ہیں۔ [۱]

گویا حضرت خواجہ کی علاقائی نسبت قرشی ہے قریشی نہیں۔

ظفر نامۂ یزدی میں ہے:

''سبب اشتہار آں شہر بہ قرشی آں شد کہ کبک خان در دو فرسخی نسف ونخشب قصری بنا نمود و مغول قصر را قرشی خواند'' [۲]

کبک خان دو مرتبہ حکمران بنا اول ۷۰۹ھ/ ۱۳۰۹ء اور دوسری مرتبہ ۷۱۸ھ/ ۱۳۱۸ء۔ ۷۲۶ھ/ ۱۳۲۶ء [۳]

شہر قرشی (نخشب پیش از اسلام و نسف بعد از اسلام) نام کنونی خود را آں کاخ اخذ کردہ (قرشی در مغولی و ترکی بہ معنی کاخ است) [۴]

بخارا و کش (شہر سبز) و نسف (قرشی) را ہم جز سغد می شمارند [۵]

کبک خان مذکور مرتے دم کافر ہی رہا۔ [۶]

گویا حضرت خواجہ نسباً خلجی تھے اور آپ کے اجداد کا مسکن قرشی تھا اس لئے آپ کی نسبت ''خلجی قرشی'' متعین کی جائے گی۔

اب دوسری بحث کی طرف آیئے کہ آپ نے خود کو اپنے اشعار میں ترک لکھا ہے اسے جدید تحقیقات کے مطابق تُرک (ت کی پیش) نہیں پڑھیں گے بلکہ حضرت خواجہ کا جن علاقوں سے تعلق تھا وہاں تُرکان (باشندگان ترکی) آباد نہیں تھے بلکہ وہ خالصتاً افغان تھے جو تَرک (ت اور ر پر زبر) تھے، یہ اشتباہ عرب مورخین کو

---

۱ مستفاد از مقدمۂ مولانا ابوالحسن زید فاروقی بر کلیات خواجہ باقی باللہ ص ۱۲ ۲ یزدی: ظفر نامہ ۸۵/۱ ۳ زامباور: معجم الانساب ۳۷۰ ۴ بارتولد: گزیدۂ مقالات تحقیقی بارتولد ترجمہ کریم کشاورز ص ۱۳۰ ۵ ایضاً ص: ۴۴۴ بحوالہ اصطخری ۶ ایضاً ص: ۱۳۰

Marfat.com

اس خالص افغانی نسبت پر اعراب نہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے گویا خلجی تُرک نہیں تَرک تھے۔[1]

گویا اب حضرت خواجہ کا پورا نام نامی اس طرح ہوگا:

''خواجہ محمد الباقی (باقی باللہ) بن قاضی عبدالسلام خلجی تَرکی قرشی سمرقندی کابلی دہلوی''

اب ایک اور اہم نکتہ کی طرف توجہ فرمایئے کہ مولفِ زاد المعاد نے اپنی ایک اور کتاب مبلغ الرجال میں اپنا نام اس طرح لکھا ہے:

خانہ زاد خواجہ آفاق سبط آلِ النبی موید الملۃ والدین الرضی ابوالوقت خواجہ محمد الباقی قدس سرہٗ احقر عَبید اللہ عُبید اللہ[2]

اس سے عام قاری یہی خیال کرے گا کہ حضرت خواجہ نسباً سید تھے، یہ حقیقت ہے کہ عربی میں سبط صرف نواسہ کو کہتے ہیں۔

زبدۃ المقامات میں ہے کہ حضرت خواجہ کی والدہ ماجدہ ''از دودمانِ سیادت بود''[3]

یعنی آپ کی والدہ سادات میں سے تھیں، حضرات القدس میں ہے کہ آپ کا نسب والدہ کی طرف سے شیخ عمر باغستانی تک پہنچتا ہے[4] جو حضرت خواجہ احرار کے جد مادری تھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کی نانی بھی سیدہ تھیں:

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حبیبی، عبدالحی: ''رفع یک اشتباہ قدیم در بارۂ تُرک و تَرک واصل خلجیان افغانی'' (مقالہ مشمولہ یادنامۂ ایرانی مینورسکی: ۶۰۔۷۶) [2] خواجہ کلاں: مبلغ الرجال، خطی مخزونہ خانقاہ شاہ ابوالخیر، دہلی، ورق: ۲۔۱ [3] زبدۃ المقامات ص: ۸

[4] یعنی حضرت خواجہ احرار کی والدہ کا نسب حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق تک واصل ہوتا ہے مادر خواجہ احرار بنت خواجہ داؤد بن خواجہ خاوند طہور بن شیخ عمر باغستانی (سترہ واسطوں سے ان کا نسب حضرت عمر فاروق سے واصل ہوتا ہے) عارف نوشاہی: احوال وسخنان خواجہ عُبید اللہ احرار: ۲۹۔۳۱

Marfat.com

والدۂ ایشان از جانب والدہ از دودمان سیادت بودند[1]

گویا اسی مولف بزرگ خواجہ کلاں نے اپنی دوسری مذکورہ کتاب میں اپنی والدہ کے نسب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ سادات میں سے تھیں، اس لئے میں مادری نسبت سے ''سبط آل النبی'' یعنی سید ہوں۔

غالباً اسی غلط فہمی کی بنیاد پر حضرت خواجہ باقی باللہ کی اولاد نے ۱۹۱۳ء میں اپنے آپ کو سید لکھنا شروع کر دیا تھا، حضرت خواجہ کی قبر مبارک پر جو کتبہ ہے اس میں آپ کو سید ہی لکھا گیا ہے جو بالکل غلط ہے، مولانا قاضی عالم الدین نے مکتوبات حضرت خواجہ کا جو اردو ترجمہ لاہور سے شائع کیا تھا اس میں شامل شجرۂ نسب میں آپ کی اولاد کو سید ہی لکھا گیا ہے[2]۔ جو مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں غلط ہے۔

---

[1] حضرات القدس: ۱/۳۵۱

[2] اس سلسلہ کے بعض تاملات کے لئے دیکھئے کتاب حاضر پر ہمارے تعلیقات: ۲۲۹/ ۳۔۶

Marfat.com

حصول علم

حضرت خواجہ عالم جوانی میں حصولِ علم کی طرف راغب ہوئے[1] اس عہد کے ایک بڑے عالم مولانا صادق حلوائی[2] کی خدمت میں قیام کابل کے دوران تحصیل کا آغاز کیا، ۹۷۸ھ/ ۱۵۷۰ء کو جب وہ حج سے واپس آئے تو مرزا محمد حکیم نے انہیں کابل میں روک لیا اور بہت ہی تواضع واحترام سے پیش آیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا صادق متعدد مرتبہ سمرقند سے کابل آتے اور جاتے رہتے ہوں گے ان کے مذکورہ سنہ میں مولانا سے حضرت خواجہ کا استفادہ ممکن نہیں ہے کیوں کہ حضرت خواجہ جن کی ولادت ۹۷۲ھ کو ہوئی تھی اس وقت صرف چھ سال کے تھے، یقیناً اس کے

---

[1] حضرات القدس: ۱/ ۳۵۲ [2] مولانا صادق حلوائی سمرقندی، شمس الآئمہ حلوائی کے نبیرے تھے اسی نسبت سے یہ بھی حلوائی کہلائے، حج پر جاتے ہوئے لاہور میں ٹھہرے تو ایک مدت تک یہاں درس دیا، پھر واپس آئے تو سمرقند جاتے ہوئے ہندوستان میں قیام کیا۔ سمرقند جاتے ہوئے کابل سے ۹۷۸ھ/ ۱۵۷۰ء کو گذر رہے تھے کہ وہاں کے حاکم مرزا محمد حکیم نے بہت ہی احترام کیا اور متداولات کا ان سے درس لیا۔ مولانا کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے، صاحب دیوان شاعر تھے عبدالقادر بدایونی نے نمونہ کلام دیا ہے اسی طرح امین رازی نے بھی اشعار کا انتخاب دیا ہے، ملا صادق حلوائی کا انتقال ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء کو ہوا (تاریخ محمدی ۲/ ۵/ ۴۸)، ملاحظہ ہو:

(۱) امین رازی: ہفت اقلیم ۳/ ۱۵۶۰ (۲) طبقات شاہ جہانی ورق ۸۲ ب

(۳) عبدلقادر بدایونی: منتخب التواریخ ۳/ ۱۷۵۔۱۷۶

یقیناً مولانا صادق حلوائی کئی کتابوں کے مصنف ہوں گے لیکن تذکرہ نویسوں نے ان کا ذکر نہیں کیا، مرتب کتاب حاضر نے ۲۰۰۱ء میں پاکستان کے مشہور مخطوطہ شناس جناب خلیل الرحمن داؤدی مرحوم (لاہور) کے پاس مولانا صادق حلوائی کا حاشیہ علی شرح حسام الدین علی ایساغوجی کا خطی نسخہ دیکھا تھا

جہانگیر نے ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء کو مولانا صادق حلوائی کے فرزند قاضی عارف کو کابل کی صدارت و قضا تفویض کی (توزک جہانگیری: ۶۱)

Marfat.com

بعد تحصیل کا آغاز کیا اور انہی کے ساتھ عازم سمرقند ہوئے حضرت خواجہ کی استعداد وہمت بلند تھی جلد ہی فراغت حاصل کر لی اور دقیق سے دقیق ترین کتابوں کی فہم تفہیم کی قابلیت حاصل کر کے روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے، مولانا صادق حلوائی کے علاوہ کسی سے حضرت خواجہ کی تحصیل کا ذکر نہیں ملتا، حضرت خواجہ نے حضرت حاجی عبدالرحمن رمزی بدخشی سے مصافحہ کی سعادت حاصل کی تھی اور آپ کے تین خلفاء میاں شیخ تاج الدین سنبھلی، میر محمد نعمان بدخشی اور حضرت مجدد الف ثانی کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی تھی، حاجی رمزی کی یہ سند مصافحہ شیخ سعید معمر حبشی سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے واصل ہوتی ہے۔[1]

تلاشِ شیخ

حضرت خواجہ زمانہ طالب علمی میں ہی اہل دل اور صوفیہ سے ملتے رہتے تھے، جلد ہی علم ظاہری کی تحصیل ترک کردی اور تلاش شیخ میں سرگرداں رہنے لگے[2]۔ کابل میں آپ نے خواجہ عبید کابلی[3] کے ہاتھ پر بیعت توبہ کی[4] یہ وہ زمانہ ہے جب

---

[1] سنوات الاتقیاء (اقتباسات کے لئے ملاحظہ ہو مقامات معصومی ۴/۴۶۔۵۰) [2] حضرات القدس ۱/۳۵۲ [3] خواجہ عبید کابلی، مولانا لطف اللہ (ف ۹۷۹ھ/۱۵۷۱ء) کے خلیفہ تھے، جو مولانا خواجگی کاسانی (ف ۹۴۹ھ/ ۱۵۴۲ء) کے خلفاء میں تھے، خواجہ عبید کابلی ہندوستان تشریف لائے تھے اور انہیں یہاں سے بعض دینی امور کی انجام دہی کے لئے صوبہ ٹھٹھہ بھیجا گیا، ان کا وہیں انتقال ہوا اور وہیں دفن کئے گئے (نسمات القدس، خطی نسخہ مرکز تحقیقات فارسی اسلام آباد ص: ۱۴۸)، لیکن خطی نسخہ کتابخانہ عارف حکمت، مدینہ منورہ میں آپ کو صوبہ تبت بھیجنے کا ذکر ہے (ورق ۱۲۷۔۱) سید محبوب حسن واسطی نے نسمات القدس کے اردو ترجمہ میں بھی یہی دیا ہے (ص: ۲۶۷) جو درست معلوم نہیں ہوتا ہمارے نزدیک ٹھٹھہ جانے کو ترجیح حاصل ہے۔

[4] کلمات خواجہ باقی باللہ ص: ۲۰

Marfat.com

مرزا محمد حکیم نے خواجہ عبید کو کابل میں طالبانِ طریقت کی تربیت میں مصروف رکھا ہوا تھا[1] حضرت خواجہ نے یہ بیعت کم عمری میں کی ہوگی۔

حضرت خواجہ خود لکھتے ہیں کہ اس بیعت توبہ کے بعد استقامت کی توفیق نہیں ہوئی تھی، سمرقند میں حضرت افتخار شیخ جو کہ حضرت خواجہ احمد یسوی کی اولاد میں سے تھے کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی درخواست کی وہ اس پر رضامند نہ ہوئے اور فرمایا کہ تم ابھی جواں ہو لیکن میرا ارادہ پختہ تھا اس لئے فاتحہ پڑھ کر فرمایا کہ خدا استقامت دے، خواجہ افتخار شیخ کی فراست صحیح ثابت ہوئی اور میری عزیمت میں عجیب خرابیاں واقع ہوئیں پھر بغیر کسی تصنع اور اختیار کے میں حضرت امیر عبداللہ بلخی کی خدمت میں حاضر ہوا اور توبہ کی تجدید کا ظہور ہوا، ان سے مصافحہ کرتے ہی ایسی نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوئی کہ امید ہے کہ اس کی برکات تا قیامت رہیں گی۔

کچھ عرصہ کے لئے توبہ نگہداشت کی حدود میں رہی پھر اس پر اسم المُضِلّ کی تاثیر رہی، آخر اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے عالم رویا میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری کی خدمت میں "صورت توبہ منعقد" ہوئی اور اس طرح طریقہ اہل اللہ میں دخل حاصل ہوا، اس مقولہ کے مطابق کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کافی ہے، میں ہر طرف ہاتھ مارتا پھر رہا تھا، آخر بعض بزرگوں نے یہ فرمایا وہ ذکر جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل ہو کر آتا ہے مفید ہوتا ہے، اب یہی خواہش ہوئی کہ کسی بزرگ سے ذکر، مراقبہ اور اس سلسلہ کے اوراد حاصل کئے جائیں اور انہی کو جاری رکھا جائے، پس انہی کی صحبت میں دو سال تک رہا، میں نے سن رکھا تھا کہ جب تک ایک سالک تقریباً چالیس سال تک لا الہ کی منزل طے نہ کر لے وہ اِلّا اللہ کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔[2]

---

[1] نسمات القدس: ۱۴۸ [2] کم ت ۲۰ـ۲۱ (خود نوشت احوالِ حضرت خواجہ)

Marfat.com

حضرات القدس میں ہے کہ حضرت خواجہ بلخ اور بدخشاں میں بھی رہے، بلخ میں امیر عبداللہ بلخی کی خدمت میں دو سال قیام کا آپ نے ذکر کیا ہے لیکن آپ نے اپنے خودنوشت احوال میں کسی سنہ کا ذکر نہیں کیا، خواجہ عبید کابلی کے بعد جب آپ حضرت افتخار شیخ کی خدمت گئے تو بیعت کی درخواست پر انہوں نے فرمایا کہ تم ابھی جواں ہو، اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ آپ حدود بیس سال کے ہوں گے یعنی اس وقت ۹۹۲ھ (ولادت ۹۷۲+۲۰=۹۹۲ھ) ہوگا اسی طرح جب آپ امیر عبداللہ بلخی کی خدمت میں دو سال رہے تو آپ حدود ۹۹۴ھ/۱۵۸۶ء کو ہندوستان تشریف لائے، اور لاہور میں قیام کیا، اکبر بادشاہ بعض مہمات کے سلسلہ میں ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۶ء تا شعبان ۱۰۰۶ھ/ ۱۵۹۸ء لاہور میں مقیم رہا[1] لاہور میں حضرت خواجہ کا قیام پہلی مرتبہ کتنے سال کا تھا یہ حتمی طور پر معلوم نہیں ہے، یہاں آپ اہل دل حضرات کی تلاش میں طویل سفر کرتے رہے، بیابانوں، قبرستانون، ویرانوں اور باغوں میں اولیاء اللہ کی تلاش آپ کا معمول تھا۔[2]

لاہور سے آپ نے کئی اور شہروں کا سفر اسی سلسلہ میں کیا، شیخ علی بابا والی ثم کشمیری[3] (ف ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۹۳ء) کی خدمت میں کشمیر حاضر ہوئے اور دو سال تک ان کی خدمت میں رہے[4] ،حضرت خواجہ خود فرماتے ہیں:

---

[1] اکبر کے قیام لاہور کے یہ سنین ۹۹۴۔۱۰۰۶ھ وی اے کی سمتھ کی کتاب اکبر دی گریٹ مغل میں شامل توقیت سے ماخوذ ہیں [2] حضرات القدس ۱/ ۳۵۳ [3] بابا علی والی کا تعلق قصبہ وال سے تھا جو توابع بدخشان کے قریہ ختلان میں واقع ہے، موصوف سلسلہ کبرویہ میں شیخ حسین خوارزمی اور شیخ محمد شریف حسین سے ارادت رکھتے تھے (تاریخ کشمیر اعظمی: ۱۰۹۔۱۱۰) وہ سلسلہء نقشبندیہ میں بھی مجاز تھے (کلیات خواجہ باقی باللہ (ملفوظات ص: ۲۱) مفتاح العارفین ورق ۳۲۶۔ اور تاریخ محمدی ۲/ ۵/ ۲۰ میں بابا والی کا سال وفات ۱۰۰۲ھ ہے لیکن مقامی مورخ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے ۱۰۰۱ھ دیا ہے (تاریخ کشمیر ۱۱۰) [4] ایضاً: ۱۱۰

Marfat.com

آخر کشمیر پہنچا حضرت شیخ باباوالی قدس اللہ بسرہ العالی کی خدمت میں حاضر ہو کران کی برکات سے بہرہ یاب ہوا۔[1]

ان کے نام کے ساتھ دعائیہ جملہ قدس سرہ سے اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ اس وقت تک ان کا وصال ہو چکا تھا، حضرت خواجہ نے کوئی سنہ نہیں لکھا، دو سال قیام کشمیر کی مدت تاریخ کشمیر سے ماخوذ ہے

حضرت خواجہ میرٹھ کے ایک گاؤں گڈھ مکتسیر بھی گئے تھے جہاں آپ سلسلہ شطاریہ کے شیخ خواجہ الہ بخش گڈھ مکتسیری[2] (ف ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۹۳ء) کی خدمت میں گئے حضرت خواجہ نے انہیں مرید محبوس حق و مجذوب وجہ مطلق میر سید علی قوام جونپوری[3] بتایا ہے۔

حضرت خواجہ کے خلیفہ شیخ تاج الدین سنبھلی جو کہ شیخ الہ بخش سے بیعت تھے ترغیب دی کہ حضرت خواجہ ان سے بیعت کرلیں لیکن جب اس معاملہ میں حضرت خواجہ نے استخارہ کیا تو انہیں نقشبندی مشائخ کی اس میں رضامندی ظاہر نہ ہوئی، جب حضرت خواجہ ماوراء النہر سے واپس آئے تو شیخ الہ بخش کا ۱۰۰۲ھ کو انتقال ہو چکا

---

[1] کلیات: ۲۱ [2] شیخ الہ بخش گڈھ مکتسیری سلسلہ عشقیہ شطاریہ کے مشائخ میں سے تھے، میر سید علی قوام جونپوری کے خلیفہ تھے، شیخ الہ بخش شطاری نے اوراد واذکار کے موضوع پر مونس الذاکرین کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جو بریلی سے ۱۸۸۸ء کو طبع ہوئی اس میں انہوں نے اپنے مریدین کا بھی ذکر کیا ہے، جس میں حضرت خواجہ باقی باللہ کا نام شامل نہیں ہے البتہ حضرت خواجہ کے خلیفہ میاں شیخ تاج خان سنبھلی کا نام موجود ہے (ص: ۳۵۶) اگر حضرت خواجہ نے ان سے بیعت کی ہوتی تو وہ آپ کا ذکر ضرور کرتے، شیخ الہ بخش کا ۹ رمضان ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۹۴ء کو انتقال ہوا، ملاحظہ ہو:

(۱) محمد صادق ہمدانی: طبقات شاہ جہانی، ورق ۲۵۷۔اب (۲) الہ بخش گڈھ مکتسیری: مونس الذاکرین (۳) کمال محمد سنبھلی: اسراریہ: ۳۷۹ [3] کلیات خواجہ باقی باللہ: ۱۴۹

Marfat.com

تھا، حضرت خواجہ تاحیات ان کے فقر ونیسی کے قائل رہے۔[۱]

خواجہ خرد نے لکھا ہے:

حضرت خواجہ جیو، شیخ الہ بخش گڈھ مکتیسری رابسیار تعریف می کردند و بجذبہ می ستودند و می فرمودند کہ چوں ایشاں در ہندوستان کسی ندیدہ ایم۔[۲]

انہی ایام میں حضرت خواجہ ایک اور ولی سے ملاقات کے لئے لدھیانہ بھی گئے تھے جو پنجاب کے مشہور مقام جالندھر کا ایک ضلع ہے[۳] وہاں آپ میر سید علی[۴] لدھیانوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان سے طریقہ کی طلب کی تو سید صاحب نے مراقبہ توحید بیان فرمایا، حضرت خواجہ ان دنوں اس سے بالاتر روحانیت کی منازل سے گذر رہے تھے، حضرت خواجہ نے عرض کی کہ اس کے علاوہ کچھ اور فرمایئے توانہوں نے کہا کہ اس سے بالاتر کیا ہو سکتا ہے؟ حضرت خواجہ خاموش ہو گئے، خواجہ خرد نے لکھا ہیں:

حضرت خواجہ در ایام طلب بخدمت سید علی لودیانہ رسیدند واز ایشاں طلب بیان طریقہ نمودند، سید مراقبۂ توحید بیان کردند، درآں ایام حضرت

---

۱ زبدۃ المقامات: ۷۰ ۲ شرح رباعیات: ۹۶

۳ لدھیانہ، جس کا قدیم املا لودھیانہ اور لودیانہ ہے (منتخب التواریخ: ۳/ ۶۴) برطانوی عہد میں لدھیانہ جالندھر پنجاب کا ایک ضلع تھا (اپریل گزیٹیئر: ۱۶/ ۱۹۹۔۲۰۷)

۴ میر سید علی لدھیانوی، شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی کے خلیفہ تھے، پابند شرع بزرگ تھے، امراء وفقراء کے مرجع تھے، مرزا نظام الدین احمد مولف طبقات اکبری، ان کے خویش محمد جعفر اور عبدالقادر بدایونی صاحب منتخب التواریخ، میر سید علی کی خدمت میں لدھیانہ جایا کرتے تھے، ان کا وصال ۱۰۰۲ھ یا ۱۰۰۳ھ/ ۹۴۔۱۵۹۵ء کو ہوا (منتخب التواریخ: ۳/ ۶۴۔۶۵)

Marfat.com

خواجہ ازیں مقام بالاتر قدم نہادہ بودند، گفتند کہ چیزی دیگر بیان کند، سید فرمودند بالاتر ازیں چہ می باشد، حضرت خواجہ ساکت شدند [1]

اسی طلب اور تلاش مشائخ کے دوران حضرت خواجہ دہلی بھی آئے اور سلسلہ چشتیہ کی مشہور خانقاہ شیخ عبدالعزیز چشتی[2] (۸۹۸ـ۹۷۵ھ/ ۱۴۹۲ـ۱۶۶۷ء) کے فرزند وجانشین شیخ قطب عالم[3] (ف ۱۰۲۴ھ/ ۱۶۱۵ء) کی خدمت میں بھی گئے اوران سے اس سلسلہ کے ''بعض اوراد و رواتب'' سیکھے اور وہاں رہ کر ان کا ورد کرتے رہے، پھر یہیں سے حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے روحانی اشارہ پر براستہ لاہور ماوراء النہر کی طرف روانہ ہوئے، خواجہ کلاں لکھتے ہیں:

......شیخ قطب الدین محمد المشہور بالقطب العالم رحمہ اللہ سبحانہ دروقت خود باقامت مراسم ہدایت وترویج طریقہ بزرگان خود از سائر برادران مستغنی بودہ اند وحضرت خواجہء آفاق خواجہ بیرنگ قدس اللہ سرہ الاقدس درایام تردد فراحضرات مشائخ مختلفہ الاطوار قبل از حصول نسبت بروح منور حضرت خواجہ عالم خواجہ احرار، چندگاہی درخانقاہ حضرت شیخ مذکور نیز بودہ اند وبہ بعضی اوراد ورواتب سلسلہ ایشان اشتغال ورزیدہ [4]

---

[1] شرح رباعیات: ۹۶ـ۹۷

انہی ایام طلب میں حضرت خواجہ، حضرت مجدد الف ثانی کے والد گرامی مخدوم عبدالاحد (ف ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء) سے ملاقات کے لئے سرہند بھی گئے تھے لیکن اتفاق سے حضرت مخدوم وہاں موجود نہیں تھے (زبدۃ المقامات ص: ۱۱۷) حضرت مجدد الف ثانی کا اس وقت تک روحانی عروج نہیں ہوا تھا۔

[2] شیخ عبدالعزیز چشتی کے احوال کے لئے کتاب حاضر کے تعلیقات (۱۸۷/ ۱۰) ملاحظہ کریں

[3] ایضاً ۱۸۷/ ۱ـ۱۳ [4] زاد المعاد: ۱۸۷

Marfat.com

یہ زمانہ حدود ۱۰۰۵ھ/ ۱۵۹۶ء کا ہے، حضرت خواجہ اسی سنہ کے اواخر میں حضرت خواجہ احرار کے روحانی اشارہ پر حضرت مولانا خواجگی امکنگی کی خدمت میں سمرقند کیلئے روانہ ہوئے تھے۔

انہی شیخ قطب العالم کے فرزند شیخ رفیع الدین محمد حضرت خواجہ کے اسی قیام دہلی کے دوران حضرت خواجہ کے گرویدہ ہوکر ان اصحاب میں شامل ہو گئے جو حضرت خواجہ کے سمرقند سے خلافت یاب ہوکر لاہور میں آپ کے واپس آنے کا انتظار کررہے تھے، پھر شیخ رفیع الدین اپنی آبائی مسند مشیخت چھوڑ کر حضرت خواجہ کے خلیفہ بنے[1]

حضرت خواجہ نے اپنے خودنوشت حالات میں اپنے اسفار کی سنین تحریر نہیں فرمائے، آپ امکنہ جانے سے پہلے مولانا لطف اللہ کے مرید وخلیفہ مولانا شبرغانی معروف ابن یمین (ف ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء) کی خدمت میں بلخ گئے، مولانا شبرغانی صاحب دیوان فارسی شاعر بھی تھے[2] یہ ملاقات وصحبت یقیناً ۱۰۰۳ھ سے پہلے ہوئی ہوگی، جیسا کہ حضرات القدس کی روایت نقل کی جاچکی ہے کہ حضرت خواجہ بلخ و بدخشان میں ہی مقیم رہے تھے، حضرت خواجہ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ آپ مولانا

---

[1] تفصیلات زاد المعاد کے لاحقہ اور اس پر ہمارے تعلیقات میں ملاحظہ کریں

[2] نسمات القدس ۱۴۴ (یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ فارسی کے مشہور شاعر امیر فخر الدین متخلص بہ ابن یمین متوفی ۷۶۹ھ/ ۱۳۶۷ء مولانا شبرغانی متخلص بہ ابن یمین (ف ۱۰۰۴ھ) سے قطعاً مختلف ہیں

Marfat.com

سے ملاقات کے لئے شبر غان گئے تھے اور دو تین روز قیام کیا تھا۔ [1]

حضرت خواجہ کی سمرقند روانگی

حضرت بابا والی ثم کشمیری کی وفات ۱۰۰۲ھ کے بعد کا حال حضرت خواجہ نے خود اس طرح لکھا ہے کہ آپ کے وصال کے بعد حضرات نقشبندیہ کی ''غیبت معہودہ'' جلوہ گر ہونے لگیں ان کی ارواح طیبات نے بشارات دینا شروع کر دیں اور تلقینات بھی فرمانے لگیں اور ان کی توجہ کی برکت سے نسبت میں قوت پیدا ہو گئی اور پھر دائرہ غیبت میں بھی وسعت ہو گئی، راہِ سلوک روشن تر ہو گئی اور جمعیت بھی حاصل ہو گئی، یہاں تک کہ ان کی عنایت کی کشش نے مجھے مخدومی حقائق پناہی ارشاد دستگاہی حضرت مولانا خواجگی امکنگی کی خدمت میں پہنچا دیا اور پھر انہی کے ہاتھ پر بڑی

[1] حضرت خواجہ نے اپنے ایک رقعہ میں لکھا ہے: بعون اللہ تعالیٰ بولایت بلخ رسیدیم از جماعتی کہ در مسند ارشاد مقرر اند بحکم عدم مناسبت ذاتی تاثیری نیافتم بشبر غان بقصد ملازمت ملا آکہ رفتم ...... دوسہ روز آنجا بودم (کلیات رقعہ: ۱۲۱/۵۷) شبر غان، بلخ میں ہے، یاقوت حموی نے سبرقان لکھا ہے (معجم: ۳۲۱/۳) دوسرے مقام پر شفرقان بتایا ہے (ص: ۳۵۳) لیکن مقامی تلفظ غ سے شبر غان ہی ہے (گزیدہ مقالات تحقیقی از بارٹولڈ ص: ۱۸۶) بعد میں شبر غان کا نام بدل کر جوز جان کر دیا گیا (جغرافیائی تاریخی بلخ ص: ۴۷) نسمات القدس اور تاریخ محمدی (۳۰/۵/۲) میں ابن یمین کا سال وفات ۱۰۰۴ھ ہے، لیکن معاصر اور ان کے علاقائی تذکرہ مجمع الفضلا (مولفہ عارف بقای بخارائی) میں وفات کا سنہ ۱۰۰۵ھ درج ہے شبر غان کے عجائب گھر کا نام ابن یمین میوزیم انہی کے نام پر ہے (ایضاً) ہفت مجلس کا خطی نسخہ آقای محمد حسین بہروز (کابل) کے پاس ہے (آریانا ۲۱/۶/۷/۱۱-۱۸) ان کے دیوان میں ۲۷۴ غزل عرفانی اور ایک مثنوی مجلس افروز ۳۰۵ متصوفانہ اشعار ہیں اشعار ابن یمین شبر غانی، مقالہ مشمولہ مجلہ آریانا، کابل ۲۵/۴-۵ (۱۳۴۲ش ص: ۷-۱۱) مثنوی ہفت مجلس، آتش گاہ، سوختگانِ مہجور بھی آپ کے مجموعے ہیں۔ (نسمات القدس: ۲۶۳)

Marfat.com

رغبت کے ساتھ بیعت کی اور خواجگان نقشبندیہ کا طریقہ اخذ کیا، حضرت کے طفیل حضرت خواجہ نقشبند اور ان کے خلفاء کی ارواح طیبہ کے باعث میں اس راہ کے افتادگان اور نیازمندان کے زمرہ میں داخل ہو گیا[۱]

حضرت خواجہ کے فرزند اور معاصر تذکرہ نویس خواجہ کلاں نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ شیخ قطب العالم چشتی دہلوی کی خانقاہ میں مقیم اور سلسلہ چشتیہ کے وظائف میں مصروف تھے کہ آپ دہلی سے براستہ لاہور سمرقند کے لئے روانہ ہوئے، یہیں حضرت خواجہ احرار کا روحانی اشارہ ہوا کہ ماوراء النہر جائیں[۲] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ شیخ قطب العالم کی خانقاہ میں مقیم تھے کہ شیخ پر نصف شب یہ آشکار ہوا کہ خواجہ محمد باقی کی تعلیم و تلقین کی تکمیل بخارا میں ہو گی وہ اسی وقت باہر تشریف لائے اور حضرت خواجہ سے فرمایا کہ آپ کو مشائخ بخارا بلاتے ہیں، حضرت خواجہ روانہ ہو گے[۳]

اس وقت حضرت خواجہ کو کسی شیخ سے اجازت و خلافت حاصل نہیں ہوئی تھی لیکن آپ اویسی طور پر خواجگان نقشبندیہ کے فیض یافتہ تھے[۴] اس لئے کئی اصحاب آپ سے بیعت ہو کر حلقہ ارادت میں شامل ہو چکے تھے، آپ نے بھی اس وقت تک کسی کو خلافت نہیں دی تھی وہ حضرات محض آپ کی روحانیت سے متاثر ہو کر ارادت مند ہوئے تھے۔

چنانچہ ان حضرات کو آپ نے لاہور میں چھوڑا یہ زمانہ حدود ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴ء کا ہوگا اس وقت تک اکبر کے مذہبی رجحانات میں کئی تبدیلیاں ہو چکی تھی اور کئی خلاف شرع احکام وہ صادر کر چکا تھا اس لئے معاشرہ میں مذہبی بے چینی پورے عروج پر پہنچتی جا رہی تھی کہ حضرت خواجہ اپنے یہ منتسبین چھوڑ کر ماوراء النہر کی طرف روانہ ہو

[۱] کلیات: ۲۱ [۲] زاد المعاد: ۱۸۷ [۳] انفاس العارفین: ۱۷۲۔ ۱۷۳ [۴] کلیات

Marfat.com

گئے: میاں شیخ تاج الدین، میاں شیخ الہ داد، میاں شیخ رفیع الدین محمد چشتی دہلوی، میر سید احمد، مرزا منصور بیگ بن مہدی خان، ملا قاسم علی، شیخ ابوبکر [1] اور خواجہ حسام الدین احمد اور نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری وغیرہ

ابتداء میں جرگہ مردانِ دولتِ اسلام کے یہی افراد ممبر تھے جنہوں نے اکبر کے الحاد کے بارے میں غور وفکر کرنا شروع کیا تھا لیکن جب حضرت خواجہ سمرقند سے خلافت یاب ہو کر آئے اور دہلی میں دعوت وارشاد کا آغاز فرمایا تو اس میں ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء کو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شمولیت سے یہ ''جرگہ'' باقاعدہ تحریک احیاء دین کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس کے روح رواں حضرت خواجہ ہوتے ہیں۔

بہرحال حضرت خواجہ حدود ۱۰۰۵ھ/ ۱۵۹۶ء کو حضرت مولانا خواجگی امکنگی سے فیض یاب ہو کر واپس آئے تو بروایت زبدۃ المقامات ایک سال لاہور میں قیام فرمایا جہاں بہت سے علماء وفضلاء آپ کے حلقہ میں داخل ہوئے، لکھا ہے:

چوں بہندوستان رسیدند سالی در بلدۂ لاہور بماندند و بسا علماء وفضلائے آن بلدہ شیفتہ محبت ایشاں شدند [2]

ہمیں عرصہ دراز سے یہ تردد تھا کہ حضرت خواجہ متعدد مرتبہ لاہور تشریف لائے اور طویل قیام فرماتے رہے آپ کی والدہ محترمہ بھی ہمراہ آئیں، آپ لاہور میں کہاں قیام کرتے تھے؟ کیا آپ کا یہاں کوئی مرکز یا خانقاہ تھی؟ ظاہر ہے کسی میدان یا جنگل میں تو پڑاؤ نہیں ڈالتے ہوں گے ضرور کوئی عمارت ایسی ہوگی جہاں اپنے منتسبین کی تربیت فرماتے ہوں گے پھر آخری قیام کے دوراں تو سال بھر لاہور میں قیام کیا۔ مطبوعہ اور متعارف تذکرے اس معاملہ میں خاموش ہیں، حال ہی میں کتاب

[1] زاد المعاد: ۳۰۸ [2] زبدۃ المقامات: ۱۴

Marfat.com

زاد المعاد پر تعلیقات نویسی کے دوران معلوم ہوا کہ خواجہ حسام الدین احمد جو آپ کے ارادت مند تھے اور ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء میں اکبر بادشاہ کی ملازمت ترک کر کے پہلے خانقاہِ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی میں مقیم ہوئے پھر حضرت خواجہ سے کئی مرتبہ لاہور ملنے کے لئے گئے اور موصوف آپ کے سمرقند سے خلافت یاب ہو کر واپس آنے کا انتظار کرنے والوں میں سب سے نمایاں تھے ان کی لاہور میں ایک حویلی تھی یقیناً اسی میں یہ تمام حضرات جمع ہو کر ذکر وفکر کرتے ہوں گے، یہ حویلی آپ کے دہلی منتقل ہونے کے بعد بھی آپ کی ملکیت میں رہی اور اس کی باقاعدہ سالانہ آمدنی (محصول، کرایہ وغیرہ) چار ہزار روپے تھی، زاد المعاد کے لاحقہء دوم میں یہ بھی لکھا ہے کہ ان اصحاب کی کفالت خواجہ حسام الدین احمد کے ذمہ تھی، گویا یہی حویلی حضرت خواجہ کی لاہور میں اولین خانقاہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ [۱]

ایک اور معاصر تذکرہ نویس غوثی مانڈوی نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ جب دارالسلطنت لاہور آئے تو نواب مرتضیٰ خان شیخ فرید بخاری نے آپ کے روزینہ مصارف کی ذمہ داری قبول کر لی تھی۔ [۲]

حضرت خواجہ ابھی ماوراء النہر کے ایک شہر میں تھے کہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی ایک خواب میں حضرت خواجہ پر ظاہر ہوئے اور فرمایا اے فرزند میری آنکھیں تمہاری راہ تک رہی ہیں [۳] حضرت خواجہ احرار نے بھی خواب میں حضرت امکنگی کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا تھا [۴] جب آپ موضع امکنہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر تھے تو حضرت خواجہ امکنگی آپ کے استقبال کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں آپ سے ملاقات ہوئی۔ [۵]

---

[۱] زاد المعاد: ۳۱۷ [۲] گلزار ابرار: ۲۳۶ [۳] زبدۃ المقامات: ۱۳، حضرات القدس: ۱/ ۳۵۲ [۴] حضرات: ۱/ ۳۵۲ [۵] ایضاً: ۱/ ۳۵۳

Marfat.com

اس سے پہلے حضرت خواجہ کو دو ایسے اشکال درپیش ہوئے کہ آپ نے یہ دونوں سوالات کے حل کے لئے طویل سفر کئے اور اہل دل حضرات سے ان کا جواب طلب کیا لیکن افسوس کہ کسی نے بھی ان کا خاطر خواہ جواب نہ دیا، اس سلسلہ کی آخری شخصیت مولانا شبرغانی کی تھی انہوں نے یہ مسائل سن کر فرمایا کہ طریقت کی انتہا میں اس قسم کے سوالات پیدا ہوتے ہیں انہوں نے ان مسئلوں کے جواب میں کچھ نہ فرمایا حضرت خواجہ احرار نے خواب میں فرمایا کہ جو شخص ان مسائل کا حل کرے گا وہی تمہارا پیر ظاہری ہوگا۔[1]

معاصر تذکروں میں ہے کہ جونہی آپ حضرت مولانا خواجگی امکنگی کی خدمت میں بیٹھے تو انہوں نے بغیر سوال کئے یہ دونوں مسائل حل کر دیئے، حضرت خواجہ نے رغبت کامل کے ساتھ ان سے بیعت کی[2] اور انہوں نے بہت شفقت فرمائی، آپ کے احوال معلوم کر کے آپ کو تین دن اور تین رات اپنے پاس خلوت میں رکھا اور پھر بعض ''زائد فوائد'' سے مطلع کر کے فرمایا کہ تمہارا روحانی معاملہ اس سلسلہ کے اکابر کی دی ہوئی تربیت سے انجام کو پہنچ گیا ہے اور اب تمہیں ہندوستان واپس جانا چاہئے، حضرت خواجہ نے بہت انکسار کیا، پھر حضرت کے اصرار پر استخارہ کیا جو حضرت کے ارشاد کے موافق تھا۔[3]

حضرت مولانا خواجگی کے کئی مرید ایک عرصہ سے آپ کی خانقاہ میں مقیم اور ریاضتوں میں مصروف تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ ایک جوان کو صرف تین دن کے بعد خلافت و اجازت مطلقہ سے نواز کر ہندوستان جانے کا حکم ہوا ہے تو انہیں حسد ہوئی جس کے جواب میں حضرت مولانا نے فرمایا کہ ساتھیوں کو علم نہیں ہے کہ اس جوان کو پوری تربیت دینے کے بعد ہمارے پاس بھیجا گیا تھا اور مقصد صرف اس کے احوال کی

---

[1] ایضاً [2] کلیات: ۲۱ [3] زبدۃ المقامات: ۱۵، حضرات ۱/ ۳۵۴

Marfat.com

تصحیح تھا، بے شک جو شخص اس حال میں آئے گا تو اس کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے گا۔[1]

حضرت مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ ہندوستان میں ایک شہباز تمہارے ہاتھ لگے گا...... اسی رات خواب میں آپ نے ایک طوطا اپنے ہاتھ پر بیٹھا ہوا دیکھا کہ آپ اپنے منہ کا لعاب اس کی چونچ میں ڈال رہے ہیں، جب آپ لاہور میں قیام کے بعد دہلی کے لئے براستہ سرہند روانہ ہوئے تو سرہند کی حدود میں آپ کو آفتاب کی سی روشنی نظر آئی، آپ سمجھ گئے کہ یہاں کوئی فردِ فرید ہے جس سے ایک جہاں منور ہوگا، یہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی طرف روحانی اشارہ تھا۔[2]

حضرت خواجہ کے لاہور سے دہلی منتقل ہونے کے اسباب معلوم نہیں ہیں حضرات القدس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کی بشارت کے موافق دہلی تشریف لے گئے[3] وہاں آپ قلعہ فیروزی جو کہ تین منزلہ اور بہت ہی دلکشا ہے، دریا کے کنارے واقع ہے اس میں مسجد بھی تھی، میں سکوت اختیار فرمائی اور وصال تک وہیں قیام فرمایا[4] آپ وہاں مراقبہ کرتے جس کا آغاز نماز عشاء کے بعد ہوتا جو فجر تک جاری رہتا، آپ کی نظر مبارک میں بہت روحانی تاثیر تھی آغاز میں اگر کوئی آپ کی طرف دیکھ لیتا یا آپ کی کسی پر نظر پڑ جاتی تو وہ بے خود ہوکر تڑپنے لگتا، آپ کی روحانیت کی شہرت سارے ہندوستان میں پھیل گئی، طالب بکثرت حاضر ہونے لگے بڑے بڑے مشائخ بھی حاضر ہوکر فیض یاب ہوتے تھے۔[5]

حضرت خواجہ لاہور سے دہلی کب منتقل ہوئے؟ تذکروں سے حتمی طور پر معلوم

---

[1] ایضاً زبدۃ: ۱۴، حضرات: ۱/ ۳۵۳ [2] گلزار ابرار: ۴۳۷

[3] حضرات: ۱/ [4] زبدہ: ۱۴، قلعہ فیروزی اور اس کے ملحقات کی تفصیل زادالمعاد کے تعلیقات میں ملاحظہ کریں [5] زبدہ: ۱۴

Marfat.com

نہیں ہوتا، جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ حدود ۱۰۰۵ھ کو سمرقند سے خلافت یاب ہوکر لاہور تشریف لائے یہاں ایک سال کے قیام کے بعد اواخر ۱۰۰۶ھ یا اوائل ۱۰۰۷ھ کو آپ دہلی تشریف لا چکے تھے، آپ کے ملفوظات جو دہلی میں مرتب ہوئے میں ہے کہ ۱۰۰۷ھ کو آپ نے اپنی تصنیف شرح رباعیات (سلسلۃ الاحرار) کے کسی عزیز کی درخواست پر ۱۹ مادے املا کروائے:

روزی عزیزی التماس کرد کہ برای شرح رباعیات کہ مسمی بہ سلسلۃ الاحرار ست و دراں ولا تبازگی تسوید فرمودہ بودند، تاریخ اتمام گفتہ شود، در ہماں مجلس دوات وقلم طلبیدہ نوازدہ تاریخ برای آں رسالہ املا فرمودند[1]

اس کا مطلب واضح ہے کہ ۱۰۰۷ھ تک آپ دہلی تشریف لا چکے تھے، اب یہاں ایک اختلاف کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ حضرت خواجہ کے برادر نسبتی اور معروف عالم خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری نے حضرت خواجہ کے دہلی تشریف لانے کا سال ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء لکھا ہے[2] جو درست معلوم نہیں ہوتا، اس سلسلہ میں ان سے ایک اور سہو بھی واقع ہوا ہے کہ حضرت خواجہ پر آخری ایام حیات میں توحید شہودی کا انکشاف ہوا تھا وہ اسے الٹ سمجھے اور لکھ دیا کہ ان ایام میں آپ پر توحید وجودی کا انکشاف ہوا تھا[3]

ہاں یہ درست ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء میں حضرت خواجہ سے منسلک ہوئے۔[4]

---

[1] کلیات: ۶۴ (یہ تمام مادے کلیات کے خطی نسخہ مخزونہ خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیر، دہلی کے خطی نسخہ میں محفوظ ہیں اور شرح رباعیات کے ساتھ طبع بھی ہوئے ہیں [2] طبقات شاہ جہانی: ۱۰/ ۴

[3] تفصیل کے لئے اسی کتاب کا عنوان تعلیمات حضرت خواجہ ملاحظہ کریں

[4] ان امور کی تفصیل حضرت خواجہ کے خلفاء کے باب میں ملاحظہ فرمائیے

Marfat.com

ازواج محترمات

حضرتِ خواجہ کی دو ازواج محترمات تھیں اول نواب محمد قلیج خان کی بہن اور نواب محمد جان مدعو بہ خلج بہادر کی صاحبزادی تھیں، دوم خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری دہلوی کی بہن تھیں۔

نواب محمد جان خلجؒ بہادر امیر تنکری بردی آقا بن امیر خدا بردی اویرات جانی قربانی، حضرت خواجہ کے ساتھ ''ہم قومی و ہم الوسی'' کا شرف رکھتے تھے [1] اسی نسبت ومناسبت سے حضرت خواجہ کا نکاح ان کی بیٹی سے ہوا۔

محمد جان خلج بہادر کا نکاح اعلیٰ حضرت سلیمان خان کررانی (۹۷۱-۹۸۰ھ/ ۱۵۶۴-۱۵۷۲ء) کی دختر سے ہوا جو بنگال کا حاکم تھا، اس نے سلطان، شاہ یا بادشاہ کا لقب اختیار نہیں کیا بلکہ اعلیٰ حضرت کہلانا پسند کیا، یہ بہت دین دار حاکم تھا، وہ ہر روز ایک سو پچاس علماء ومشائخ کے ساتھ تہجد کی نماز با جماعت ادا کرتا اور فجر کی نماز تک ان کی صحبت میں رہ کر ''تفسیر و تذکیر'' سنتا اور پھر ملکی امور کی انجام دہی کی طرف متوجہ ہوجاتا، معاصر مورخ عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے:

> سلیمان کررانی حاکم بنگال در اسحار با صد و پنجاہ نفر از مشائخ وعلمای نامدار نماز تہجد بہ جماعت می گزارد و تا وقت بامداد صحبت بہ ایشان داشتہ تفسیر و تذکیر می شنید و بعد ادای نماز بامداد بہ مہمات ملکی و داد و ستد سپاہی و رعیت می پرداخت [2]

گویا اس متقی حکمران کی بیٹی سے نواب خلج بہادر کا عقد ہوا، جس کے بطن سے

---

[1] تفصیل اس سے قبل بیان کی جا چکی ہے

[2] منتخب التواریخ: ۲/ ۱۳۸ طبع ایران، طبع کلکتہ: ۲/ ۲۰۰

Marfat.com

اسی قسم کی نیک اور صالح اولاد پیدا ہوئی، ایک فرزند نواب قلیچ خان اکبر بادشاہ کے اکابر امراء میں سے تھے اور لاہور کے گورنر کے باوجود وہ قرآن وحدیث کا درس دیتے تھے اور اکبر کے الحاد و دین الٰہی سے متاثر نہیں ہوئے تھے، انہی کی بہن سے اسی تقویٰ اور ہم قوی کے باعث حضرت خواجہ کا عقد مسنون ہوا جس کے بطن سے عبیداللہ ملقب بہ خواجہ کلاں جسے عالم وصوفی تولد ہوئے[۱]

حضرت خواجہ کی یہ پہلی شادی کس سنہ میں ہوئی؟ معلوم نہیں ہے قرائن کا سہارا لیتے ہوئے قیاسی طور پر اوائل ۱۰۰۸ھ ہوجا سکتا ہے، وہ اس طرح کہ سمرقند جانے (۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴ھ) تک آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی کیوں کہ آپ کی والدۂ محترمہ آپ کی ریاضات اور بے چینی سے متاثر ہوکر جو دعا کیا کرتی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اے اللہ میرے اس فرزند پر رحم فرما کر اس نے ''جوانی کی لذت سے بھی منہ موڑ لیا ہے''، جیسا کہ پہلے دلائل سے لکھا جاچکا ہے کہ حضرت خواجہ حدود ۱۰۰۷ھ کو دہلی آکر مقیم ہوئے تھے مذکورہ خاتون عفت مآب کے بطن سے یکم ربیع الاول ۱۰۱۰ھ کو خواجہ کلاں تولد ہوئے جو حضرت خواجہ کے وصال کے وقت ۲ سال چار ماہ کے تھے یعنی ۱۰۱۲۔ یکم ربیع الاول ۱۰۱۰ھ = ۱۰۰۸ھ یا ۱۰۰۹ھ کو یہ عقد ہوا ہوگا۔

حضرت خواجہ کی دوسری شادی معروف عالم وصوفی مولانا حاجی محمد کشمیری کی نواسی سے ہوئی حاجی محمد کشمیری کی اس دختر کے بطن سے دو فرزند اور ایک دختر کا علم ہے، اسی بیٹی کے بطن سے ایک دختر تولد ہوئیں جن کا نکاح حضرت خواجہ سے ہوا، اسی خاتون عفت مآب کے ایک بھائی خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری تھے جو کلمات

---

[۱] ان امور کی توضیحات کے لئے زاد المعاد پر ہمارے تعلیقات (۳/ ۲۲۹) ملاحظہ کریں، حضرت خواجہ کلاں کے مفصل حالات الگ بھی لکھے گئے ہیں، قلیچ بہادر کا خاندانی شجرہ بھی ہم نے انہی تعلیقات میں مرتب کیا ہے۔

Marfat.com

الصادقین کے مولف ہیں، ہمیں اس وقت تک کسی ذریعہ سے بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ حاجی محمد کشمیری کی یہ نواسی کن سے بیاہی گئیں ورنہ ہمیں معلوم ہوجاتا کہ حضرت خواجہ کے دوسرے خسر کا کیا نام تھا؟ ہم نے زادالمعاد کے تعلیقات میں اس شادی کا قیاسی سنہ اوائل ۱۰۰۹ھ/ ۱۶۰۰ء متعین کیا ہے [۱] اس زوجہ محترمہ کے بطن سے خواجہ خرد تولد ہوئے جو خواجہ کلاں سے صرف چار ماہ چھوٹے تھے۔

مولانا حسن کشمیری دہلوی (ف ۱۰۵۱ھ) جو حضرت مجدد الف ثانی کو ۱۰۰۸ھ میں حضرت خواجہ کی خدمت میں لے گئے تھے وہ انہی مولانا حاجی محمد کشمیری کے فرزند تھے، حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکاتیب میں ان کے اس احسان کا تذکرہ عمدہ الفاظ میں کرتے ہیں [۲]

حضرت خواجہ کی دونوں ازواج محترمات کا حضرت خواجہ کے وصال کے بعد کیا کردار رہا؟ معاصر تذکروں سے کچھ معلوم نہیں ہوتا، حضرت خواجہ کی والدۂ محترمہ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد تک بقید حیات رہیں انہوں نے حضرت خواجہ کے فرزندوں کی ابتدائی ایام میں پرورش کی۔ لیکن ان صاحبزادگان کی ماؤں نے ان کی پرورش اور تربیت میں کتنا حصہ لیا؟ معلوم نہیں ہوسکا۔

خواجہ کلاں نے خود لکھا ہے کہ ایک محفل میں میں کم سنی میں آیا اور خواجہ حسام الدین احمد کو بابا بابا کہتا ہوا ان کی آغوش میں چلا گیا تو حضرت خواجہ نے پوچھا جانتے ہو کہ اس نے تمہیں بابا کیوں کہا ہے؟ وہ اس لئے کہ اس کی تربیت و پرورش تمہارے نصیب میں ہے۔ [۳]

---

[۱] مولانا حاجی محمد کشمیری (ف ۱۰۰۶ھ) اور خواجہ محمد صادق ہمدانی (ف ۱۰۵۲ھ) اور اس خانوادے کے مختصر حالات ہم نے زادالمعاد کے تعلیقات میں لکھے ہیں [۲] تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب حاضر کا عنوان خلفائے حضرت خواجہ [۳] زادالمعاد، خاتمہ (خودنوشت احوال مولف)

Marfat.com

اس خانوادہ کی دوسری بزرگ خواتین کی خدمات کے اشارے ملتے ہیں مثلاً حضرت خواجہ کی والدۂ محترمہ بڑھاپے کے باوجود خانقاہ کے فقراء کے لئے خود کھانا پکاتی تھیں، اور باورچی خانہ میں ان کی مدد بی بی بانو زوجہ خواجہ محمد صادق خسر پورہ (برادر نسبتی حضرت خواجہ) اور بی بی آغا زوجہ شیخ محمد صدیق کشمی خمیر بنانے اور دیگر امور میں معاونت کرتی تھیں۔[1]

اسی طرح حضرت خواجہ کے جانشین خواجہ حسام الدین احمد کی دونوں ازواج بی بی فاطمہ بنت ملا مبارک ناگوری اور بی بی زہری نے باقاعدہ خواتین کی تعلیم و تربیت کی اور ان کا شمار اولیاء میں کیا گیا[2] بی بی دولت بھی باقاعدہ حضرت خواجہ کی خلافت یاب اور خواتین کو تعلیم سلوک دینے کے لئے مخصوص تھیں۔[3]

لیکن حضرت خواجہ کی ازواج محترمات کا تذکروں میں زیادہ ذکر نہیں ملتا آپ کے دونوں بچوں کی تربیت خواجہ حسام الدین احمد نے کی تھی، دونوں نے اپنے مرتبہ تذکروں میں انہیں اپنا "مربی" لکھا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ کی ازواج محترمات حضرت خواجہ کے وصال کے بعد اپنے میلے چلی گئیں اور باقی زندگی وہیں گذار دی، ان میں سے ایک اہلیہ نے حضرت خواجہ کی شان میں بے ادبی کی تو حضرت خواجہ نے تقوی کی وجہ سے تجدید نکاح کا ارادہ کیا لیکن پھر علماء کے کہنے پر آپ نے یہ خیال ترک فرما دیا[4] اس سے حضرت خواجہ کے انتہائی متقی ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

---

[1] کلیات: ۵۷ [2] زاد المعاد میں ان کا تذکرہ خلفاء حضرت خواجہ اور خواجہ حسام الدین احمد کے باب میں کیا گیا ہے [3] ایضاً [4] کلیات: ۵۲، حضرت خواجہ حسام الدین احمد جب سفر کے بعد واپس دہلی آتے تو حضرت خواجہ کی والدہ محترمہ جن کا نام صفیۃ الملۃ والدین حضرت آغہ جیوتھا سے ملنے جایا کرتے تھے۔ (زاد المعاد: ۱۱۶)

Marfat.com

حضرت خواجہ کے اسفار

حضرت خواجہ نے اپنے خودنوشت احوال میں اپنے بعض اسفار کا ذکر فرمایا ہے لیکن کسی سفر کی تاریخ یا سنہ درج نہیں کیا، اس لئے بعض سنین قیاسی طور پر درج کئے گئے ہیں

حضرت خواجہ ۹۷۲ھ یا ۹۷۱ھ/ ۱۵۶۳۔۱۵۶۴ء کو کابل میں متولد ہوئے، جہاں سے آپ تحصیل علم کے لئے ملا صادق حلوائی سمرقندی کے ہمراہ سمرقند گئے، وہاں سے وسطی ایشیاء کے کئی علاقوں میں مشائخ سے ملنے اور بعض حضرات کے مزارات کی زیارت کے لئے بھی گئے۔

سمرقند میں ہی حضرت خواجہ عبیداللہ احرار اور بخارا میں حضرت بہاء الدین نقشبند اور دیگر علاقوں میں بھی زیارات کے لئے گئے، بلخ و بدخشان کا سفر بھی کیا۔
سمرقند میں آپ تحصیل کے بعد مشہور شیخ طریقت افتخار شیخ سے مل کر بلخ گئے جہاں امیر عبداللہ بلخی کی خدمت میں دو سال رہے۔
وہاں سے واپس کابل آئے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کئی بار ہندوستان آئے، لاہور کو اپنا مرکز بنایا اور اس کے ویرانوں، جنگلوں اور قبرستانوں میں اولیاء اللہ کی تلاش میں پھرتے رہے، یہاں سے آپ مختلف مشائخ سے مستفید ہونے کے لئے کئی علاقوں میں گئے۔

حدود ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۱ء کو آپ کشمیر گئے جہاں شیخ علی باباوالی ثم کشمیری سے ملے وہاں کشائش محسوس کی دو سال تک مقیم رہے ان کے وصال ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۹۳ء کو وہاں سے نکلے، میاں شیخ تاج الدین سنبھلی کے کہنے پر آپ میرٹھ کے ایک گاؤں گڈھ مکیسر بھی گئے جہاں آپ شیخ الہ بخش (ف ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۱۳ء) سے ملے اور ان

Marfat.com

سے متاثر ہوئے، میاں شیخ تاج الدین کے مستقر سنبھل بھی گئے اور ان کے گھر میں قیام فرمایا[1]۔ انہی دنوں آپ جالندھر کے مشہور علاقہ لدھیانہ بھی گئے جہاں آپ میر سید علی لدھیانوی (ف ۱۰۰۲ھ یا ۱۰۰۳ھ/ ۱۵۹۳۔ ۱۵۹۴ء) سے ملے۔

اسی دور "تلاش وتردد" میں آپ حضرت مخدوم عبدالاحد کابلی (والد حضرت مجدد الف ثانی) ف ۱۰۰۷ھ کی زیارت کیلئے سرہند بھی گئے تھے۔[2]

خواجہ خرد کی روایت ہے حضرت خواجہ اکبرآباد بھی تشریف لے گئے تھے۔[3]

غالباً لاہور سے آپ پھر کابل و ماوراءالنہر گئے، وہاں سے واپس آ کر دہلی میں شیخ قطب العالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی کی درگاہ میں ٹھہرے جہاں سلسلہء چشتیہ کے کچھ اوراد و وظائف شروع کئے، پھر انہی کے روحانی اشارے پر آپ شیخ ظاہر سے بیعت کے لئے ماوراءالنہر روانہ ہوئے تو حضرت خواجہ احرار کے روحانی حکم پر آپ حضرت مولانا خواجگی امکنگی سے بیعت ہونے کے لئے براستہ لاہور سمرقند گئے، دوآبہ کے قصبات میں سے ہوتے ہوئے، سمرقند کے لئے روانہ ہوئے ان قصبات میں کئی اصحاب آپ سے منسلک ہو کر آپ کے واپس آنے کا انتظار کر رہے تھے۔[4]

یہ آپ کا وسطی ایشیاء کا آخری سفر تھا جو حدود ۱۰۰۴ھ/ کو ہوا، آپ پہلے بلخ گئے جہاں مشہور صوفی اور شاعر مولانا آکہ شبرغانی متخلص بہ ابن یمین (ف ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء) کے پاس مختصر قیام کیا۔

وہاں سے آپ حضرت مولانا خواجگی کی خدمت میں امکنہ (من مضافاتِ سمرقند) حاضر ہوئے، خلافت یاب ہو کر واپس آئے تو لاہور میں، مخلصین کی ایک جماعت آپ کی منتظر تھی جہاں آپ ایک سال تک مقیم رہے۔

---

[1] اسراریہ: ۲۱۹، مکتوب حضرت خواجہ ص: ۶۱ (مشمولہ کلیات) [2] زبدۃ المقامات: ۱۱۵

[3] اسراریہ: ۲۶۴ [4] زادالمعاد: ۲۲۰ (احوال میر سید زید، لاحقہ اول)

Marfat.com

پھر روحانی اشارے پر لاہور سے دہلی منتقل ہو گئے، وہاں قلعہ فیروزی میں قیام فرمایا اور اپنے وصال ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء تک وہیں دعوت وارشاد میں مصروف رہے۔

دہلی میں اس تبلیغ وارشاد کی مصروفیت کے دوران آپ شیخ رفیع الدین محمد بن شیخ قطب العالم کی شادی میں شرکت کے لئے اعظم پور گئے تو راستہ میں سنبھل میں قیام فرمایا جہاں کئی اصحاب آپ کے حلقہء ارادت میں داخل ہوئے۔[1]

حضرت خواجہ اور سلاطین و اُمراء

حضرت خواجہ نے صرف ایک بادشاہ یعنی جلال الدین محمد اکبر (۹۶۴۔ ۱۰۱۴ھ/ ۱۵۵۶۔۱۶۰۵ء) کا آخری زمانہ پایا، اس وقت اس کی مذہبی پالیسی کے منفی اثرات سارے ہندوستان پر پوری طرح مسلط ہو چکے تھے اور کوئی عالم وصوفی اس کے دین الٰہی کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتا تھا، چند علماء نے اس کے خلاف کچھ کہا تو انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔[2]

حضرت خواجہ کی اکبر بادشاہ سے ملاقات کی کوئی عصری شہادت ہمیں اب تک نہیں مل سکی۔

حضرت خواجہ نے اپنے مریدین کی جو جماعت تربیت کے لئے اپنے خلیفہ خاص حضرت مجدد الف ثانی کے سپرد کی تھی، اس کے بارے میں فرمایا کہ انہیں دوسروں کے حوالہ نہ کیا جائے، چونکہ بادشاہ اس قسم کے ذاکر وشاغل صوفیہ سے بدظن

---

[1] زادالمعاد، تعلیقات ۲۴۲/ ۱۸۔۲۲

حضرت خواجہ کے جن مختلف اسفار کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کی تفصیلات متعلقہ مقامات پر اسی کتاب میں خصوصاً حضرت خواجہ کی تلاش شیخ کے تحت ملاحظہ کریں جہاں تمام عصری حوالوں سے بحث کی گئی ہے

[2] تفصیل کیلئے کتاب حاضر کا عنوان ''تجدید واحیاء دین اور نقشبندی مشائخ'' ملاحظہ کریں

Marfat.com

ہو چکا تھا اور اس کی طرف سے گرفت کا خطرہ تھا اس لئے آپ نے حضرت مجدد الف ثانی کے نام اپنے مکتوب میں فرمایا کہ "بادشاہ کا اندیشہ دل میں نہ لائیں"۔[۱]

حضرت خواجہ کی زیارت وملاقات کے لئے آنے والے امراء کی خاصی تعداد ہوگی لیکن ان میں سے صرف چند ایک کے ساتھ خصوصی تعلقات کا ذکر ملتا ہے ان میں سے مرزا عبدالرحیم خان خاناں (۹۶۴۔۱۰۳۶ھ/۱۵۵۶۔۱۶۲۷ء) مرتضیٰ خان فرید بخاری (ف ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء) اور مرزا عزیز کوکہ (ف ۱۰۳۳ھ/ ۱۶۲۳ء) کے ساتھ مراسم کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جا رہا ہے۔

مرزا عبدالرحیم خانِ خاناں اکبر اور جہانگیر کا منصب دار اور علماء، صوفیہ اور شعراء کا مربی تھا اس کے احوال ومناقب پر مآثر رحیمی کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی گئی تھی جس کی تیسری جلد کے ۱۶۰۰ صفحات اس کے متوسلین کے کمالات کیلئے مخصوص ہیں خانِ خاناں صوفیہ کرام سے خصوصی عقیدت رکھتا تھا، مشائخ کے تذکروں میں اس کی ان حضرات کی خدمت میں آمد ورفت اور انعامات دینے کا برابر ذکر ملتا ہے۔

حضرت خواجہ کے ساتھ بھی اسے خصوصی ارادت تھی، جب آپ نے حج کا ارادہ کیا تو اس نے آپ اور درویشوں کے زاد راہ کے لئے ایک لاکھ روپے بھیجے اور کہا کہ اگر یہ قبول کرلیں تو مجھ پر احسان ہوگا، جس پر آپ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اس طرح مجھے حج پر جانا گوارا نہیں کہ میں مسلمانوں کا اتنا روپیہ صرف اور ضائع کروں، چنانچہ آپ نے وہ رقم واپس کردی۔[۲]

خان خاناں ہر سال بلاناغہ ۱۲ ہزار روپے حضرت خواجہ کی خانقاہ کے خرچ کے لئے بھیجا کرتا تھا[۳] یہ امداد خواجہ حسام الدین احمد کے زمانہ تولیت (۱۰۱۲۔۱۰۴۳ھ/

---

[۱] کلیات: ۸۳ [۲] زبدۃ المقامات ۲۴۔۲۵

[۳] فرید بھکری: ذخیرۃ الخوانین: ۱/ ۲۴۲۔۲۴۳، مآثر الامراء: ۳/ ۲۷۳

Marfat.com

۱۶۰۳ـ ۱۶۳۳ء) میں بھی جاری رہی کیوں کہ کتب تاریخ میں اس رقم کا ذکر خواجہ حسام الدین احمد کے احوال میں ہی آیا ہے[1] خانِ خانان کی وفات ۱۰۳۶ھ/ ۱۶۲۷ء کے بعد اس کے فرزندوں کے ساتھ بھی حضرات کے تعلقات استوار رہے[2] امید ہے کہ اس امداد کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملتا رہا ہوگا، ایک بار جب خانِ خانان حضرت خواجہ کی خدمت میں آیا تو خواجہ حسام الدین احمد بھی حاضر تھے تو آپ نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''این دیوانہ ما بد نیست''[3] اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اکبر کی ملازمت سے علیحدگی کے لئے ''دیوانگی اور سودائی پن'' کا راستہ اختیار کیا تھا۔

حضرت خواجہ کے ساتھ خانِ خانان سے بھی زیادہ عقیدت مندانہ مراسم نواب مرتضیٰ خان شیخ فرید بخاری کے ساتھ تھے، نواب مرتضیٰ خان بخاری سادات میں سے تھے اور راسخ العقیدہ طبقہ امراء سے تعلق رکھتے تھے، ان کا شمار نواب قلیج خان، خانِ خانان اور خانِ اعظم مرزا عزیز کوکلتاش جیسے متدین امراء میں ہوتا تھا۔

حضرت خواجہ تلاش شیخ کے سلسلہ میں ہندوستان آئے اور لاہور کو اپنا مرکز بنایا تو مرتضیٰ خان فرید بخاری بھی آپ سے متاثر ہوئے، آپ کے حلقہء ارادت میں داخل ہو گئے، کشمیر کے معروف مورخ غلام حسین کھویہامی نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ، باباعلی والی کی خدمت میں نواب مرتضیٰ خان کے ساتھ کشمیر گئے تھے[4] جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ آپ حدود ۱۰۰۰ھ/ ۱۵۹۱ء کو کشمیر گئے، گویا حضرت خواجہ اور نواب کے مابین آپ کے خلافت یاب ہونے سے بہت پہلے ہی گہرے روابط تھے۔

حضرت خواجہ جب حصول خلافت کے لئے لاہور سے سمرقند گئے تو آپ کے جو

---

[1] ایضاً [2] حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات اس کے فرزندوں میں سے مرزا داراب اور مرزا ایرج کے نام موجود ہیں (فہارس تحلیلی ......) [3] زاد المعاد: ۵۱/ ۵ـ۶

[4] تاریخ حسن: ۳/ ۱۹۲

Marfat.com

اصحاب یہاں رہ کر آپ کے واپس آنے کا انتظار کر رہے تھے ان میں نواب مرتضیٰ خان بھی شامل تھے، انہوں نے آپ کے روزینہ مصارف کی ذمہ داری اپنے لئے لازم کرلی، معاصر تذکرہ نویس غوثی مانڈوی کے الفاظ ہیں

ہمگی مونتہ کفاف زندگی اورا ذمہ برخود لازم فرمود[1]

کیوں کہ آپ کی والدہ محترمہ اور بعض اعزہ بھی آپ کے ہمراہ کابل سے یہاں آئے تھے، جنہیں آپ یہیں چھوڑ کر سمر قند گئے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نواب مرتضیٰ خان نے حضرت خواجہ سے بیعت ہونے کے بعد آپ کے خلفاء کے پاس رہ کر سلوک کی باقاعدہ مشق شروع کردی تھی، حضرت خواجہ نے ایک مکتوب بنام شیخ تاج الدین سنبھلی میں لکھا ہے کہ اگر ''سید بخاری'' راہ سلوک میں ترقی کر رہے ہیں تو انہیں میرے پاس بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔[2]

حضرت مجدد الف ثانی کے مکاتیب بنام نواب مرتضیٰ خان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے میاں شیخ تاج الدین سنبھلی سے مشق سلوک کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں تکمیل کی تھی، یقیناً ان کا یہ مرحلہ حضرت خواجہ کے حین حیات ہی طے ہو گیا تھا کیوں کہ اس مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد آپ نے نواب صاحب کو ''قبلہ گاہی'' لکھنا شروع کردیا تھا[3]۔ ہمارے اس تامل کی تصدیق معاصر تذکرہ نویس شیخ کمال محمد سنبھلی کے اس بیان سے ہوتی ہے:

ایشان (نواب مرتضیٰ خان) تا اواخر کہ بمرتبہ تکمیل رسیدند سید (مرتضیٰ خان) را بعنوان قبلہ گاہی تام می نوشتند[4]

حضرت خواجہ مستحق افراد کی امداد اور ملازمت کے لئے نواب صاحب کو باقاعدہ

---

[1] گلزار ابرار: ۲۴۳   [2] مکتوبات حضرت خواجہ ۲۴/۹۱ (مشمولہ کلیات)
ملفوظات حضرت خوجہ ۵۷ (شمولہ کلیات)   [4] اسرار یہ:۲۹۱

Marfat.com

سفارشی خطوط لکھتے رہتے تھے، ایک مرتبہ کسی صالح شخص کی سفارش کرنے کے لئے آپ خود نواب صاحب کے گھر بھی گئے تھے، انہوں نے حضرت خواجہ کی بہت توقیر کی خود نیچے بیٹھے اور حضرت کو اوپر بٹھایا اور عرض کی آپ کسی کام کے لئے خود زحمت نہ فرمایئے بلکہ شیخ حسین (صحبت یافتہ حضرت خواجہ ومیاں شیخ الہ داد) سے کہہ دیں، ہر کام آپ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔[۱]

حضرت خواجہ کے خلافت یاب ہوکر مسند مشیخیت پر بیٹھنے کے بعد بھی نواب مرتضیٰ خان نے خانقاہ شریفہ اور آپ کے بہت سے مریدین کی مالی امداد کی ذمہ داری قبول کر لی تھی۔

حضرت خواجہ کے ملفوظات میں ہے کہ بعض کوتاہ بین لوگوں نے حضرت خواجہ کی مشیخت کا دارومدار نواب صاحب کو قرار دیا تو اس کے جواب میں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ نواب کے حقوق ہمارے اوپر ہیں ان کے وسیلہ (مالی امداد) سے ہمارے درویشوں میں ''کشائش'' کے آثار پیدا ہوئے ہیں، اس لئے ان سے قطع تعلق کی کوئی شرعی وجہ نظر نہیں آتی۔[۲]

ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کے دورِ زوال میں جب مسلم معاشرہ اقتصادی عدم توازن کا شکار ہوا تو حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت مرزا مظہر نے وجہ معیشت کو آخرت کی بنیاد قرار دیا۔[۳]

حضرت خواجہ کے وصال ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء کے موقع پر حضرت مجدد الف ثانی نے نواب مرتضیٰ خان کو جو مکتوب ارسال کیا تھا، اس میں ان کی اس امدادِ فقراء کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے کہ نواب صاحب کے حقوق ہم سب پر ثابت ہیں جو ہم فقراء کی ''جمعیت باطنی'' کا اصل سبب ہیں، فرماتے ہیں:

[۱] ایضاً [۲] ملفوظات حضرت خواجہ: ۵۷ [۳] مقامات مظہری، مقدمہ: ۹۶

Marfat.com

حضرت قبلہ گاہی قدس اللہ تعالیٰ سرہ می فرمودند کہ حقوق شیخ جیو (نواب مرتضیٰ خان) بر ہمہ شما ثابت و مقرر است باعث ایں جمعیت ایشانند [1]

حضرت مجدد الف ثانی ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں:

بر ما فقیران شکر احسانہای شما لازم است اولاً سبب جمعیت حضرت خواجہ ماشما بودہ آید بطفیل شما درآں جمعیت طلب حق سبحانہ و تعالیٰ کردیم و حظہای وافر و ثانیاً واسطہ اجتماع فقراء و باعث انتظام طالبان نیز شمائید [2]

اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ امراء کی یہ امداد حضرت خواجہ اپنے تصرف ذاتی میں لے آتے تھے، جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی کل املاک یہ تھی۔ سفر کے لئے ایک گھوڑا، چند روپے، ایک لحاف، جو نصف شب آپ لیتے تھے اور پھر آپ کی زوجہ محترمہ استعمال کرتی تھیں۔

نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری نے جہاں جہاں وہ رہے کئے محلے آباد کئے، دہلی میں بھی انہوں نے جو بستی آباد کی وہ ان کے نام سے فرید آباد کہلائی، فرید آباد میں انہوں نے مسجد، حوض، قلعہ اور سرائے بہت خوبصورت طرز میں تعمیر کروائیں، کتاب اسراریہ کے مولف شیخ کمال محمد سنبھلی کے والد اور ان کے بھتیجے شیخ محمود بادل فرید آباد کی مسجد کے "داروغہ" تھے، مولف نے اس مسجد کی تعمیر کا یہ قطعہ تاریخ بھی نقل کیا ہے، جس سے فرید آباد کی آبادکاری کا سنہ [3] بھی معلوم ہو جاتا ہے:

---

[1] مکتوبات حضرت امام ربانی: ۱/ ۴۵/ ۱۲۱ [2] ایضاً: ۱/ ۵۴/ ۱۳۲-۱۳۳

[3] توزک جہانگیری میں ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء کے واقعات کے تحت جہانگیر کا دہلی مین فرید آباد میں قیام کا ذکر ملتا ہے (ص: ۲۷) جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فرید آباد مذکورہ سنہ سے پہلے آباد ہو گیا تھا

Marfat.com

بعدی نورالدین جہانگیر شہنشاہی بدین و داد و احسان
اساسی ایں بنای خیر بنیاد فرید عصر و ملت مرتضیٰ خان
بہ عز و شوکت وجود و شجاعت خلف ابن الخلف پادشاہ مردان
رقم خیرالبقاع از خامہ سرزد پی تاریخ ایں جاوید بنیان[1]

نواب صاحب نے اس بستی میں ''عزیزانِ صالح از علماء وحفاظ وفضلاء وغربا'' کو آباد کیا اور ان کی مالی مدد کی جس سے یہ حضرات کامل جمعیت کے ساتھ یادِ حق میں مصروف ہو گئے، ان بزرگوں میں سے حاجی میر دوست، میر عوض علی فرید آبادی (ف ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء) شیخ جان محمد میرٹھی (صحبت یافتہ حضرت مجدد الف ثانی) شیخ حسین (ف ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۸ء) (صحبت یافتہ حضرت خواجہ ومتوسل بہ نواب فرید بخاری) وغیرہ شامل تھے[2] مولف اسراریہ نے فرید آباد میں نواب صاحب سے متوسل کئی اور اصحاب کا بھی ذکر کیا ہے اور اس بستی کے ماحول کا عجیب نقشہ کھینچا ہے کہ وہاں درس وتدریس، روحانیت اور شعروادب کی مجالس ومحافل خوب سجتی تھیں، خواجہ حسام الدین احمد، خواجہ کلاں اور خواجہ خرد کے متعدد مرتبہ وہاں جانے کا تذکرہ بھی مختلف مقامات پر کیا گیا ہے۔[3]

حضرت خواجہ کے ساتھ جس تیسری بڑی شخصیت کے گہرے روابط کا علم ہوا ہے وہ نواب قلیچ خان کی ہے جن کے ساتھ آپ کی ''ہم قوی وہم الوسی'' بھی تھی،

---

[1] اسراریہ: ۲۷۸، ''خیرالبقاع'' سے سالِ تعمیر ۱۰۱۴ھ برآمد ہوتا ہے۔ ۱۸۷۳ء تک فرید آباد میں یہ مسجد اور یہ کتبہ بھی موجود تھا، بلوخمان کے ایک دوست نے اس کی نقل دہلی نے بھیجی تھی جسے انہوں نے آئین اکبری کے تعلیقات میں نقل کیا ہے (۱/ ۶۸۸)

[2] اسراریہ: ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۴، بہ بعد [3] نواب شیخ فرید کی علم دوستی اور علماء نوازی کا ذکر زاد المعاد کے تعلیقات میں بھی چند مقامات پر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ کے احوال میں جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ جب آپ کابل سے ہندوستان آئے تو آپ کے کچھ اعزہ پہلے سے یہاں موجود اور زمرۂ ملازمین میں سے تھے ان سے مراد انہی نواب قلیج خان کے افرادِ خاندان ہیں، ان میں سے بعض حضرات نے آپ کی عسکری ملازمت کے لئے بھی کوشش کی تھی لیکن آپ کے انکار اور فقر اختیار کرنے پر انہوں نے آپ کو آپ کے مبارک حال پر چھوڑ دیا تھا۔

نواب قلیج خان کی بہن حضرت خواجہ کی زوجۂ محترمہ تھیں، خواجہ کلاں انہی کے بطن سے تھے، ابتداء میں حضرت خواجہ انہی کی وساطت سے خانِ خانان اور دوسرے امراء کو صلحاء کے روزگار کے لئے سفارشی رقعات لکھا کرتے تھے، نواب قلیج خان اکبر کے عہد میں لاہور کے گورنر بھی رہے اور اس کے باوجود قرآن شریف اور حدیث پاک کا باقاعدہ درس بھی دیا کرتے تھے اور مسلمانان ہندو مزاج کے نرغے میں رہتے ہوئے ان پر اکبری الحاد کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا، وہ حضرت خواجہ کی صحبت میں رہے اور آپ سے خلافت یاب بھی ہوئے تھے، خواجہ کلاں نے حضرت خواجہ کے خلفاء کے تحت ان کا تذکرہ کیا ہے۔[1]

حضرت خواجہ کے ایک اور منصب دار خانِ اعظم مرزا عزیز کوکہ کے ساتھ بھی روابط تھے، یہ اکبر کے رضائی بھائی اور امراء کے راسخ العقیدہ طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔[2]

حضرت خواجہ کے ملفوظات میں لکھا ہے:

آپ کے ولی نعمت (بادشاہ) کی مرضی یہ ہے کہ خود کابل کی طرف جائے اور

---

[1] ہم نے زاد المعاد کے تعلیقات (۴/۲۷۵) میں نواب قلیج خان کے مختصر احوال بھی لکھے ہیں نیز ملاحظہ ہو اسی کتاب کا عنوان حضرت خواجہ کے خلفاء (شمارہ ۳۱)

[2] Athar Ali: Apparatus of Empire

Marfat.com

اس طرف کے ساتھیوں کی مدد سے آپ کے لئے وجہ معاش مقرر کرے چنانچہ مرزا کوکہ اور اس کی والدہ اور بعض عورتوں کے سامنے یہ ظاہر کیا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ جو کچھ اللہ کو منظور ہوگا وہی ظہور میں آئے گا۔[۱]

حضرت خواجہ کا اصول یہ تھا کہ جھونپڑوں سے لے کر محلوں تک ارشاد و تلقین کا ہنگامہ برپا کرنا چاہئے اور سلاطین سے علیحدہ رہنے کی بجائے ان کو متاثر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔[۲]

حضرت خواجہ کی اولاد

حضرت عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں (۱۰۱۰۔ ۱۰۷۳ھ/۱۶۰۱۔۱۶۲۱ء)

مولفِ زاد المعاد

حضرت خواجہ کی دونوں ازواج محترمات سے صرف دو فرزند ہی تولد ہوئے پہلی زوجہ سے عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں اور دوسری سے محمد عبد اللہ ملقب بہ خواجہ خرد دونوں کی ولادت میں صرف چار ماہ کا فرق تھا، حضرت خواجہ نے دونوں صاحبزادگان کی ولادت پر جو قطعہ تاریخ لکھا تھا اس کے بعض اشعار ملاحظہ ہوں:

طبعم غزل نشاط می گفت — دیدم ناگہ بہار بشگفت
تاریخ شناس تیز بیں مرد — "بشگفت" در خطی آورد

۱۰۱۰ھ

یعنی کہ ہماں دو نور باہر — در یک تاریخ گشتہ ظاہر
مابین ظہور آں دو گوہر — بگذشتہ چہار ماہ اکثر

۱۔ مکتوبات حضرت خواجہ، مشمولہ کلیات: ۱۰۶/۴۴

۲۔ نظامی، خلیق احمد: حیات شیخ عبد الحق ص: ۱۴۶

Marfat.com

آں گشتہ دریں خرابہ منزل روز یکم از ربیع اول
بود آخر عصر کان یگانہ افتاد دریں سیاہ خانہ
در خانہ کمترین غلامی شد بند یکی بزرگ نامی[1]

یہ قطعہ تاریخ ولادت حضرت عبیداللہ ملقب بہ خواجہ کلاں کا ہے اس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱...... دوسرے شعر میں ''بشگفت بہار'' مادۂ تاریخ ولادت ہے جس سے سال ۱۰۱۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

۲...... تیسرے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں نور ایک ہی تاریخ (سال ۱۰۱۰ھ) میں ظاہر ہوئے یعنی دونوں فرزند ایک ہی سال میں تولد ہوئے۔

۳...... ان دونوں کی ولادت میں صرف چار ماہ کا فرق ہے۔ (شعر نمبر ۴)

۴...... یہ فرزند یعنی خواجہ کلاں یکم ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ (شعر نمبر ۵)

۵...... ولادت کے وقت عصر کا پہر تھا۔ (شعر نمبر ۶)

۶...... آخری شعر میں ''بزرگ نامی'' سے مراد حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور بندہ اشارہ ہے نو مولد فرزند خواجہ کلاں کی طرف۔

کیوں کہ حضرت عبیداللہ ملقب بہ خواجہ کلاں کی ولادت سے پہلے حضرت خواجہ کے ایک ارادت مند نے خواب دیکھا تھا کہ حضرت خواجہ کے ہاں ایک فرزند سعادت مند کی ولادت ہوگی، چاہیے کہ اس کا نام حضرت خواجہ احرار کے نام پر عبیداللہ رکھا جائے، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔[2]

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کو حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں تین بار حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، آخری حاضری کے موقع پر حضرت خواجہ نے

[1] کلیات: ۲۴۳۔۲۴۴ [2] زبدۃ المقامات: ۶۱۔۶۲، حضرات القدس ۱/ ۲۲۷

Marfat.com

اپنے ان دونوں کم سن بچوں کو منگوایا اور فرمایا کہ ان پر توجہ کرو تو حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کا حکم بجالاتے ہوئے توجہ کی تو اس کے اثرات کا ظہور ہوا، حضرت مجدد الف ثانی ان دونوں صاحبزادگان کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

یہ فقیر تین مرتبہ حضرت خواجہ کی قدم بوسی کی دولت سے مشرف ہوا آخری مرتبہ فقیر سے فرمایا کہ مجھ پر بدن کا ضعف غالب آگیا ہے زندگی کی امید کم ہے، بچوں کے احوال سے خبردار رہنا ہوگا، اور پھر دونوں کو اپنے حضور طلب فرمایا اس وقت تم دائیوں کی گود میں تھے، اور فقیر کو حکم دیا کہ ان پر توجہ کرو حسب الحکم آپ کے حضور اس فقیر نے تم دونوں کی طرف توجہ کی، یہاں تک کہ اس توجہ کا اثر بھی نمایاں ہوا، اس کے بعد فرمایا کہ ان کی ماؤں پر غائبانہ توجہ کرو، حسب ارشاد ان پر غائبانہ توجہ کی گئی، امید ہے کہ حضرت خواجہ کی برکت سے اس توجہ کے ثمرات ونتائج حاصل ہوں گے۔[1]

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد دونوں کم سن صاحبزادگان کی پرورش حضرت خواجہ کے حکم کے مطابق حضرت مجدد الف ثانی نے کیوں نہیں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خواجہ نے اپنے دائمی رفیق اور خادم خاص خواجہ حسام الدین احمد کو ان کی پرورش کی ذمہ داری سونپی، زاد المعاد سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محفل میں جب خواجہ کلاں نے خواجہ حسام الدین احمد کو ''بابا'' کہا تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ بچہ تمہیں بابا اس لئے کہہ رہا ہے کہ مجھے اس کی تربیت میسر نہیں آئے گی اس کی پرورش تمہارے ذمہ ہوگی[2] چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت خواجہ کا وصال ہوگیا اور یہ ذمہ داری انہوں نے ہی قبول کی، حضرت مجدد الف ثانی اس طرف

---

[1] مکتوبات: ۱/۲۶۶/۳۶۳ توجہ دینے کا یہ واقعہ زبدۃ المقامات ۶۲ میں بھی آیا ہے

[2] زاد المعاد: ۳۵۳

Marfat.com

اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمد را حضرت حق سبحانہ از ما جزاء خیر دہاد کہ مؤنتہ ما مقصران را بر خود التزام نمودہ کمر ہمت را در خدمت خدمہ عتبہ علیہ بستہ اند و ما دور افتادگان را فارغ ساختہ [1]

حضرت مجدد الف ثانی، خواجہ حسام الدین احمد کو لکھتے ہیں:

آپ نے لکھا تھا کہ حضرات پیرزادگان کی تربیت کا وقت آ گیا ہے اور گذر رہا ہے اس لئے حضرت خواجہ قدس سرہ کی وصیت یاد دلائی جاتی ہے، میرے مخدوم و مکرم اس میں خادموں کے لئے سعادت ہے کہ مخدوم زادوں کی خدمت کو اپنے لئے فائز کر لیں لیکن اس مدت میں موانع معلومہ کی وجہ سے اس ظاہری خدمت سے معذور رہا اور وصیت عالیہ کے ظہور کے وقت کا انتظار کرتا رہا، اب اگر آپ سمجھتے ہیں کہ کوئی موانع نہیں ہیں اور گفت وشنید کی راہ بند ہوگئی ہے تو حکم فرمائے کہ میں چند روز کے لئے حاضر ہو کر اس خدمت میں مصروف ہو جاؤں، اگر غور فرمائیں تو فقیر سمجھتا ہے کہ اس کام کی بجا آوری میں صرف وصیت پر عمل کرنے کا حکم ہے ورنہ آپ کی ظاہری و باطنی تربیت ان کے لئے کافی ہے کسی دوسرے کی ضرورت نہیں، میں نے سنا ہے کہ میاں محمد قلیج نے بڑے مخدوم زادے کی ظاہری تعلیم و تربیت اپنے ذمہ لے لی ہے اور آپ نے بھی اس تجویز کو پسند فرمایا ہے، مجھے سن کر بہت تعجب ہوا...... کہ آپ اس تجویز کو کیونکر پسند کرتے ہیں، مجھے اس امر کا خوف ہے کہ کہیں محمد قلیج خان کا آزار دوسری جگہ سرایت نہ کر جائے۔ [2]

[1] مکتوبات: ۱/ ۲۶۶/ ۲۶۳، زبدۃ المقامات: ۶۲
[2] مکتوبات: ۱/ ۲۲۹/ ۳۷۶

Marfat.com

ان مکتوبات سے تو حضرت مجدد الف ثانی کا مخدوم زادوں کی ابتدائی تربیت و پرورش نہ کرنے میں خواجہ حسام الدین احمد کی حضرت مجدد الف ثانی سے وقتی ناراضی معلوم ہوتی ہے، دوسرے حضرت مجدد الف ثانی نے خواجہ کلاں کو ظاہری تعلیم و تربیت کیلئے ان کے ماموں نواب محمد قلیج خان کے حوالہ کرنے سے بھی منع فرمایا۔

خواجہ کلاں کی ابتدائی ظاہری تعلیم کن اساتذہ نے کی؟ تذکروں سے اس کا علم نہیں ہوتا، خواجہ کلاں نے زاد المعاد میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا نام جس احترام سے لیا ہے[1] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے حصول علم کیلئے شیخ محدث کی شاگردی اختیار کی ہوگی، اس طرح ممکن ہے کہ حضرت خواجہ کے دیگر خلفاء سے بھی کچھ پڑھا ہو، لیکن زاد المعاد کے جابجا ارشادات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حسام الدین احمد کے فرزند اکبر خواجہ جمال الدین حسین کے ساتھ ہی خواجہ کلاں کی ابتدائی تعلیم ہوئی تھی،

حضرت خواجہ کے وصال پر خواجہ جمال الدین حسین تین سال کے تھے اور خواجہ کلاں دو سال چار ماہ کے ہوئے تھے، خواجہ جمال الدین نے بیس سال کی عمر میں مطول اور ہدایہ پڑھ لی تھی[2] انہی کے ساتھ پرورش پانے والے خواجہ کلاں نے بھی اسی طرح پڑھ ہوگا۔

حضرات القدس میں ہے کہ خواجہ کلاں نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں سرہند حاضر ہو کر علوم ظاہری کی تکمیل کی۔[3]

دہلی ہی میں حضرت خواجہ کے خلیفہ میاں شیخ الہ داد کی خدمت میں خواجہ حسام الدین احمد کی تجویز پر مخدوم زادگان کو تربیت کیلئے بھیجا گیا[4] جس پر حضرت مجدد الف ثانی نے ناراضی کا اظہار کیا تو صاحبزادگان شرمندہ ہوئے اور اسی وجہ سے خواجہ کلاں اور خواجہ جمال الدین حسین تربیت کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں

[1] زاد المعاد: ۱۵۸ [2] زاد المعاد: ۳۲۲ [3] حضرات ۱/ ۴۲۹ [4] زبدۃ المقامات: ۶۴

Marfat.com

جانے سے متردد رہے، حضرت مجدد الف ثانی نے اس سلسلہ میں خواجہ حسام الدین احمد کو لکھا تھا:

اس خط میں تحریر تھا کہ مخدوم زادۂ کلاں اور خواجہ جمال الدین حسین نے چونکہ میاں شیخ الہ داد سے ذکر کی تلقین لی تھی اس لئے شرم کے باعث آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے، میرے مخدوم! اس قسم کی باتوں سے اب بھی جانب داری کی بو آتی ہے اور اس طرح کی طرز و وضع سے بے گانگی اور مخالفت کا مفہوم نکلتا ہے...... مخدوم زادۂ کلاں کو چاہئے تھا کہ اپنے والد بزرگوار کی وصیت کی شرم کرتے اور اس توجہ اور افادہ کی شرم کرتے جو حضرت خواجہ کے حضور ان کے حکم پر واقع ہوئی تھی، اور میاں شیخ الہ داد کو بھی چاہئے تھا کہ پیر پرستی کا دعویٰ کرنے کے باوجود اس قسم کی جرأت نہ کرتے اور وصیت و سبقت افادہ کا لحاظ رکھتے...... مخدوم زادۂ کلاں نے ہمارے نام جو خط لکھا ہے وہ کمال تواضع و طلب و شوق کی زیادتی کی نشاندہی کرتا ہے اور اس مکتوب کا طرز تحریر جنونِ طلب کے بغیر تحریر میں آنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔[1]

گویا خواجہ کلاں کا حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں افادہ کے لئے حاضر ہونے کی خواہش جنون کی حد تک تھی۔

حضرت خواجہ کے صحبت یافتہ اور حضرت مجدد الف ثانی کے تربیت یافتہ خلیفہ ملا قاسم علی نے خواجہ کلاں، خواجہ خرد، خواجہ جمال الدین حسین بن خواجہ حسام الدین احمد اور آپ کی دختر کلاں کی تعلیم قرآن خوانی اور ابتدائی تعلیم کی تھی[2]

خواجہ کلاں کا یہ شوق آمیز عریضہ بنام حضرت مجدد الف ثانی کا ابتدائی حصہ زبدۃ المقامات کے مولف نے نقل کیا ہے جو واقعی طلب و روحانیت کے ایسے جذبات کا

---

[1] مکتوبات: ۲/۲۶/ ۶۴-۶۵ [2] زاد المعاد، تعلیقات ۲۹۰/ ۳-۶

Marfat.com

آئینہ دار ہے جو صرف اس منزل پر جانے والے کی طلب کی انتہا ہی ہوسکتا ہے اس میں خواجہ کلاں نے حضرت مجدد الف ثانی کے لئے دو صفحات کے جو القاب لکھے ہیں وہ آپ کے ایسے اوصاف ومناقب ہیں جو کسی نے بہت کم لکھے ہوں گے، اظہار مدعا سے پہلے کی سطور میں لکھا ہے ''آج میرا مشفق والد نہیں ہے بس آپ ہی ہیں اور میرے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں سوائے آپ کے در کے''[۱]۔ جہاں اس عریضہ سے کئی مفہوم برآمد ہوتے ہیں وہاں یہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ خواجہ حسام الدین احمد اور حضرت مجدد الف ثانی کے مابین مخالفین جس ناراضی کا ذکر کرتے ہیں وہ ختم ہو چکی تھی۔

خواجہ کلاں کتنا عرصہ حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں رہے، اس کا حتمی جواب تذکروں سے نہیں مل سکا، چونکہ خواجہ جمال الدین حسین بھی آپ کے ساتھ ہی گئے تھے اور حضرات القدس کی روایت ہم نقل کر آئے ہیں کہ خواجہ کلاں نے ظاہری علوم کو تکمیل بھی حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں کی تھی، خواجہ جمال الدین حسین کے حالات کے سلسلہ میں زاد المعاد میں ہے کہ وہ بیس سال کی عمر میں مطول وہدایہ سے فارغ ہو گئے تھے اس لئے خواجہ کلاں بھی انہی ایام میں فراغت حاصل کر کے واپس دہلی آ گئے ہوں گے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے ساتھ صاحبزادگان کی برابر مراسلت رہی، حضرت نے دونوں مخدوم زادوں کے نام جو ایک طویل مکتوب تحریر کیا ہے[۲] وہ دراصل اس زمانہء الحاد میں ان کو عقائد حقہ اہل سنت سے آگاہ رکھنے اور شریعت پر عمل پیرا رہنے کے لئے ہے یہ مکتوب ایک جداگانہ رسالہ کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔

اس سے اگلے مکتوب میں آپ نے صاحبزادگان کے مربی خواجہ حسام الدین احمد کو خط لکھا تو اس میں اپنے ان خواجہ زادوں کو طریقت میں بدعت سے بچنے کی تلقین کرتے

---

[۱] اس فصیح عربی عریضہ کا ابتدائی حصہ زبدۃ المقامات: ۶۳۔۶۴ میں نقل ہوا ہے

[۲] مکتوبات: ۱/۲۶۶/۴۶۱۔۴۹۴

Marfat.com

ہوئے فرمایا کہ اس میں ذرا سی بدعت سے بھی فیوض و برکات کی راہیں بند ہو جاتی ہیں۔[1]

اسی طرح جب حضرت مجدد الف ثانی کو معلوم ہوا کہ صاحبزادگان نے خانقاہِ شریفہ میں سماع اور شعر خوانی کا سلسلہ شروع کر دیا ہے تو آپ نے پھر خواجہ حسام الدین احمد کو مخاطب فرمایا کہ اسے بند کریں۔[2]

حضرت مجدد الف ثانی کے وصال کے ایک عرصہ بعد آپ کے فرزند اصغر حضرت شاہ محمد یحییٰ (۱۰۲۷-۱۰۹۸ھ/ ۱۶۱۸-۱۶۸۷ء) کے ساتھ خواجہ کلاں کی صاحبزادی کا نکاح ہوا، ان کی تمام اولاد انہی کے بطن سے تھی جن میں تین بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہے ان فرزندوں میں شیخ ضیاء الدین یوسف عرف میاں جٹو، شیخ زین العابدین عرف میاں فقیر اللہ، شیخ محمد امام اور بی بی زینت النساء منسوب بہ شیخ محمد عابد بن شیخ محمد بن حضرت خواجہ محمد صادق بن حضرت مجدد الف ثانی[3]

خواجہ کلاں کا نکاح مسنون کس خانوادہ میں ہوا اس کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے، ان کی اولاد کا بھی زیادہ حال معلوم نہیں ہوا، قاضی عالم الدین نے مکتوبات حضرت خواجہ کا جو اردو ترجمہ تقسیم ہند سے پہلے لاہور سے شائع کیا تھا اس میں ایک شجرہ بھی منسلک ہے جس کی رو سے خواجہ کلاں کے ایک ہی صاحبزادے خواجہ دین الدین[4]

---

[1] ایضاً: ۱/۲۶۷/۴۹۵ [2] ایضاً: ۱/۲۷۳/۵۱۵ [3] ان کی اولاد کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہدیہ احمدیہ: ۸۶-۱۰۷ [4] خواجہ کلاں کے ایک فرزند خواجہ کرامت اللہ تھے، ان کے بسم اللہ کہنے کی مبارک تقریب میں بڑے بڑے علماء شریک ہوئے تھے۔ (اسراریہ: ۱۶۶، زاد المعاد: ۲۹۹) خواجہ حسام الدین کے وصال (۱۰۴۳ھ) پر ۹ سال کے تھے اس اعتبار سے کرامت اللہ (۱۰۳۴ھ = ۱۰۴۳-۹) کو متولد ہوئے (زاد المعاد ص: ۳۵۸)

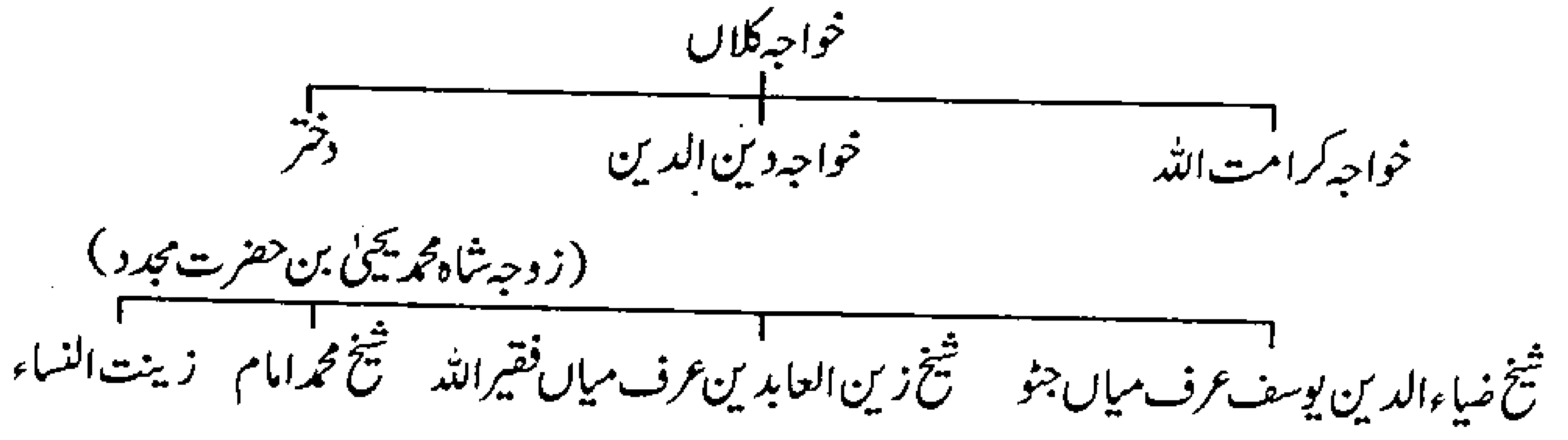

Marfat.com

کا نام درج ہے جن کے ایک فرزند خواجہ مغیث ان کے بیٹے خواجہ اسرار ان کے خلف خواجہ احمد یار تھے جن کے دو بیٹے محمد وزیر، خواجہ میر عبداللہ اور ایک بیٹی رضیہ بیگم تھی۔ میر عبداللہ کے بیٹے خواجہ محمد امیر تھے جن سے حافظ محمد نصیر ہوئے، جن کے تین فرزند اور ایک دختر تھیں مظفر علی، محمد ابراہیم، محمد کبیر، فاطمہ بیگم اور امت اللہ بیگم تھیں۔ مظفر علی کے بیٹے صفدر علی تھے اور فاطمہ بیگم کے ایک فرزند منور علی کا نام درج ہے، حافظ محمد نصیر کے نام کے ساتھ سید لکھا ہوا ہے، یہ اسی سلسلہ کی کڑی ہے جس سے ہم نے بحث کی ہے کہ دور آخر میں حضرت خواجہ کے جانشینوں نے سیادت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ شجرہ ہمیں وضعی اور فرضی معلوم ہوتا ہے، اس میں خواجہ کلاں کی اس بیٹی کا ذکر تک نہیں ہے جو حضرت شاہ محمد یحییٰ سے بیاہی گئی تھیں نہ ان کی اولاد کا کوئی تذکرہ ہے غالباً آخری سجادہ نشین مظفر علی نے یہ فرضی شجرہ مولانا قاضی عالم الدین کو دیا ہوگا کہ حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد کہیں سجادگی کا دعویٰ نہ کر بیٹھے۔

مولانا عبدالحی مرحوم نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے مکاتیب خواجہ کلاں کے نام ہیں [۱] لیکن مکتوبات معصومیہ کی تینوں جلدوں میں ان کے نام کوئی مکتوب موجود نہیں تھے۔

حضرت خواجہ کلاں کا ۱۸ جمادی الاول ۱۰۷۳ھ/ ۱۶۶۲ء کو دہلی میں وصال ہوا، حضرت خواجہ کے روضۂ مبارک میں اپنے مربی و شیخ خواجہ حسام الدین احمد کے جوار میں دفن کئے گئے، خواجہ کلاں کے چھوٹے بھائی خواجہ خرد جو اسی سال دہلی میں شیخ منور بن شیخ عنایت اللہ بن شیخ الہدیہ کے گھر کا زینہ ٹیڑھا ہونے کی بنا پر گرے اور ان کے پاؤں میں شدید چوٹ آئی، موصوف خواجہ کلاں کی وفات کی اطلاع اپنے مرید شیخ کمال محمد سنبھلی کو بذریعہ خط دیتے ہوئے لکھا:

---

[۱] نزہۃ الخواطر: ۵/ ۲۶۹

Marfat.com

سبحان اللہ ہم پای مرا شکستند وہم بازوی مرا

یعنی میرا پاؤں ٹوٹ گیا اور میرا بازو بھی نہ رہا یعنی میرے بھائی کا انتقال ہو گیا، انہی شیخ کمال محمد سنبھلی مولف اسراریہ نے خواجہ کلاں کے وصالِ پر حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھا تھا:

چو رفت خواجہ عبیداللہ از سرائی فنا — کدام دیدہ زمژگان کہ دراشک نہ سفت
ہزار جان زفراقش چوگل گریبان چاک — ہزار دل ز جدائش ہمچو زلف آشفت
کمال از پی سال وصالِ آں خواجہ — چو فکر کرد ''بشد خواجہ کلانان گفت[1]

تالیفات خواجہ کلاں

حضرات القدس کے معاصر مولف کا بیان ہے کہ خواجہ کلاں نے کتابوں کے مطالعہ کو اپنا انیس بنالیا ہے اور وہ ہر وقت تصنیف وتالیف میں مصروف رہتے تھے:

مطالعہ ء کتب را انیس خود گردانیدہ واکثر اوقات بہ تصنیف صرف می بردند[2]

ایک اور معاصر جنہوں نے آپ کے وصال پر قطعہ تاریخ کہا تھا یعنی شیخ کمال محمد سنبھلی کا مشاہدہ ہے کہ خواجہ کلاں کی بلند پایہ تصانیف ہیں جو نہایت پاکیزہ ہیں:

تصانیف عالیہ از قلم وی ظاہر شدند پس بامتانت وعذوبت[3]

خواجہ کلاں کی صرف تین کتابوں کا علم ہوسکا ہے اول زادا لمعاد ، دوم مبلغ الرجال اور سوم طبقات حسامیہ، یہ تینوں کتابیں علم رجال پر ہیں جن کو دیکھ کر مولفِ حضرات القدس کا بیان زیادہ واضح ہوجاتا ہے کہ خواجہ کلاں:

---

[1] اسراریہ: ۴۵ آزاد بلگرامی نے خواجہ کلاں کا سال وفات ۱۰۷۴ھ لکھا ہے جو اسراریہ کے مقابلہ میں اہمیت نہیں رکھتا۔ (مآثر الکرام: ۹۲) [2] حضرات القدس: ۱/ ۴۲۹ قلمی

[3] اسراریہ: ۴۴ قلمی

Marfat.com

از علم تاریخ وانساب نصیبہ تمام دارند و در تصوف بہرہ کامل و در علم انشاء قدرت تمام [1]

علم تاریخ اور انساب پر کامل دستگاہ رکھنے کے علاوہ خواجہ کلان کو فن تحریر اور زبان و بیان پر بھی عبور حاصل تھا، مذکورہ کتب ہی سے اول الذکر دونوں تذکرے ہماری دسترس میں ہیں جو انشاء پردازی کی بہترین مثال ہیں، بے جا تصنع سے کہیں کام نہیں لیا لیکن زبان اتنی پاکیزہ استعمال کی ہے کہ کہیں بھی بیان میں کم مائیگی کا احساس نہیں ہوتا ترتیب زمانی کے اعتبار سے خواجہ کلاں کی تالیفات اس طرح ہیں:

۱......زادالمعاد (بسال ۱۰۴۴ھ/۱۶۳۵ء)

۲......مبلغ الرجال (بسال ۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰ء)

۳......طبقات حسامیہ (قبل ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء)

۴......کلیات خواجہ کلاں

۵......احوال حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

ان میں سے اول الذکر دو کتابوں کے وجود کا ہمیں علم ہے دیگر کتب کے بارے میں ہمیں تا حال علم نہیں کہ ان کے نسخے کہاں پائے جاتے ہیں۔

طبقات حسامیہ کا ذکر سب سے پہلے مولف حضرات القدس نے کیا ہے کہ خواجہ کلاں نے ایک لاکھ یا کم وبیش ابیات کے برابر ضخامت کا ایک تذکرہ تصنیف کیا تھا:

تذکرۂ مشائخ مقدار یک لکھ بیت کم بیش تالیف کردہ اند [2]

ایک اور معاصر شیخ کمال محمد سنبھلی جن کو خود خواجہ کلاں نے اپنی یہ تالیف دکھائی تھی کا بیان ہے کہ اس کا نام مولف نے اپنے شیخ خواجہ حسام الدین احمد کے نام پر

---

[1] حضرات: ۱/۴۲۹ [2] حضرات القدس: ۱/۴۲۸

Marfat.com

طبقات حسامیہ رکھا ہے یہ اتنا ضخیم و حجیم تذکرہ ہے کہ اگر اس میں سے سلاسل مشائخ کے اعتبار سے حصے الگ الگ کئے جائیں تو کئی جلدیں بن جائیں گی، مولف اس کی ضخامت اور طوالت پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں:

از جملہ مصنفات وی یکی طبقات حسامی است و بنام شیخ خود نوشتہ و در اندک مدتی بانصرام رسانیدہ بسا اسرار و حقائق و بیان احوال مشائخ سلاسل مختلفہ بہ بسطی تمام اندران ایراد یافتہ اگر احوال مشائخ جمیع سلاسل ازان جدا سازند چند مجلد کتاب بظہور می آید و اہل ہر سلسلہ را آں کافی است بہ تفصیلی تمام، روزی وی مرا بحضور خود طلبیدہ و از راہ لطف و کرم آں کتاب وانمود از بزرگی و کلانی آں عقل و فہم حیران می شود و من بسیار محظوظ شدم[1]

آزاد بلگرامی کا یہ بیان:

تذکرۂ مشائخ مقدار یک لک بیت تالیف کرد[2]

بغیر حوالہ کے حضرات القدس کے منقولہ بالا اقتباس سے منقول ہے اسی طرح مولانا عبدالحی حسنی کا بیان اسرار یہ کی تعریب ہے۔[3]

کاش یہ بیش قیمت تذکرہ ہمیں مل جاتا تو آج مشائخ کے سوانحی امور کے لئے اتنے قیاسات کا سہارا نہ لینا پڑتا۔

طبقات حسامیہ کا حضرات القدس میں حوالہ آنے کا مطلب بہت واضح ہے کہ

---

[1] اسراریہ: ۴۴ خواجہ محمد صادق ہمدانی نے طبقات حسامیہ کا نام نہیں لکھا لیکن اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''احوالِ صحابہ و تابعین و تبع تابعین و مشائخ دین تا وقت خود نوشتہ'' (طبقاتِ شاہ جہانی: ۱۰/۲۶) [2] مآثر الکرام: ۹۲ [3] نزہۃ الخواطر: ۵/۲۶۹

Marfat.com

یہ کتاب اس کی تکمیل حدود ۱۰۶۴ھ اور آغاز ۱۰۳۹ھ سے پہلے تالیف [1] ہو کر اہل سلسلہ میں رائج ہو چکی تھی، طبقات حسامیہ کا خطی نسخہ ۱۸۵۰ء تک دہلی میں موجود تھا، مولوی فریدالدین دہلوی (ف ۱۸۵۷ء) نے نقش قدم شریف دہلی کے صحیح ہونے اور اس کی زیادت کی برکات کے اثبات میں ایک رسالہ سیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول کے نام سے مذکورہ سنہ کو اردو میں لکھا تو تین مقامات [2] پر طبقات حسامیہ کے اقتباسات نقل کئے، جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ۱۸۵۰ء میں اس کا مخطوطہ دہلی میں موجود تھا، مولانا فرید الدین کے فرزند اخوند محمد عمر ملقب بہ سراج الحق (ف ۱۹۱۷ء) نے ریاض الانوار [3] اور رسالہ الاستشفاع [4] میں یہی اقتباسات دیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر سے یہ کتاب نہیں گذری، ممکن ہے اس کا نسخہ مولوی انوارالحق حقی (ف ۱۳۲۰ھ) کے آبائی کتابخانہ (یعنی ذخیرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی) میں ہو جس کا بڑا حصہ ۱۸۵۷ء میں تلف ہو گیا تھا [5] اخوند صاحب نے ان سے بعض کتب جو بچ رہی تھیں مستعار لینے کا ذکر کیا ہے، مولوی فریدالدین دہلوی نے طبقات کے جو اقتباسات دیئے ہیں وہ یہاں نمونہ کے طور پر نقل کئے جا رہے ہیں:

(ذکر عمارات سلطان فیروز شاہ) از انجملہ مدرسہ فتح خان است کہ حالا آں را حظیرہ فتح خان خوانند، ایں فتح خان پسر اخت وارشد سلطان مذکور بود و گویند پیش از سلطان فیروز شاہ فوت کرد قبر وی در ہماں مدرسہ است

---

[1] مقامات معصومی: ۱/ ۲۷۳-۲۷۶ [2] فریدالدین: سیف المسلول: ۴۴، ۵۷، ۵۸

[3] محمد عمر، اخوند: ریاض الانوار: ۱/ ۲۱۸-۲۲۰ [4] رسالہ الاستشفاع: ۴۹-۵۰

[5] نظامی، خلق احمد: حیات شیخ عبدالحق: ۱۵۵

جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ طبقات کے مؤلف خواجہ کلاں شیخ محدث کے شاگرد تھے ممکن ہے کہ انہوں نے طبقات کا نسخہ خاص طو پر آپ کے صاحبزادگان کو بھیجا ہو

Marfat.com

و بالای قبروی نقش قدم معظم آں سرور است کہ از مدت مدید و عہد بعید زیارت گاہ خلائق است و سلطان ہند قرن بعد قرن بخدمت لنگر آں مقام متبرک قیام نمودہ آمدہ [1]

مولوی فرید الدین اس کے دوسرے اقتباس سے پہلے لکھتے ہیں کہ طبقات حسامیہ کے دفتر رابع میں درج ہے جس کا مطلب واضح ہے کہ یہ کتاب کئی جلدوں میں تھی، اقتباس ملاحظہ ہو:

وقتیکہ سلطانِ فیروز شاہ بملازمت مخدوم العالمین (مخدوم جہانیاں جہان گشت) رفتن خواستہ بود فتح خان کہ درمیان او سلطان عہد قدم مبارک حضرت سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) بود تا ہر کس کہ پیش از یک دیگر بعالم بقا شابد آں نشان والا شان بر سینہ او گذارند فتح خان مذکور بمجرد استماع واقعہ بیماری حضرت مخدوم جہانیان وصحت یافتن ایشان بدعاء حضرت قطب المکرمین (بوعلی شاہ قلندر) بر اسپ بادپای سوار شدہ تنہا بسوی پانی پت شافت و بوقت شام درانجا رسید اسپ را بر در خانقاہِ عرش اشتہاہ حضرت مخدوم العالمین گذاشتہ اندرون رفت حضرت مخدوم درونِ حجرہ مشغول بود و مخدوم شیخ زینا کہ از خلفای خاص حضرت قطب المکرمین بود حلقہ حجرہ در دست گرفتہ ایستادہ، بسانِ فیل مست می جنبید فتح خان ناپرسیدہ دلیرانہ درون حجرہ رفتن خواست، حضرت مخدوم شیخ زینا گفت ای بچہ کجا میری نمی خواہی کہ سلامت باز ائی گفت سلامت میروم و بسلامت باز آیم، آنجناب فرمود کہ اگر سلامت بیائی پیراہن من پارہ کنی

---

[1] السیف المسلول: ۴۴

Marfat.com

والامن جامہ ترا پارہ کنم ، فتح خان چوں خواہاں ہمیں تفاول بود دلیرانہ درون حجرہ رفت و دید کہ حضرت مخدوم العالمین در استغراق اند فتح خان دست بستہ بایستاد پس بی آ نکہ کسی آنحضرت را خبردار رساز داز زبان مبارک حضرت لفظ برآمد برو بگیر قدم آنسرور را فتح خان شاد شد زمین بوس نمودہ آمد و ہمچناں مخدوم شیخ زینا راست ایستادہ بدید، گفت یا شیخ چگونہ سلامت برآمدم، فرمود ای بچہ تر بہدف رسید ازیں جا خود قضا گرفتہ آمدی اما تا دہلی خود سلامت نمی تواں رسید، فتح خان گفت یا حضرت آرزوی من از دل و جان ہمیں است بجہت ہمیں تفاول درایں جا آمدہ بودم الحمد للہ والمنۃ کہ مکرر بشارت یافتم پس بغایت شگفتگی وتازہ روی ازآں جا براسپ سوار شدہ روانہ گشت، چوں نزدیک دہلی رسید ند درختی فراز آمد خوابش گرفت و چادر برروکشید و جان بحق تسلیم نمود، چوں ایں خبر بسلطان رسید وعدۂ خود بجا آورد ونشان قدم مبارک حضرت رسالت پناہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بر سینہ او گذاشت[1]

خواجہ کلاں کی دوسری دو کتابیں زادالمعاد اور مبلغ الرجال بھی تذکرے ہی ہیں ان میں سے ہم پہلے مبلغ الرجال کا تعارف کروا رہے ہیں اور آخر میں زادالمعاد کا مفصل تجزیہ کیا جائے گا۔

مبلغ الرجال

۱۰۶۰ھ/ ۱۶۵۰ء کو تالیف ہوئی، مولف نے اس میں اپنا نام اس طرح لکھا ہے:

[1] السیف المسلول: ۵۷۔۵۸، ریاض الانوار: ۱/ ۲۱۸۔۲۲۰

Marfat.com

اما بعد گوید بندۂ سرافگندہ شرمندہ از کردار تباہ سراپا گناہ خانہ زاد خواجہ آفاق سبط آل النبی [1] موید الملۃ والدین الرضی ابوالوقت خواجہ محمد الباقی قدس سرہ احقر عبید اللہ عُبید اللہ

مولف نے خاتمہ میں اس کا سال تالیف (۱۳ جمادی الاول :۱۰۶۰ھ) لکھا ہے:

قد فرغت من تسوید ھذہ العجالۃ صنحوہ یوم الثلثا عشر جمید الاول (جمادی الاول) سنتہ ستین بعد الالف ...... [2]

مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا خطی نسخہ ہم نے اپنے قیام علی گڑھ (۱۹۹۰) کے دوران خود دیکھا وہاں بھی یہی سال تکمیل لکھا ہوا ہے جبکہ پروفیسر محمد اسلم نے اسے ۱۰۶۶ھ پڑھا ہے [3] دراصل وہ جمادی الاول کے بعد "سنۃ" کو سہواً ستہ پڑھ گئے، انڈیا آفس لائبریری، لندن اور خانقاہ شاہ ابوالخیر، دہلی میں محفوظ اس کے خطی نسخوں میں بھی خاتمہ واضح طور پر ۱۰۶۰ھ ہی ہے، یہ دونوں خطی نسخے بھی ہماری نظر سے گذرے ہیں۔

مبلغ الرجال چار وصل (باب) اور ایک فصل پر مشتمل ہے:

۱......وصل اول　　در بیان مذہب حکماء

۲......وصل دوم　　در بیان مذہب متکلمین و جمہور قدماء صوفیہ

۳......وصل سوم　　در بیان مذہب اتباع شیخ محی الدین العربی قدس سرہ و حکماء اشراقین و تصرفی کہ شیخ شیوخ الفقراء ...... شیخ احمد سرہندی ...... دریں مسئلہ نمودہ اند

---

[1] اس ابتدائیہ پر حضرت خواجہ کے نسب پر بحث کرتے ہوئے ہم وضاحت کر چکے ہیں

[2] یہ خاتمہ خطی نسخہ ذخیرۂ دہلی، انڈیا آفس لائبریری، لندن شمارہ: D.P. 11 12 ہے

[3] تاریخی مقالات: ۶۲

Marfat.com

۴......وصل چہارم   دربیان فضل ورجحان مقام انبیاء

۵......فصل   دربیان مذہب ملامدہ خذلہم [۱] اللہ سبحانہ وذکراطوار ایشاں مبلغ الرجال کا موضوع اس کی فصول سے ظاہر ہوگیا ہے لیکن اس کی آخری فصل دربیان مذہب ملاحدہ سب سے اہم ہے، اس پر اکبر بادشاہ کے عہد میں الحاد کے آغاز سے ملاحدۂ ہند کا تذکرہ ہے۔

ایک مقام پر لکھا ہے کہ شیخ ابوالفضل نے محمود پسیخوانی کے نقوی عقائد کو یہاں ہندوستان میں رائج کیا [۲] مشہور نقوی ملحد شریف آملی کا جب اپنے وطن میں رہنا اپنے عقائد فاسدہ کی وجہ سے ناممکن ہوگیا تو وہ ہندوستان چلا آیا اور کسی طرح اکبر بادشاہ تک رسائی ہوئی تو اسے اس کے خرفہای ناہموار پسند آئے۔ [۳]

مولف یعنی خواجہ کلاں کی پرورش خواجہ حسام الدین احمد کے گھر میں ہوئی تھی وہ ملا مبارک ناگوری کے داماد اور ابوالفضل وفیضی کے بہنوئی تھے اس لئے انہیں اس خانوادہ کے عقائد کا پورا علم تھا، خواجہ کلاں ملا مبارک ناگوری کے مذہب کے متعلق یہ دلچسپ اطلاع فراہم کرتے ہیں:

درہر عصر ہماں مشرب و مذہب شعار وقت خود می ساخت کہ ملوک و امرای عصر بدان مذہب رغبت می داشتند [۴]

ابوالفضل نے دہریت سے بڑھ کر اباحت کی وادی میں قدم رکھا [۵]

---

[۱] ایضاً: ۶۵ تعجب ہے کہ پروفیسر محمد اسلم نے ملاحدہ لکھنے کے بعد ان کے ساتھ دعائیہ الفاظ حفظھم اللہ سبحانہ کیوں کر پڑھ لیا جب کہ ہمارے پیش نظر مبلغ الرجال کے تینوں خطی نسخوں میں یہاں خذلھم اللہ سبحانہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کا مواخذہ کرے

[۲] مبلغ الرجال، خطی نسخہ دہلی ص: ۱۱۸   [۳] ایضاً: ۱۲۱   [۴] ایضاً ص: ۱۳۱

[۵] ایضاً: ۱۳۳

Marfat.com

خواجہ کلاں نے لکھا ہے کہ اسلام میں جتنی بدعات پیدا ہوئیں وہ دہریوں کی پیدا کی ہوئی ہیں [۱]

چونکہ مولف کی روحانی تربیت حضرت مجدد الف ثانی نے کی تھی اس لئے مولف نے ہر مقام پر آپ کا نام بڑے ہی احترام سے لکھا ہے، ایک جگہ شیخ اکبر ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کے بیان کے دوران لکھا ہے کہ اکثر صوفیہ متاخرین ان کے نظریہ کے قائل ہیں لیکن ہزار سال ہجرت کے بعد مدار الملت والدین ابوالبرکات شیخ احمد بن شیخ عبدالاحد سرہندی الفاروقی النقشبندی قدس سرہ در نسبت اشیا باحق سبحانہ تصرفی فرمودہ مسئلہ توحید را برنگ دیگر وانمودہ اند [۲]

اس وقت تک مبلغ الرجال کے چار خطی نسخے ہمارے علم میں ہیں اول مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ [۳] دوم خانقاہ شاہ ابوالخیر، دہلی، سوم انڈیا آفس لائبریری لندن [۴] اور چہارم معروف مورخ پروفیسر خلیق احمد نظامی، علی گڑھ کے ذاتی کتب خانہ میں ہے [۵]

پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم جنہوں نے اکبر کے دین الٰہی کا گہرا مطالعہ کیا تھا، مبلغ الرجال کی دین الٰہی اور اس کے ماحول کو سمجھنے کے لئے تاریخی اہمیت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

Khwaja Kalan's Mabligh-ul-Rijal written during the reign of shahjahan, ... It provides a thought provoking background to the study of religious, philosophic and other trends of the period (of Akbar). Hardly and religious scholar of that time had

---

۱ ایضاً ۱۳۳ ۲ ایضاً: ۱۳ ۳ تاریخی مقالات: ۶۱

۴ D.P. 1112 ۵ Nizamia, K.A: Akbar and Religion P. 438

Marfat.com

such comprehensive and in-depth understanding of the intellectual and religicious trends of the period as Khwaja Kalan. Fully conversant with the mystic classics, he had studied works which are not available to day. He refers to Masud Bak's Risala Tanziya al Aqaid and several other lessknown works. He was aware of Ishraqi ideology, the Nuqtawi metaphysics, the views of the carmathians and the complex nature of panthesitic concepts. In fact it is only in this conteset that the extent of muslim consern at Akbar's religious experiments can be evaluated. [۱]

---

۱ Nizami, K.A: Akbar and Religion, Delhi, 1989, P.320

Marfat.com

زادالمعاد

خواجہ کلاں کی دریافت شدہ کتابوں میں زادالمعاد زمانہ تالیف کے اعتبار سے سب سے قدیم ہے جو ۱۰۴۴ھ/ ۱۶۳۵ء کو رمضان شریف میں مکمل ہوئی۔

یہ کتاب مولف نے اپنے مربی و شیخ خواجہ حسام الدین احمد کے حالات و مناقب میں لکھی جو خواجہ حسام الدین احمد کے وصال (۱۰۴۳ھ) کے ایک سال بعد پایہ تکمیل کو پہنچی۔

مولف صاحب سوانح کے مربی و پروردہ تھے وہ دو سال چار ماہ اور چھ[1] دن کے تھے جب ان کے والد گرامی حضرت خواجہ باقی باللہ کا وصال ہوا تو ان کی پرورش کی ذمہ داری ان پر آن پڑی انہوں نے خواجہ حسام الدین احمد کے بچوں کے ساتھ پرورش پائی، اس لئے اس کتاب میں ان کی درج کردہ تمام روایات کے وہ خود امین ہیں۔

مولف کے حضرت خواجہ کے تقریباً تمام خلفاء سے براہ راست تعلقات تھے اس لئے اس میں درج روایات کی انہوں نے براہِ راست ان سے سماعت کی تھی۔

اس کتاب کے ذریعہ حضرت خواجہ کے خلفاء کے احوال خواجہ حسام الدین احمد کے بیان کردہ ہیں یا پھر وقتاً فوقتاً آپ کی محفل میں جو باتیں ہوتی تھیں ان سے اخذ کئے گئے ہیں

بظاہر زادالمعاد ایک منفرد تذکرہ ہے لیکن ضمناً اس میں سلسلہ نقشبندیہ اور دیگر افراد کے حالات کے بارے میں اہم اشارات درج ہیں جن سے دوسرے تذکرے

---

[1] زادالمعاد (خودنوشت احوالِ خواجہ کلاں)

Marfat.com

خالی ہیں

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے بارے میں اس میں جس قدر نکات ملتے ہیں وہ مولف کا اپنا مشاہدہ تصور ہوں گے، ان سے سرہند میں لکھے جانے والے تذکرے خالی ہیں۔

صاحبِ حضرات القدس نے زاد المعاد سے استفادہ کیا ہے[1] انہوں نے اس کا نام نہیں لکھا لیکن عام طور پر اس وقت مولفین چھوٹی کتاب کو رسالہ کہہ کر حوالہ دیتے تھے، لکھا ہے کہ چونکہ خواجہ کلاں نے خواجہ حسام الدین احمد کے احوال پر علیحدہ کتاب لکھی ہے اس لئے ہم نے یہاں ان کے مفصل حالات نہیں لکھے، فرماتے ہیں:

"چوں خدمتِ خواجہ زادہ خواجہ عبید اللہ سلمہ اللہ در مقامات ایشان کتابی علیحدہ تصنیف نمودہ اند بنا براں ایں حقیر بتفصیل احوالِ ایشان نہ پرداخت[2]

اس اقتباس سے مندرج ذیل نتائج اخذ ہوئے ہیں:

۱...... حضرات القدس کے مولف زاد المعاد سے بخوبی واقف تھے، انہوں نے خواجہ کلاں کی ایک اور ضخیم تصنیف تذکرۂ مشائخ کا بھی ذکر کیا ہے اس کا نام بھی نہیں لکھا بلکہ موضوع بتایا کہ اس کی ضخامت ایک لاکھ اشعار کے دیوان کے مساوی ہے جیسا کہ ہم دوسرے معاصر ماخذ کی بنیاد پر اس کے نام طبقات حسامیہ کی وضاحت کر چکے ہیں اسی طرح انہوں نے زاد المعاد کا نام نہیں لکھا بلکہ "کتابی علیحدہ" در احوال خواجہ حسام الدین احمد لکھنے پر اکتفا کیا۔

۲ دوسری اہم بات اس سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ زاد المعاد کی تکمیل ۱۰۴۴ھ تک

---

[1] یہاں تک کہ حضرت خواجہ کلاں سے جو سہو ہوئے تھے ان کا بھی اعادہ کیا گیا ہے، تعلیقات کتاب زاد المعاد (   )

[2] حضرات القدس: ۱/ ۵۲۴، قلمی

Marfat.com

حضرات القدس زیر تالیف تھی۔

۳ سلسلہ نقشبندیہ کے ایک اہم اور مستند معاصر تذکرہ حضرات القدس میں زاد المعاد کے حوالہ نے اس کتاب کی نہ صرف افادیت بڑھا دی ہے بلکہ اس کے خواجہ کلاں سے انتساب کو بھی درست ثابت کر دیا ہے [۱]

زاد المعاد ایک فاتحہ (مقدمہ)، تین مقصد (ابواب)، ایک خاتمہ اور ایک لاحقہ پر مشتمل ہے:

فاتحہ در بیان ملخصی از معظمات خصائص و مشخصات آنحضرت (خواجہ حسام الدین احمد)

مقصد اول، در ذکر مجملی از نسب عالی آنحضرت و تفصیل وقائع و سرگذشتہاء

[۱] ڈاکٹر غلام مصطفی خان مرحوم کی تحقیقات علمی لطائف کا درجہ رکھتی ہیں، انہوں نے زبدۃ المقامات کے حاشیہ (ص: ۱۳۳، اردو ترجمہ) میں حضرات القدس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ خواجہ کلاں نے خواجہ حسام الدین احمد کے احوال پر جو کتاب لکھی تھی کا نام طبقات حسامیہ بتایا ہے، حالانکہ مولف حضرات القدس نے خواجہ کلاں کی کسی تصنیف کا نام نہیں لکھا، مولانا فریدی کا تذکرہ خواجہ باقی باللہ ان کے پیش نظر تھا جس میں انہوں نے اسراریہ کے حوالہ سے خواجہ کلاں کے ایک عمومی اور ضخیم تذکرۂ مشائخ کا نام طبقات حسامیہ لکھا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ انہوں نے اپنے شیخ خواجہ حسام الدین احمد کے نام کی مناسبت اپنی کتاب کا نام رکھا ہے۔ (ص: ۵۱)

کاش ڈاکٹر صاحب اس بات پر غور فرما لیتے کہ یہ تو ان کے نوشتہ تذکرہ کا نام ہے پھر مرحوم نے یہ فرض کر لیا کہ صاحب حضرات القدس نے خواجہ حسام الدین احمد کے احوال پر خواجہ کلاں کے جس رسالہ کا تذکرہ کیا ہے وہ ان کے شیخ کے نام کی مناسبت سے طبقات حسامیہ ہی ہوگا،

بحث کا حاصل یہ ہے کہ ڈاکٹر غلام مصطفی کا یہ حاشیہ غلط فہمی پر مبنی ہے کہ طبقات حسامیہ کا موضوع خواجہ حسام الدین احمد کے مناقب ہے بلکہ آپ کے احوال پر خواجہ کلاں کی کتاب کا نام زاد المعاد ہے جو یہی کتاب حاضر ہے۔

Marfat.com

عمر مبارک آنحضرت و این مقصد مشتمل است بر چہار فصل

مقصد دوم در بیان مجملی از عبادات و عادات و اخلاق کریمہ آنحضرت درین مقصد در ضمن سہ فصل ایراد نمودہ خواہد شد

مقصد سوم در بیان طریق ارشاد و ہدایت آنحضرت و نبذی از انفاس نفیسہ ایشاں و برخی از تصرفات و خوارق آنحضرت و ایں مقصد در سہ فصل

خاتمہ در ذکر مرضِ اخیر آنحضرت و طریق ارتحال ایشان ازیں دار بلا بہ سرای ذوالجلال

لاحقہ در تعداد جمعی از صحب عظام و احباب کرام آنحضرت......

یہ لاحقہ دو قسموں پر مشتمل ہے قسم اول میں ان خلفاء کا تذکرہ ہے جو براہِ راست حضرت خواجہ باقی باللہ کے فیض یافتہ یا صحبت یافتہ تھے لیکن آپ کے وصال کے بعد ان کی تربیت و تکمیل خواجہ حسام الدین احمد اور حضرت مجدد الف ثانی یا دیگر خلفاء نے کی۔

لاحقہ کی دوسری قسم ان بزرگوں کے احوال پر ہے جو حضرت خواجہ کے وصال کے بعد خواجہ حسام الدین احمد کے زیر تربیت رہے تھے۔

زاد المعاد کے اب تک صرف دو خطی نسخوں کا علم ہو سکا ہے:

اول پبلک لائبریری، خیر پور، سندھ، پاکستان، یہ نسخہ حکیم مظفر حسین[1] نے اس لائبریری کو فروخت کیا تھا، یہ قلمی نسخہ صاف اور خوش خط ہے لیکن ناقص الآخر ہے لاحقہ

---

[1] حکیم سید مظفر حسین، حیدر آباد، دکن کے رہنے والے تھے، انہوں نے ۱۹۳۶ء میں حیدر آباد سے ہی مرقع دہلی تالیف درگاہ قلی خان کا فارسی متن مرتب کر کے بہت خوبصورت کتابت میں شائع کیا تھا، تقسیم ہند کے موقع پر وہ پاکستان آ کر کراچی میں مقیم ہوئے اور مخطوطات کا کاروبار کرتے رہے تقریباً بیس سال قبل میری ان کے بیٹے سے کراچی میں ملاقات ہوئی تھی وہ معمر ہونے کے باعث اپنے خاندانی حالات بھول گئے تھے اپنے والد کا سال وفات تک نہ بتا سکے، حکیم مظفر کا متروکہ کتب خانہ انہوں نے ہمدرد یونیورسٹی کراچی کو فروخت کر دیا تھا۔

Marfat.com

کی قسم اول کے درمیان تک ہے گویا آخر کے تقریباً ساٹھ اوراق غائب ہیں، جس کی وجہ سے اس کا سال کتابت اور اسم کاتب وغیرہ معلوم نہیں ہو سکتا، جا بجا سہو ہای کتابت موجود ہیں، اس کے کل اوراق ۱۹۴ ہیں حواشی میں اسے نسخہ خ یعنی خیر پور کے مخفف سے حوالہ دیا گیا ہے۔

اس کا دوسرا خطی نسخہ ذخیرۂ دہلی، انڈیا آفس لائبریری، لندن میں شمارہ D.P.1033 ہے جسے شب دوشنبہ ۱۱۰۳ھ کو کسی نے میر کالے صحاف سے خریدا تھا، اس نسخہ کا بھی سال کتابت درج نہیں ہے، تاہم نسخہ قدیم اور شکستہ آمیز خط میں ہے، اغلاط سے پاک نہیں ہے لیکن اس میں غلطیاں قدرے کم ہیں، اس کے کل ۲۴۹ اوراق ہیں، ذخیرہ دہلی کی مناسبت اسے نسخہ ''د'' کہا گیا ہے۔

ہم نے دونوں نسخوں کا تقابل کیا ہے انڈیا آفس لائبریری کے خطی نسخہ سے ہم نے اپنے قیام لندن (۱۹۸۶ء) کے دوران استفادہ کیا تھا اور بعد کے سفر میں اول الذکر نسخہ سے تقابل بھی کر لیا تھا، اس کی مائیکرو فلم منگوائی گئی تو کئی عنوانات جو سرخ روشنائی سے لکھے گئے تھے وہ فلم میں نہیں آ سکے، تاہم مدہم ہونے کے باوجود ان میں سے بعض پڑھ لیے گئے ہیں۔ مولانا عبدالحی حسنی نے معاصر کتاب اسراریہ کے حوالہ سے زاد المعاد کو خواجہ خرد کی تالیف لکھا ہے[1] حالانکہ اسراریہ میں تو زاد المعاد کا نام ہی درج نہیں ہے، ان کے اتباع میں کئی مولفین مثلاً مولانا سید زوار حسین شاہ[2] اور صوفی محمد اشفاق اللہ واجد مجددی صاحب[3] نے یہی غلطی کی ہے۔

کلیاتِ خواجہ کلاں

اس مجموعہ میں وہ مکاتیب ہیں جو خواجہ حسام الدین احمد کو مختلف اکابر نے لکھے

---

[1] نزہۃ الخواطر: ۵/۲۵۵ [2] حضرت مجدد الف ثانی ص: ۷۵۵ [3] مجدد اعظم ص: ۹۷۳

Marfat.com

اورخواجہ کلاں نے جمع کئے [1] یقیناً ان مکاتیب کے علاوہ اس میں خواجہ کلاں کے رسائل اورمنظومات وغیرہ بھی ہوں گے، خواجہ محمد صادق ہمدانی نے لکھا ہے:

از علم و دانش وشعر وانشاء نصیبہ کلی یافتہ [2]

اس کلیات میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا وہ مکتوب بھی شامل ہے جو آپ نے حضرت مجدد الف ثانی پر اپنے اعتراضات سے رجوع کرتے ہوئے خواجہ حسام الدین احمد کو لکھا تھا۔ [3]

اس کا مطلب بہت واضح ہے کہ حضرت شیخ محدث نے واقعی رجوع کرلیا تھا مخالفین جوان دونوں بزرگوں کے اختلاف کو خلاف کا رنگ دے کرمخالفت کو بڑھاتے اور یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ مکتوب شیخ محدث کے مجموعہ مکاتیب میں موجود ہی نہیں ہے، اس لئے وضعی ہے اور پہلی بار اخبار الاخبار کے مجتبائی ایڈیشن کے آخر میں طبع ہوا ہے اور عقیدت مندوں نے اسے خود بنایا ہے، کلیات خواجہ کلاں میں اس مکتوب کے شامل ہونے سے یہ حقیقت آشکار ہوجاتی ہے کہ یہ مکتوب اصلی اور حقیقی ہے۔

ترجمہ سوانح حیات ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

خواجہ کلاں نے خواجہ حسام الدین احمد کے آخری سنین حیات میں ایک عربی رسالہ دراحوال حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا آپ کے حکم پر فارسی میں ترجمہ کرکے دہلی میں پیش کیا تھا جس کے اوراق آپ کتاب وقایہ اور تفسیر حسینی میں سفر وحضر میں اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے [4] لیکن اس رسالہ کے وجود کا بھی ہمیں تاحال علم نہیں ہے۔

---

[1] کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ:۱/۲۱۱ [2] طبقات شاہ جہانی:۱۰/۲۵

[3] روضۃ القیومیہ:۱/۲۱۱ (اردو ترجمہ طبع:۱۳۳۵ھ) [4] زادالمعاد:۶/۱۷

Marfat.com

حضرت محمد عبداللہ ملقب بہ خواجہ خُرد

(۱۰۱۰۔۱۰۷۴ھ/۱۶۰۱۔۱۶۶۳ء)

حضرت خواجہ کے دوسرے فرزند حضرت محمد عبداللہ ملقب بہ خواجہ خرد تھے، جو خواجہ کلاں کی ولادت کے چار ماہ بعد ۶ رجب ۱۰۱۰ھ کو تو ہوئے، حضرت خواجہ نے یہ قطعہ تاریخ لکھا تھا:

گل شکری بوالعجبی دست داد   شکر ہندی گل ترک زاد
بلکہ ز کشمیر گلِ زعفران   شد شکر آلودۂ ہندوستان
آمدہ پس درخم این تیرہ خم   ماہِ رجب بود و صباح ششم [۱]

ان اشعار سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

۱...... پہلے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ فرزند ایسا گل شکر یعنی گلقند ہے جس کی شکر ہند کی ہو اور پھول ترک کا ہو، اس سے معلوم ہوا کہ اس فرزند عالی قدر کی والدہ کشمیر کی تھیں اور پدر بزرگوار تُرک تھے۔ [۲]

۲...... تیسرے شعر کے دوسرے مصرعے سے خواجہ خرد کی تاریخ ولادت یعنی ۶ رجب بوقت صبح بتائی ہے یعنی ''ماہ رجب بود وصباح ششم'' پورے مصرع کے عدد جمع کریں تو ۱۰۱۰ھ بنتا ہے، یہ مادۂ تاریخ فن تاریخ گوئی کی بہترین اور عجب نوعیت کی مثال ہے۔

۱۔ کلیات: ۲۴۸ اس قطعہ کے آٹھ اشعار ہیں ہم نے صرف تین نقل کئے ہیں

۲۔ مستفاد از مقدمہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی بر کلیات خواجہ باقی باللہ ص: ۱۲

خواجہ خرد، حضرت خواجہ کی دوسری زوجہ محترمہ کے بطن سے تھے جو مولانا حاجی محمد کشمیری کی نواسی تھیں، اس اعتبار سے آپ نے اپنے اس شعر میں اپنے اس فرزند کو گلشکر کہا ہے اور دوسرے شعر میں کشمیر کے گل زعفران سے تشبیہ دی ہے۔

Marfat.com

اب ان کے مفصل حالات ملاحظہ کیجئے:

خواجہ خرد حضرت خواجہ کی دوسری زوجہ محترمہ کے بطن سے تھے جو مولانا محمد کشمیری کی نواسی اور خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری (مولف کلمات الصادقین) کی بہن تھیں[1] خواجہ خرد صورت، شباہت اور سیرت میں اپنے والد گرامی سے کامل مشابہت رکھتے تھے۔[2]

خواجہ خرد کی پرورش ان کی دادی یعنی والدہ محترمہ حضرت خواجہ نے کی[3] اس ابتدائی زندگی کے بعد ان کے ماموں خواجہ محمد صادق ہمدانی نے ان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری قبول کر لی[4] جسے انہوں نے بطریق احسن انجام تک پہنچایا، زاد المعاد میں ہی ہے کہ حضرت خواجہ کے ساتھ انہیں ازدواجی تعلق کے بعد خواجہ محمد صادق کا خانوادہ بھی حضرت خواجہ کے جوار میں رہنے لگا تھا، خواجہ خرد کی ابتدائی تعلیم و تربیت خواجہ حسام الدین احمد کی نگرانی میں ہوئی، انہوں نے اس سرعت کے ساتھ تحصیل کی کہ دیگر طلبہ عرصہ دراز میں نہ کر سکیں، دس سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا[5]

خواجہ خرد نے ابتداء میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے علم ظاہری کی تحصیل کی تھی[6] مولانا شاکر محمد دہلوی (ف ۱۰۶۳ھ/ ۱۶۵۳ء) نواسہ شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی سے تفسیر بیضاوی پڑھی[7] اور صرف گیارہ سال کی عمر میں مطول، تلویح اور ہدایہ بآسانی پڑھنے لگے تھے[8]

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ زاد المعاد، تعلیقات: ۲/۲۷۸

[2] زبدة المقامات: ۶۶ [3] زاد المعاد: ۲۶۰ [4] ایضاً: ۲۸۲

[5] ایضاً: ۳۱۱ [6] اسراریہ: ۱۲۸ [7] ایضاً: ۱۳۵

[8] زاد المعاد: ۳۱۲

Marfat.com

اسی طرح شیخ سراج الدین لونی[1] سے نزہۃ الارواح اور الغبیہ کے چند اسباق بھی پڑھے تھے۔[2]

شیخ رفیع الدین محمد بن شیخ قطب العالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی سے ایام جوانی میں شرح لمعات کے کچھ اسباق پڑھے۔[3]

خودخرد نے خود لکھا ہے کہ میرا پہلا لقاء صرف دو سال کی عمر میں اپنے والد گرامی حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں ہوا، اس کے بعد چار پانچ سال کا تھا کہ حضرت خواجہ کے خلیفہ شیخ تاج الدین سنبھلی ثم مکی سے شرف حاصل ہوا[4] اس سے بھی قبل جب دونوں بھائی اپنی ماؤں کی گود میں تھے تو حضرت خواجہ نے حضرت مجدد الف ثانی کو انہیں توجہ دینے کا حکم دیا، چنانچہ توجہ دی گئی جس کے اثرات ظاہر ہوئے۔[5]

خواجہ خرد پندرہ سال کی عمر میں ہی علوم متداولہ پر دسترس حاصل کر چکے تھے اور ان کی تدریس پر قادر ہو گئے تھے۔[6]

اس دوران ان پر عجیب حالت طاری ہوئی اور روحانی کتب کے مطالعہ کی طرف راغب ہوئے، سترہ سال کی عمر میں کتب تصوف پر بھی عبور ہو گیا اور اس کے دقیق مسائل پر بحث کر کے انہیں حل کرنے لگے۔[7]

سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں خواجہ حسام الدین احمد سے رخصت و اجازت لے کر حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضری کے لئے سرہند روانہ ہوئے، وہاں

---

[1] شیخ سراج الدین لونی، شیخ شرف الدین خاموش کے نبیرہ اور شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی کے مرید تھے، حضرت خواجہ باقی باللہ کے ساتھ بڑی موانست تھی رمضان حضرت خواجہ کے ساتھ گزارتے تھے (اسراریہ: ۲۱۷-۲۱۸)

[2] اسراریہ: ۲۱۸

[3] شاہ ولی اللہ: انفاس العارفین، ص: ۱۰

[4] لوائح (عربی): ۵۲-۵۳

[5] مکتوبات: ۱/۲۶۶/۲۶۳

[6] زاد المعاد ۳۱۳

[7] ایضاً

Marfat.com

ایک مدت تک مقیم رہے[1] خواجہ خرد کے ملفوظات میں ہے کہ جب میں نے مکتوبات حضرت مجدد پڑھے تو آپ سے ملاقات کا اشتیاق ہوا[2]

معاصر تذکرہ نویس خواجہ محمد ہاشم کشمی لکھتے ہیں کہ خواجہ خرد کئی مرتبہ دیوانہ وار دہلی سے پیدل اور سوار حضرت مجدد الف ثانی کے آستانہ پر سرہند حاضر ہوئے اور قیام کیا، حضرت کی خاص توجہات اور الطاف سے نوازے گئے، روحانی فیض کے ساتھ آپ نے حضرت کی خدمت میں ظاہری علوم کی تکمیل بھی کی شرح مواقف اور بعض رسائل صوفیہ بھی پڑھے، حضرت کے خاص علوم و اسرار سے بھی بہرہ ور ہوئے، ایک بار حضرت مجدد الف ثانی نے خواجہ خرد کے بارے میں فرمایا:

> وہ محمدی مشرب ہیں اور محبوبوں میں سے ہیں وہ نسبت توحید کے مقلوبوں میں سے ہیں، آزادگی اور تفرید والوں میں سے ہیں

ایک بار حضرت مجدد الف ثانی نے پھر فرمایا:

> اگر ہمارے یہ خواجہ زادے اپنے کمالِ وسعت مشرب اور بے تقیدی و بے تعینی کی وجہ سے شوریدہ حال نہ ہوتے تو میں انہیں تعلیم طریقت کی اجازت دے دیتا کہ وہ اپنے والد بزرگوار کی بجائے سجادہ نشین ہوتے اور طالبوں کو مستفید کرتے۔

یہ حقیقت ہے کہ یہ صاحبزادہ بہت زیادہ آزاد طبع اور نسبت وجودی سے مغلوب ہیں، سرود و نغمہ سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں، اکثر شوریدہ حالی اور بے فکری کی حالت میں آنکھیں سامنے اٹھائے ٹیڑھی ٹوپی لئے ہوئے کوچوں اور بیابانوں میں پھرتے ہیں اور پرسوز اشعار پڑھتے ہیں، گرم و سرد آہیں بھرتے ہیں وہ شعر بھی کہتے ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی کے نام شیخ احمد سرہندی کی مناسبت سے اپنا تخلص احمدی رکھا ہے۔[3]

---

[2] تذکرہ خواجہ باقی باللہ ص: ۷۲ [3] زبدۃ المقامات: ۶۷-۶۸

Marfat.com

ایک اور معاصر تذکرہ نگار مولانا بدرالدین سرہندی نے بھی اسی قسم کے امور خواجہ خرد کے متعلق لکھے ہیں، ایک مقام پر وضاحت کی ہے کہ ہمارے حضرت مجدد الف ثانی اس خواجہ زادہ کے وسعت مشرب سے ہمیشہ ہراساں رہتے تھے کہ اس تعین کے ساتھ اپنے والدگرامی کی مسند ارشاد پر بیٹھ سکیں گے یا نہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا ایک دو طالبوں کو حضرت کے حکم کی تعمیل میں طریقہ کی تعلیم دی اور وہ وارستگی کے باعث اس امر کی پابندی نہ کر سکے۔[۱]

لیکن حضرات القدس سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے خواجہ خرد کو خلافت واجازت ارشاد عنایت کی تھی۔[۲]

اس کے بعد ۲۴ سال کی عمر میں خواجہ خرد حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ حضرت لاہور میں مقیم ہیں، خواجہ خرد نے آپ کے ساتھ چھ سات ماہ تک لاہور میں قیام کیا اور بہرہ ور ہوئے۔[۳]

یہاں سے حضرت مجدد الف ثانی کے قیام لاہور کا قیاسی سنہ[۴] ۱۰۳۳ھ فرض کیا جاسکتا ہے حضرت مجدد الف ثانی کے آکری سنین حیات کے دوران لاہور میں اتنے طویل قیام کا ذکر آپ کے معاصر تذکروں میں نہیں ملتا، حضرت خواجہ محمد معصوم نے بھی آپ کے قیام لاہور کا ذکر فرمایا ہے[۵] جو غالباً انہی ایام کا ہوسکتا ہے[۶] اس سے قبل حضرت خواجہ معصوم کی لاہور میں شادی کے سلسلہ میں آپ کے لاہور میں

۱؎ حضرات القدس: ۱/۴۳۵ ۲؎ ایضاً: ۱/۴۳۱ خواجہ خرد کے مرید خاص شیخ کمال محمد سنبھلی نے لکھا ہے کہ خواجہ خرد کی دوسری حاضری سرہند کے دوران حضرت مجدد الف ثانی نے اجازت نامہ ارشاد اپنے دست مبارک سے لکھ کر خواجہ خرد کو دیا تھا۔ (اسراریہ: ۲)

۳؎ زادالمعاد: ۳۱۲ ۴؎ ولادت خواجہ خرد ۱۰۱۰، عمر ۲۴ سال = ۱۰۳۴ھ

۵؎ مکتوبات معصومیہ: ۱/۲۵ ۶؎ مقامات معصومی: ۴/۸۳

Marfat.com

طویل قیام کا تذکرہ ملتا ہے۔[۱]

گویا خواجہ خرد کی حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں یہ آخری حاضری تھی کیوں کہ اس کے چند ماہ بعد ہی حضرت کا ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء کو وصال ہو گیا۔

حضرت مجدد الف ثانی کے کئی مکاتیب خواجہ خرد کے نام ہیں اور بعض میں ان کے بارے میں اہم روحانی معلومات ملتی ہیں، جن میں سے بعض نکات یہاں درج کئے جا رہے ہیں:

حضرت مجدد الف ثانی کا پہلا مکتوب[۲] جو خواجہ خرد اور خواجہ کلاں دونوں کے نام صادر ہوا ہے وہ بہت اہمیت رکھتا ہے جس کا موضوع ''عقائد اہل سنت'' اور ان پر عمل کرنا ہے، اس دور الحاد میں بتایا ہے کہ ایک مسلمان کس طرح اپنے عقائد صحیحہ پر عمل کر کے اپنی فکری زندگی بچا سکتا ہے یہ طویل مکتوب دراصل ایک رسالہ عقائد ہے۔

ایک اور مکتوب[۳] جس میں حضرت خواجہ کی وصیت کا ذکر ہے کہ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی سے فرمایا تھا کہ ''میرے بعد تم میرے فرزندوں کی تربیت کرنا'' کا ذکر اس سے پہلے خواجہ کلاں کے احوال کے تحت کیا جا چکا ہے۔[۴]

ایک اور مکتوب میں آپ نے مخدوم زادگان کو سماع اور شعر خوانی بموقع محفل مولود سے منع فرمایا ہے۔[۵]

---

[۱] ایضاً: ۴/ ۸۴-۸۶ اس پر ہمارے بعض تاملات کے لئے زاد المعاد پر تعلیقات (۲۶۱/ ۱۸-۲۱) ملاحظہ کریں [۲] مکتوبات امام ربانی: ۱/ ۲۶۶/ ۴۶۱-۴۹۴

[۳] مقامات معصومی: ۴/ ۸۳ [۴] حضرت مجدد الف ثانی نے اس مکتوب کا حوالہ دے کر خواجہ حسام الدین احمد کو لکھا ہے کہ مخدوم زادگان کے نام جو مکتوب ہم نے ارسال کیا ہے اس میں بتایا ہے کہ راہ طریقت میں ذرا سا احداث و بدعت پیدا ہونے سے روحانیت کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں (ایضاً: ۱/ ۲۶۷/ ۴۸۵) [۵] ایضاً: ۱/ ۲۷۳/ ۵۱۵

Marfat.com

ایک خط میں خواجہ خرد کو لکھا ہے کہ "سب سے عمدہ کام روشن سنت کی اتباع اور ناپسندیدہ بدعت سے پرہیز کرنا ہے اور طریقہ نقشبندیہ کی فضیلت بھی بیان کی ہے۔ [۱]

ایک مکتوب میں خواجہ خرد کے توحید اور عین الیقین کے بارے میں نسبتیں حاصل ہونے پر مبارک باد دیتے ہوئے لکھا ہے:

آپ نے لکھا تھا کہ "توحید کی ابتداء کا ظہور ہونا شروع ہو گیا ہے" یہ دولت آپ کو مبارک ہو اس کو ادب کے ساتھ قبول فرمائیں لیکن اس حال کے غلبہ میں آداب شرعیہ کی بہت زیادہ رعایت فرمائیں اور بندگی کے حقوق کما حقہ بجالائیں۔ [۲]

اس مکتوب میں خواجہ خرد کو توحید وجودی کے ذریعہ جو کچھ حاصل ہوا تھا حضرت نے اسے "شعبدہ" قرار دیا تھا، اب اس خط میں اس کے برطرف ہونے پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے:

اندراج یافتہ بود کہ بکرم حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ آن شعبدہ ہا برطرف شدہ است [۳]

اور علم الیقین کے حاصل ہونے کا بھی اثبات کیا ہے، دوسرے مکتوب میں اس امر پر شکایت فرمائی ہے کہ خواجہ خرد اور خواجہ جمال الدین حسین (بن خواجہ حسام الدین احمد) سرہند کے قریب آ کر بھی مجھ سے ملنے نہیں آئے۔ [۴]

خواجہ خرد کے نام ایک اور مکتوب کا موضوع ہے بیان عدمیت ذات انسان وانعکاسِ ظلال اسماء وصفاتِ واجبی تعالیٰ [۵]

ایک اور خط کا موضوع ہے تمیز میاں حقائق موہوم کہ عالم ست ومیان موجود حقیقی کہ صانع عالم ست [۶]

---

[۱] ایضاً: ۲/۲۳/۵۸ [۲] ایضاً: ۲/۳۵/۷۵ [۳] ایضاً: ۲/۵۹/۱۶۹
[۴] ایضاً: ۳/۵۶/۳۹۸ [۵] ایضاً: ۳/۶۰/۴۰۵ [۶] ایضاً: ۳/۷۱/۴۲۴

Marfat.com

ایک مکتوب میں خواجہ خرد کے توحید وجودی سے نکلنے کی کوشش اور ترقی کی طرف گامزن ہونے کا ذکر کیا ہے

جناب خواجہ عبداللہ (خواجہ خرد) رمضان المبارک سے پہلے دہلی تشریف لے گئے اللہ سبحانہ کا شکر ہے کہ خواجہ نے یہاں کے قیام کے دوران بہت فوائد حاصل کئے اور ان کے احوال میں بہت تبدیلی آ گئی ہے اور توحید کے غلبے سے تنزیہہ کے دریا میں غوطے لگائے ہیں اور گہرائی کی طرف متوجہ ہیں اور ظاہر سے باطن کی طرف بلکہ باطن سے بطون کی طرف جا رہے ہیں۔[۱]

خواجہ خرد نے بھی کئی خطوط حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں لکھے، جن میں سے صرف دو عریضے خواجہ محمد ہاشم کشمی نے نقل کئے ہیں جن میں اپنی شوریدگی اور سرگردانی کا ذکر کر کے اس سے روحانی طور پر نکالنے کے لئے آپ سے درخواست کی گئی ہے[۲]

خواجہ خرد کے حضرت مجدد الف ثانی کے تینوں صاحبزادوں کے ساتھ بھی گہرے روحانی روابط تھے، حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی کے ساتھ خواجہ خرد کی مراسلت بھی تھی آپ کے تین مکاتیب[۳] خواجہ خرد کے نام ہیں اسی طرح خواجہ کے دو خطوط حضرت خواجہ محمد سعید کے نام موجود ہیں۔[۴]

حضرت خواجہ محمد سعید سے بھی انہوں نے تقریباً وہی سوالات کئے ہیں جو انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں کئے تھے، حضرت خواجہ نے ان کے مفصل جوابات دیئے ہیں آخری مکتوب میں لکھا ہے:

آنحضرت (مجدد الف ثانی) در اکثر مکاتیب برمز و اشارہ بل بصریح

---

[۱] ایضاً: ۳/۱۲۰/۵۵۷ [۲] زبدۃ المقامات: ۶۸۔۶۹

[۳] مکتوبات سعیدیہ مکتوب نمبر: ۲۷، ۳۰، ۳۱ [۴] ایضاً: ۳۳، ۶۰

Marfat.com

وکنایہ ایں احقر را وسائر دوستان را دلالت بمشرب وحدت وجود بمعنی غیبت اشیاء مرحق راسبحانہ می فرمایند و باہتمام بلیغ کمال رامنحصر دراں می دارند[1]

خواجہ خرد کو حضرت خواجہ محمد سعید سے سلسلہ قادریہ میں خلافت واجازت حاصل تھی، حضرات مخدوم زادگان سرہند ۱۰۶۷ھ کو حج کیلئے جاتے ہوئے دہلی میں خانقاہ حضرت خواجہ میں آئے قیام کیا اور خواجہ خرد سے خوب صحبت رہی[2] خواجہ خرد کے ملفوظات میں بھی حضرت خواجہ محمد سعید سے سلسلہ قادریہ میں اجازت ملنے کا ذکر ہے[3]

اس طرح حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے ساتھ بھی خواجہ خرد کے مراسم تھے اور زادالمعاد کی معاصر روایت کے مطابق حضرت خواجہ محمد معصوم کے خواجہ خرد کے نام مکاتیب بھی ہیں[4] لیکن ہمیں مروجہ مکتوبات معصومیہ کی تینوں جلدوں میں ان کے نام کا کوئی مکتوب نہیں مل سکا اس لئے اس وقت تک ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ خواجہ خرد نے حضرت خواجہ محمد معصوم سے کہاں تک استفادہ کیا۔

ان کے علاوہ خواجہ خرد کی تربیت حضرت خواجہ کے خلیفہ شیخ الہ داد نے بھی کی تھی انہوں نے اپنے وصال (۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱ء) کے وقت خواجہ خرد کو طلب کیا اور فرمایا کہ مجھے جو کچھ حضرت خواجہ سے روحانی طور پر ملا ہے وہ میں تمہیں دیتا ہوں اور اسی طرح حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے سلسلہ قادریہ کے عطیات اور چشتی حضرات سے جو کچھ حاصل ہوا ہے میں وہ بھی تمہیں دیتا ہوں، انہوں نے خواجہ خرد کو اپنے ہاتھ سے اجازت نامہ بھی لکھ کر دیا تھا[5] خواجہ خرد کے ملفوظات میں ہے کہ یہ اجازت حضرت مجدد الف ثانی کی اجازت کے بعد ملی۔[6]

---

[1] ایضاً: ۱/۳۱ /۷۳ — [2] اسراریہ: ۹۴ — [3] تذکرہ خواجہ باقی باللہ ص: ۷۶

[4] زادالمعاد: ۳۱۲ — [5] اسراریہ: ۳۹-۴۳ ہم نے زادالمعاد کے تعلیقات میں اس اجازت نامہ کا پورا متن دے دیا ہے — [6] تذکرہ خواجہ باقی باللہ، ملفوظات خواجہ خرد

Marfat.com

خواجہ خرد نے خود لکھا ہے کہ مجھے حافظ میر جلال الدین سمرقندی، سید زید ساڈھوری، شیخ موسیٰ، شیخ مرتضیٰ سنبھلی، شیخ عبدالغفور، شیخ رستم، میر سید احمد، شیخ الھدیہ انصاری، سید محمود (من اصحاب شیخ تاج الدین سنبھلی)، سید یحییٰ (من اصحاب شیخ الہ بخش گڈھ مکتیسری) شیخ الہ داد قادری (من اصحاب محدث بہلول قادری)، شیخ فتح محمد گجراتی (برہانپوری) شیخ الہ یار (مرید شیخ تاج الدین)[1] سے فیض ملا ہے۔

اسی طرح خواجہ خرد کے مربی و شیخ خواجہ حسام الدین احمد سے بھی انہیں اجازت حاصل تھی۔[2]

خواجہ خرد نے اس وقت کے مروجہ نقلی و عقلی علوم کی خوب تحصیل کی تھی جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں شرح مواقف جیسی کتاب انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں پڑھی تھی، اکابر علماء سے صحبت رہتی تھی، آپ کتب متداولہ کا درس نہایت حسن وخوبی سے دیتے تھے[3] خواجہ محمد صادق ہمدانی نے لکھا ہے: سائر علوم حکمی وکلامی وقوف تمام دارد[4]

اس عہد کے سب سے بڑے عالم علامی عبدالحکیم سیالکوٹی (ف ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء) کے ساتھ خواجہ خرد کی صحبت رہتی تھی جس میں حقائق ودقائق اور مطالب غامضہ زیر بحث آتے تھے، علامہ سیالکوٹی خواجہ خرد کو قدوۃ المحققین کہتے اور فرماتے تھے کہ میں ایران وتوران اور ہندوستان کے اہل علم ومعرفت سے ملا ہوں اور ان سے میری صحبت بھی رہی ہے لیکن جو ''حالتی وصرافتی'' میں نے خواجہ خرد میں دیکھی ہے کہیں اور نہیں پائی، فرماتے تھے کہ خواجہ خرد مدتوں درس اور افادۂ علوم وفضائل میں

---

[1] بحر الحقائق ورق: ۱۰۵۔۱۰۶ ا،ب [2] ایضاً: ۲ زاد المعاد کے لاحقہ دوم میں حضرت خواجہ حسام الدین احمد سے وابستگان میں سب سے پہلے خواجہ خرد ہی کے حالات ہیں

[3] زبدۃ المقامات: ۶۶ [4] طبقات شاہ جہانی: ۱۰/ ۲۶

Marfat.com

مصروف رہے اگر وہ درویشی کے حصول میں وقت صرف نہ کرتے تو بہت کم وقت میں ہندوستان کے علماء کا کارخانہ مولویت برہم کردیتے۔[1]

حضرت شیخ آدم بنوڑی کے خلیفہ شیخ قاسم سہارنپوری[2] کہتے تھے:

اگر خواجہ خرد مسند مشیخیت پر توجہ دیتے تو ہمارا کاروبار شیخوخت و مشیخت کو دنیا میں کوئی رونق نہ ملتی۔[3]

خواجہ خرد کے بہت سے مریدین تھے، ابتداء میں جب حضرت مجدد الف ثانی کی زندگی میں انہوں نے طالبوں پر توجہ کی تو وہ بے حال ہو گئے لیکن بعد میں یہ سلسلہ جاری ہو گیا، خواجہ خرد سے بیعت ہونے والے چند افراد کے نام یہ ہیں:

(۱) شیخ محمد صادق فرید آبادی (۲) حافظ محمد صادق کشمیری (۳) حافظ مہر علی (۴) شیخ یحییٰ (۵) خواجہ محمد صدیق بن خواجہ محمد صادق ہمدانی (۶) شیخ عبدالحی برادر شیخ لطف اللہ (۷) شیخ محمد صالح بن ابراہیم سندھی (۸) سید قطب (۹) خواجہ جمال الدین حسین بن خواجہ حسام الدین احمد، خواجہ خرد کے خلافت واجازت یافتہ تھے (۱۰) خواجہ سراج الدین محمد بن خواجہ حسام الدین احمد خواجہ خرد کے شاگرد، مرید اور داماد تھے (۱۱) شیخ معظم سنبھلی (۱۲) سید قریش سنبھلی (۱۳) سید فیروز (۱۴) شیخ قائم بن شیخ طاہا (۱۵) میر عماد ہروی (۱۶) شیخ ضیاء بن محمد حافظ خیالی[4] (۱۷) شیخ کمال محمد سنبھلی[5]

---

[1] اسراریہ: ۱۲۹ [2] شیخ قاسم سہارنپوری، حضرت مجدد ثانی کے سب سے مشہور خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوڑی جن سے لاکھوں مسلمان بیعت ہوئے، کے مشہور خلیفہ تھے، ان کے مختصر احوال اسراریہ: ۲۷۶ اور نتائج الحرمین ۳/ ۱۰۴۔الف۔ب میں ملتے ہیں

[3] اسراریہ: ۱۲۹ [4] شیخ ضیاء الدین حسین بدخشی (ف ۱۰۷۴ھ) پنج ہزاری منصب دار تھے۔ (مآثر الامراء، نزہۃ الخواطر: ۵/ ۸۲۱) [5] خواجہ خرد کے مریدین کے یہ نام کتاب اسراریہ سے ماخوذ ہیں اس کے بالاستیعاب مطالعہ سے مزید نام بھی مل سکتے ہیں

Marfat.com

مولف اسراریہ وجمع الجمع وغیرہ (۱۸) شیخ عبدالواحد سنبھلی شاگرد (۱۹) شیخ حسن وشیخ حسین شاگردان (۲۰) سید غلام محمد پسروری شاگر (۲۱) شیخ حسین نیلی (۲۲) شیخ ابوالرضا محمد[1] (۲۳) شیخ غلام محمد امروہوی[2] (۲۴) شیخ ابوالقاسم چشتی ردولوی

خواجہ خُرد بحیثیت شاعر

خواجہ خرد کے والد گرامی حضرت خواجہ باقی باللہ خود شاعر تھے، اگرچہ وہ صرف دوسال کے تھے کہ حضرت خواجہ کا وصال ہو گیا لیکن شاعری ان کے گھر کی روایت ضرور تھی۔

اس عہد کا ماحول روحانی، علمی اور ادبی تھا، پھر خواجہ خرد کی دہلی میں جس خانقاہ میں تعلیم وتربیت ہوئی تھی، اسے کئی لحاظ سے مرکزی حیثیت حاصل تھی، اس وقت کا شاید ہی کوئی عالم، ادیب یا شاعر ہو جو خانقاہِ حضرت خواجہ میں نہ گیا ہو، ان اہل علم کی صحبت کا نتیجہ شاعری کی صورت میں برآمد ہوا۔

خواجہ خرد کے مرید شیخ کمال محمد سنبھلی نے جو خود بھی پرگو شاعر تھے خانقاہِ حضرت خواجہ کی مجالس شعر وادب کا اپنی کتاب اسراریہ میں جا بجا ذکر کیا ہے۔
شیخ کمال محمد سنبھلی نے ہی خواجہ خرد کے کم سنی کے زمانہ کے یہ دوشعر نقل کیے ہیں:

صوفیانند کہ می را بسحر نورش کنند　　نغمہ ومطرب نو خاستہ راگوش کنند
آتش سوختہ را بنظر سرد کنند　　آب سرمادہ الاتش دل جوش کنند[3]

گویا خواجہ خرد چھوٹی عمر سے ہی شاعری کی طرف میلان رکھتے تھے، پھر اکابر کی صحبت نے اس رجحان اور ذوق کو جلا بخشی اور وہ پختہ کار شاعر بن گئے۔

---

[1] انفاس العافین ص:۱۰　　[2] نزہۃ الخواطر:۵/۳۰۱، مکتوب الیہ حضرت مجدد ۳/۱۱۷

[3] اسرایہ:۲۵۶

Marfat.com

ہمیں معلوم نہیں ہے کہ ابتداء میں ان کا تخلص کیا تھا لیکن حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ عقیدت کے بعد آپ کے اسم گرامی شیخ احمد سرہندی کی مناسبت سے انہوں نے اپنا تخلص احمدی رکھا۔[۱]

سرہند میں جب حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں وہ زیر تربیت تھے تو آپ کے خلیفہ، سوانح نگار اور صاحبِ دیوان شاعر خواجہ محمد ہاشم کشمی کے ساتھ ان کی خوب ادبی صحبت رہتی تھی، ایک بار ان کو دیکھتے ہی خواجہ خرد نے یہ شعر فی البدیہہ کہا

گشتِ گلستان بہانہ ایست نگارا بوی تو آوارہ کردہ باد صبا را

پھر انہوں نے خواجہ کشمی سے کہا کہ تم بھی چند اشعار اسی زمین میں کہو تو انہوں نے دو شعر کہے جو انہوں نے اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں۔[۲]

یقیناً خواجہ خرد نے اپنا کوئی شعری مجموعہ کلیات یا دیوان کی صورت میں جمع کیا ہوگا، لیکن آج ہم اس کے وجود سے بے خبر ہیں، خواجہ خرد ہندی بھی خوب جانتے تھے ان کے مرید شیخ کمال محمد سنبھلی نے ان کے ساتھ کئی ایسے شعراء کی ملاقاتوں کا ذکر کیا ہے جن کا ہندی کلام سن کر وہ محظوظ ہوتے رہتے تھے۔[۳]

لاہور میں ملا شاہ بدخشی جیسے مشہور شاعر اور آزاد خیال صوفی کے ساتھ ان کی طویل صحبتیں رہیں[۴] اسی طرح ملا شاہ کے ایک مرید فانی کشمیری کے ساتھ بھی خواجہ خرد کی مجالست کا ذکر ملتا ہے۔[۵]

اسی طرح نقشبندی سلسلہ کے معمول کے خلاف خانقاہِ دہلی میں مجالس سماع اور شعری محافل کے قیام پر حضرت مجدد الف ثانی کی تنبیہات کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔

اپنے والد گرامی کی طرح خواجہ خرد کو تاریخ گوئی سے بھی خاص لگاؤ تھا، اسراریہ

---

۱ زبدۃ المقامات: ۶۷   ۲ ایضاً: ۶۷   ۳ اسراریہ   ۴ ایضاً   ۵ ایضاً

Marfat.com

میں کئی مشائخ کی وفات پر ان کے قطعاتِ تاریخ نقل ہوئے ہیں [۱] جن سے ان کے اس فن سے گہری دلچسپی کا علم ہوتا ہے، خواجہ خرد کے منظوم رسائل کا تعارف آپ کی تصانیف کے ذیل میں کروایا جائے گا۔

لیکن خواجہ خرد تاحیات مدرس، صوفی اور عالم ہی کی حیثیت سے جانے گئے انہوں نے خود بھی اہتمام سے شاعری نہیں کی یہی وجہ ہے شعراء کے تذکرہ نویسوں نے ان کا ذکر نہیں کیا، خواجہ خرد کے ایک فرزند خواجہ بہاء الدین محمد بھی شاعر تھے اور ان کا تخلص شناسا تھا۔ [۲]

خواجہ خرد اور وحدت الوجود

خواجہ خرد، بزرگ ترین نقشبندی صوفی حضرت خواجہ باقی باللہ کے فرزند گرامی تھے لیکن اپنے مشائخ کی روش کے خلاف ان کا میلاں تاحیات وحدت الوجود کی طرف رہا ہم عرصہ دراز سے اس کے اسباب پر غور کر رہے تھے کہ خواجہ خرد کے ایک مرید خاص جوان کے ہم عمر بھی تھے اور ان کے مریدین میں انہیں ان کا سب سے زیادہ قرب بھی حاصل تھا کی اس روایت نے اطمینان بخشا کہ خواجہ خرد ابھی چھ ماہ کے تھے کہ انہیں حضرت خواجہ کی خدمت میں لا گیا کہ ان کے لئے دعا کریں کہ وہ اپنے جدِ مادری [۳]

---

[۱] خواجہ خرد نے اپنے بڑے بھائی خواجہ کلاں کی وفات پر جو قطعہ لکھا تھا وہ ہم ان کے حالات کے تحت نقل کر چکے ہیں، خواجہ خرد کی ایک بیاضِ اشعار بھی تھی، جب میر عماد ہروی نے اپنا فارسی اور ہندی کلام سنایا تو خواجہ خرد بہت محظوظ ہوئے اور اسے بیاض میں لکھ لیا مولف اسراریہ نے اس بیاض کو سفینہ کہا ہے (اسراریہ: ۴۲۵)

[۲] مولف اسراریہ نے ان کا نمونہ کلام بھی دیا ہے

[۳] خواجہ خرد کے جد مادری مولانا حاجی محمد کشمیری (ف ۱۰۰۶ھ) تھے یعنی خواجہ خرد کی نانی مولانا کشمیری کی دختر تھیں یہ یعقوب جو صاحبِ ثروت تھے یقیناً مولانا کشمیری کے والد یا دادا ہوں گے اور ان کا پیشہ تجارت تھا، خود مولانا کشمیری تجارت کی غرض سے ہی کشمیر سے نکلے تھے۔ (تعلیقاتِ زادالمعاد: ۲۳۴/۱۶-۲۰)

Marfat.com

یعقوب کی طرح دولت مند ہوں، حضرت خواجہ نے فرمایا نہیں نہیں ہمارا یہ فرزند مولانا عبدالرحمن جامی کی طرح ہوگا:

پوشیدہ نماند کہ ایں حالت (مائل بہ وحدت الوجود) شیخ مراازاں نظر خواجۂ بیرنگ است کہ ایشاں فرمودہ اند کہ خواجہ خرد مثل مولانا عبدالرحمن جامی خواہد شد [۱]

اس وقت سے ان میں برکات کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوئے، چونکہ مولانا جامی نظریاتی اعتبار سے وحدت الوجودی بزرگ تھے [۲]، اور حضرت خواجہ ایک صاحبِ لفظ ولی تھے، آپ کے اس فرمان کا اثر خواجہ خرد پر ایسا ہوا کہ وہ وحدت الوجود کی منزل سے آگے نہ بڑھ سکے، موصوف عرصہ تک اور کئی بار حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں بھی رہے اور آپ کی کوشش کے باوجود یہ مخدوم زادے اپنی روش میں تبدیلی نہ کر سکے۔

خواجہ محمد ہاشم کشمی جن کے ساتھ خانقاہ سرہند شریف میں خواجہ خرد کی صحبت رہتی تھی لکھا ہے کہ خود حضرت مجدد الف ثانی فرماتے تھے کہ خواجہ خرد نسبت توحید کے مغلوبوں میں سے ہیں اور آزادگی وتفرید والوں میں سے ہیں۔ [۳]

مزید لکھا ہے:

---

[۱] اسراریہ: ۲۵۵

[۲] مولانا جامی نے شیخ اکبر ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کو اپنی نثر ونظم دونوں میں خوب ڈھالا ہے، ان کی نقد النصوص در شرح فصوص اور اشعۃ اللمعات اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے، افکار ابن عربی مولانا جامی کی تصانیف کے بغیر سمجھنا دشوار ہیں۔ ان کی لوائح صوفیہ کے ہاں سبقاً پڑھائی جاتی ہے (حکمت، علی اصغر: جامی ترجمہ سید عارف نوشاہی: ۲۶۴ وبہ بعد)

[۳] زبدۃ المقامات: ۶۷

Marfat.com

خواجہ خرد چونکہ نسبت توحید وجودی سے مغلوب ہیں اس لئے مظاہر جمیلہ کے نظارے سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔[1]

لیکن دیگر وحدت الوجودی صوفیہ کی طرح وہ انتہا پسند نہ ہوئے اور ہندوستان میں وجودی صوفیہ اس نظریہ کو ہندی فلسفہ ویدانت کے ساتھ ملا کر اسے وحدت ادیان کی طرف لے جا رہے تھے اور اس کی ایسی تاویلات کر رہے تھے جس کی اسلامی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں تھی۔

اکبر بادشاہ جو وحدت ادیان اور صلح کل کے لئے مثالوں کا متلاشی تھا اسے ان کے نظریات سے خوب مدد ملی اور اسلام و ہندومت یعنی کفر کو ملانے کی ناکام کوشش کرتا رہا جس میں صوفیہ خام نے اہم کردار ادا کیا۔

خواجہ خرد کے وحدت الوجود پر اب تک جتنے نظریات سامنے آئے ہیں ان سے اس قسم کا مفہوم کسی نظریہ سے بھی اخذ نہیں ہوتا، جیسا کہ ہم نے ان کی تصانیف کے تحت مشہور وحدت الوجودی صوفی شاہ محب اللہ الہ آبادی کے رسالۂ تسویہ کی تردیدی شرح کا تعارف کروایا ہے، سے بھی عیاں ہے کہ خواجہ خرد مولانا جامی جیسے نظریہ کے مالک تھے، شیخ امان پانی پتی کی طرح انتہا پسند نہیں تھے۔

ملا شاہ بدخشی جیسے آزاد خیال صوفی نے جب اپنی رباعیات کا مجموعہ خواجہ خرد کو بھیجا تو اس کے جواب میں خواجہ نے اپنی شرح رباعیات ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء کو تالیف کی[2] دونوں کے موازنہ سے وحدت الوجود کے نظریات و تاویلات میں واضح فرق نظر آتا ہے۔

خواجہ خرد کی تصانیف میں سے اکثر کا موضوع وحدت الوجود ہی ہے جب

---

[1] ایضاً: ۶۷ مولفِ حضرات القدس نے بھی اسی قسم کے جملے لکھے ہیں (۱/)

[2] تفصیل تصانیف خواجہ خرد کے تحت ملاحظہ کریں

Marfat.com

آپ نے اپنے شیخ حضرت مجدد الف ثانی کو لکھا کہ مجھ پر توحید (وحدت الوجود) کے انکشاف کا آغاز ہو گیا ہے تو حضرت نے فوراً جواب دیا کہ ان حالات میں جادۂ شریعت پر قائم رہنا[1] اور ذرا سی بدعت بھی روحانیت کی راہیں مسدود کر دیتی ہیں[2] یعنی وجودی صوفیہ کی طرح اس منزل پر نہ پہنچ جانا جہاں ان کے نزدیک اللہ سبحانہ اور بندے میں کوئی فرق نہیں رہتا اور وہ عبادت اس لئے موقوف کر دیتا ہے کہ اتحاد وحلول کی منزل میں وہ خود کو خدا ہی تصور کرنے لگتا ہے۔

یہ حضرت مجدد الف ثانی کا فیضانِ صحبت تھا کہ خواجہ خرد وحدت الوجودی ہونے کے باوجود راہ راست پر رہے، بھلا وہ شیخ جو سماع، نغمہ اور مولود کی محفل میں شعر خوانی کو شرعی اعتبار سے پسند نہ کرتا ہو وہ انہیں اتحاد وحلول کی طرف جاتے کیسے دیکھ سکتا تھا۔

ہم ایک معاصر ہندوستانی مورخ ڈاکٹر اطہر عباس رضوی (ف ۲ ستمبر ۱۹۹۴ء) جو نقشبندی مشائخ کو بدنام کرنے کی مثالوں کے ہر وقت متلاشی رہتے تھے، کی یہ تحقیق پڑھ کر پشیمان ہوئے تھے کہ جب خواجہ خرد نے ملا شاہ بدخشی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہونے کی درخواست کی اور ملا شاہ نے یہ کہہ کر بیعت کرنے سے انکار کر دیا کہ تم ایک بڑے صوفی کے فرزند ہو تمہیں کسی دوسرے سلسلہ میں نہیں جانا چاہئے۔[3]

لیکن جب ہم نے ان کی محولہ کتاب نسخہ احوالِ شاہی کا خطی نسخہ دیکھا تو معاملہ برعکس معلوم ہوا، ملا شاہ کے سوانح نگار نے لکھا ہے:

(وقائع ۱۰۵۹ھ/۱۶۴۹ء خواجہ خرد دہلوی ...... دعوی صاحب سجادگی نمودہ رموز حقائق ومعارف را از روی قال مذکور می ساخت، اما حال

---

[1] حضرات القدس: ۱/ [2] تفصیل بیان کی جا چکی ہے

[3] Rizvi S.A.A: History of sufism in India, Vol.II p.124

Marfat.com

نداشت خواجۂ مذکور درخدمت مرشدی اظہار طلب و ارادت نمود، فرمودند کہ پدرِشما سجادہ نشین بود و شما خلف او ہستند، گردنِ شما پیش فقیر دیگری کی فرودمی آید و کجا تاب ایں خفت دارید؟ ہر چند مشارالیہ اظہار شکستگی و اخلاص نمود، قبول نیفتاد و جواب شافی داد ہم مشرب خود نساختند[1]

یہاں ملاشاہ بدخشی کے بیعت سے انکار کا سبب واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ ملا شاہ خواجہ خرد کو "اپنا ہم مشرب نہیں سمجھتے تھے" اس لئے انکار کیا ورنہ ملاشاہ بدخشی کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے لئے مسلمان اور کافر کا فرق تک نہیں کیا جاتا تھا، کئی ہندوان کے مرید تھے، ملاشاہ بدخشی نے ایک ہندو شاعر تبوالی داس ولی کو نہ صرف بیعت کیا تھا بلکہ اسے خلافت بھی دی تھی اور اس کی مدح میں ایک خوب صورت شعر بھی کہا تھا جو ان کے معاصر سوانح نگار نے نقل کر کے محفوظ کرلیا ہے[2]

خواجہ خرد کی ملاشاہ کی خدمت میں بیعت کی اس درخواست کو ان کے سوانح نگار توکل بیگ کولابی نے ۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۹ء کے واقعات میں لکھا ہے یعنی اس وقت تک حضرت خواجہ کے تقریباً تمام اکابر خلفاء حضرت مجدد الف ثانی (ف ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) خواجہ حسام الدین احمد (ف ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء) اور میاں شیخ الہ داد (ف ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء) فوت ہو چکے تھے یقیناً ان حضرات کے حین حیات خواجہ خرد ملاشاہ جیسے صوفی سے بیعت کی درخواست نہیں کر سکتے تھے۔

---

[1] توکل بیگ کولابی: نسخہ احوالِ شاہی ورق: ۶۴۔ الف، خطی مخزونہ برٹش میوزیم لائبریری، لندن (شمارہ، ریوضمیمہ: ۱۳۰)

[2] ایضاً ورق: ۶۴ب ۶۵۔الف ملاشاہ بدخشی کے معتقدات کی تفصیل کے لئے دیکھئے: مقامات معصومی: ۱/ ۶۵۔ ۷۳

Marfat.com

خواجہ خرد کی وفات

خواجہ خرد کا وصال دہلی میں ۲۵ جمادی الاول روز چہارشنبہ ۱۰۷۴ھ/ ۱۶۶۳ء کو ہوا، ان کی عمر ۶۹ سال دو ماہ اور ۱۹ دن تھی۔[۱]

آپ نے اپنے حین حیات ہی اپنے مدفن کیلئے جگہ متعین کر دی تھی، انہیں ان کے والد بزرگوار کے صفہ کے قریب بطرف مغرب دفن کیا گیا، ان کے معتقدین نے ان کی وفات کے کئی مادے تجویز کئے۔[۲]

وصال سے پہلے خواجہ خرد نے اپنے فرزند خواجہ غلام بہاء الدین کو بلا کر فرمایا کہ روحانی طور پر مجھے اپنے مشائخ حضرت خواجہ، حضرت مجدد الف ثانی، خواجہ حسام الدین احمد اور میاں شیخ الہ داد سے جو کچھ ملا ہے وہ تمہیں بخشتا ہوں۔[۳]

گویا خواجہ خرد کے بعد ان کے جانشین ان کے فرزند خواجہ غلام بہاء الدین ہوئے آزاد بلگرامی نے خواجہ خرد کا سالِ وفات ۲۵ جمادی الآخر ۹۷۵ھ/ لکھا ہے اور تعجب ہے کہ ان کا سال ولادت ۱۰۱۰ھ بھی تحریر کیا ہے[۴]، بھلا ۱۰۱۰ھ کو تولد ہونے والا ۹۷۵ھ میں کیسے فوت ہو گیا، یہ ان کا سہو صریح ہے۔

خواجہ خرد کی اولاد

خواجہ خرد کی شادی کس گھرانے میں ہوئی؟ ہمیں معلوم نہیں ہے، موصوف کی کثیر اولاد تھی، جن میں سے تیرہ فرزندوں اور دو بیٹیوں کا علم ہے، انہوں نے اپنے وصال کے قریب خواجہ غلام بہاء الدین کو طلب کیا اور انہیں سب کچھ بخشا جو اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ سب سے بڑے فرزند تھے، ان کے ایک بیٹے خواجہ سلام اللہ نے ان کے ملفوظات جمع کئے تھے، خواجہ خرد کا یہ شجرہ ان کے مرید خاص شیخ

---

[۱] اسرار یہ: ۲۹ [۲] ایضاً [۳] ایضاً: ۲۸ [۴] مآثر الکرام: ۹۲

Marfat.com

کمال محمد کی کتاب اسراریہ سے ماخوذ ہے:

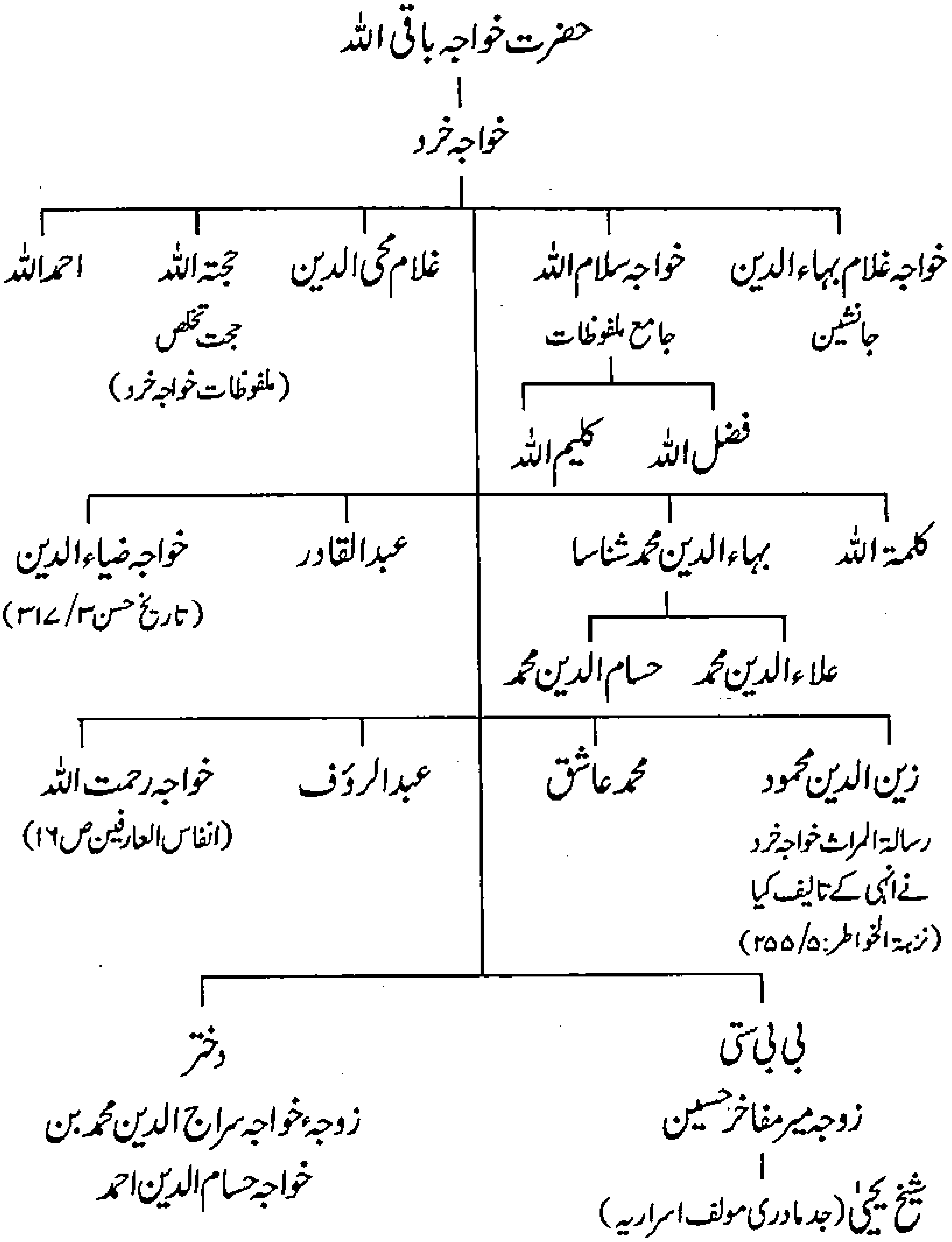

خواجہ کلمۃ اللہ بن خواجہ خرد کا نکاح میر عماد الدین محمد حسینی ہروی کی دختر سے ہوا، جو خواجہ خرد کے مرید اور حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے مکتوب الیہ تھے، انہوں نے جہلم میں اپنے نام سے ایک شہر عماد نگر آباد کیا اور وہ وہیں دفن ہیں حضرت خواجہ سید امیر کلال کی اولاد میں سے تھے، میر مفاخر حسین متخلص بہ ثاقب بن میر عماد ہروی کا نکاح بی بی ستی دختر خواجہ خرد کے ساتھ ہوا تھا۔ (اسراریہ: ۴۲۴) ان حضرات کے

Marfat.com

حالات کے لئے ملاحظہ ہو مقامات معصومی (۴/ ۴۲۳-۴۳۲)، قاضی عالم الدین مرحوم نے مکتوبات حضرت خواجہ باقی باللہ کے اردو ترجمہ میں خواجہ خرد کا جو شجرہ دیا ہے اس میں ان کے صرف ایک فرزند خواجہ علی نام درج ہے جن کی صرف ایک دختر امۃ الباقی بیگم کا نام دیا ہے جبکہ مذکورہ منقول از اسراریہ میں خواجہ علی نام کے ان کے کسی فرزند کا نام نہیں ملتا، امۃ الباقی کے بطن سے شاہ نظام الدین تولد ہوئے جو دہلی پر مرہٹوں کے قبضہ کے دوران ان کے نمائندہ کی حیثیت سے شاہ عالم ثانی سے ملے تھے۔ (مقامات مظہری ص ۶۳۷-۶۳۸) یہ شجرہ مشمولہ مکتوبات بالکل وضعی معلوم ہوتا ہے جو سجادہ نشینوں نے سجادگی کے لئے بنایا تھا۔

خواجہ خرد کی تصانیف

خواجہ خرد کے رسائل کا کوئی جامع مجموعہ ہمیں یک جا نہیں مل سکا[1]، مختلف تذکروں میں ان کی حسب ذیل تصانیف کے نام ملتے ہیں جن میں سے اب تک ہم صرف ۱۵ کتابوں کے وجود سے واقف ہیں، باقی کتب کے صرف نام ہی مل سکیں ہیں:

پہلے غیر موجود رسائل کا ذکر کیا جارہا ہے:

۱......تفسیر بعضی مواضع بیضاوی

خواجہ خرد نے ایام جوانی میں تفسیر بیضاوی کے چند حصوں کی شرح لکھی تھی جب

---

[1] رضا لائبریری رام پور کی فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی: ۱/ ۲۸۴ میں ایک مجموعہ رسائل خواجہ خرد کا حوالہ دیا گیا ہے لیکن اس میں صرف پردہ برانداخت، اور نور وحدت دو رسائل ہیں اور تیسرے رسالہ در ذکر چہار پیر و چہار خانوادہ شامل ہیں موخر الذکر رسالہ میں ان کا نام بحیثیت مصنف نہیں آیا بلکہ فہرست ساز نے قیاس سے کام لیا ہے کہ جب پہلے دو رسالے خواجہ خرد کے ہیں تو یہ بھی انہی کا ہوگا

Marfat.com

وہ اس کا نسخہ اپنے شیخ خواجہ حسام الدین احمد کے پاس لے کر گئے تو انہوں نے بہت پسند کی اور تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ابھی اسے پوشیدہ رکھو کہ شر العین سے بچ سکو، فرماتے ہیں:

شیخ من (خواجہ خرد) درایام شباب بر بعضی مواضع تفسیر بیضاوی شرحی نوشتہ بود، حقائق و دقائق نیک و بخواجۂ ابرار بردہ چوں وی خواندہ وخوش وقت گشتہ و آفرینہا کردہ وشکر خداوند سبحانہ بجاآوردہ و گفتہ خواجم ایں عطائست محض از عطاہای الٰہی لیکن مصلحت آں ست کہ روزی چند ایں سخان را باخود دارید وبکس نہ نمایند[1]

۲......**تعلیقات علی الفصوص**

۳......**تعلیقات علی الفتوحات**

یہ دونوں شیخ اکبر ابن عربی کی تصانیف ہیں، جو خواجہ خرد کی نوک زبان رہتی تھیں انہوں نے ان دونوں کتابوں پر تعلیقات لکھے ہے۔[2]

۴......**حواشی بر نفحات الانس جامی**[3]

۵......**رسالۃ المیراث**، خواجہ خرد نے یہ رسالہ اپنے فرزند خواجہ زین الدین محمود کے لئے تالیف کیا تھا۔[4]

۶......**طریق الوصول الی اصل الاصول:**

خواجہ سلام اللہ بن خواجہ خرد نے یہ رسالہ خواجہ خرد کی خدمت میں پڑھا تھا۔[5]

---

[1] اسراریہ: ۳۹ [2] عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر: ۵/ ۲۵۵ اس سلسلہ میں مولف کا ماخذ اسراریہ ہے لیکن صاحب اسراریہ نے ان دونوں کتب پر تعلیقات کا ذکر نہیں کیا۔
[3] اسراریہ: ۱۷۲ [4] نزہۃ الخواطر: ۵/ ۲۵۵ [5] اسراریہ: ۵۷

Marfat.com

۷......رموز التوحید:

اس رسالہ سے ایک اقتباس شیخ کمال محمد سنبھلی نے دیا ہے۔[۱]

۸......رسالہ درکمال انسانی

مولف اسراریہ نے لکھا ہے کہ خواجہ خرد اس موضوع پر ایک رسالہ تالیف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔[۲]

۹......رسالہ فی الحقائق (عربی)[۳]

۱۰......السرالمبہم[۴] (ملفوظات خواجہ خرد میں اس کا ذکر موجود ہے ص:۱۱)

۱۱...... رسالہ اذکار۔ اس رسالہ میں مختلف اذکار جمع کیے گئے ہیں۔[۵]

۱۲......رسالہ درآداب نقشبندیہ[٦]

اب ہم خواجہ خرد کی موجود اور معلوم تصانیف کا تعارف کروا رہے ہیں۔

۱......نوروحدت

مولف نے اس رسالہ کے آغاز وانجام میں اپنا نام بحیثیت مولف نہیں لکھا، بلکہ دور وسطیٰ میں مولفین کے شاگرد جس طرح کتاب اپنے استاد کے نام القاب کے ساتھ لکھ دیتے تھے اسی طرح لکھا ہے تاہم آغاز میں اس رسالہ کا سال تصنیف ۳ ربیع الاول ۱۰۵۳ھ لکھا گیا ہے یہ رسالہ وحدت الوجود کے عمومی مسائل پر مشتمل ہے، اور بہت ہی مقبول ہوا ہے، خواجہ خرد اپنے معتقدین کو اس رسالہ کا نسخہ بطور مطالعہ دیا کرتے تھے، اسراریہ میں کئی بار اس کا حوالہ آیا ہے[۷]۔ اس کے متعدد خطی نسخے پاکستان وہند اور دنیا کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں فہرست مشترک میں اس

۱۔ ایضاً:۲۰٦ ۔ ۲۔ ایضاً:۴۸۳ ۔ ۳۔ نزہۃ الخواطر:۵/۲۵۵

۴۔ ایضاً ۔ ۵۔ اسراریہ:۲۲ ۔ ٦۔ ملفوظات خواجہ خرد ص:۴۵

۷۔ اسراریہ:۷۰، ۳۸۰، ۴۷۷

Marfat.com

رسالہ کے اٹھارہ قلمی نسخوں کا تعارف کروایا گیا ہے، مطبع مجتبائی دہلی سے ستہ ضروریہ کے نام سے رسائل تصوف کا جو مجموعہ ۱۳۱۲ھ کو طبع ہوا تھا اس میں یہ رسالہ شامل ہے۔

۲......رسالہ پرتوعشق

خواجہ خرد نے عشق حقیقی اور اس کی روحانی واردات کے موضوع پر لکھا ہے جیسا کہ ہم زبدۃ المقامات کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ خواجہ خرد پر نسبت محبوبیت کا غلبہ تھا، اس غلبہ کے تحت انہوں نے یہ رسالہ لکھا ہے، ستہ ضروریہ مذکور کا یہ آخری رسالہ ہے۔

ان دونوں مطبوعہ رسالوں میں خواجہ خرد کے مخاطب کوئی سید بزرگ ہیں جن کا آپ نے نام نہیں لکھا۔

۳......شرح رباعیاتِ خواجہ خرد (فارسی نثر و نظم)

اس شرح کے آغاز میں خواجہ خرد نے لکھا ہے کہ مدت سے یہ آرزو تھی کہ ''معارف صوفیہ محققین وعلوم عظمای الکاشفین'' کو اکابر کی اقتداء میں نظم کیا جائے، چنانچہ شعبان ۱۰۵۲ھ کو ان مطالب کو حاوی چالیس سے زیادہ رباعیات لکھیں اور پھر بقدر ضرورت ان کی شرح خود ہی کی، فرماتے ہیں:

> الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین ، اما بعد بر برادران دینی و دوستانِ یقینی عرضہ می دارد کہ ایں فقیر حقیر را مدتہا در خاطر می گذشت کہ رباعی چند دربیان معارف صوفیہ محققین وعلوم عظماء المکاشفین بقصد متابعت واقتداء اکابر بنظم آوردہ شود ـــ تاآنکہ درشعبان سنہ ہزار و پنجاہ ودو آں ملاحظہ کہ از مطلب باز می داشت بیک بار از خاطر برداشتند و در اندک وقت چہل

Marfat.com

وچند رباعی صورت تمامی گرفت ۔۔۔ واز جہت آنکہ محتاج بہ بیان وشرح بود ورقی چند در توضیح وشرح آں نوشتہ می شود[1]

شرح کے دوران مولف نے اپنے والد گرامی حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلفاء اور اپنے شیخ خواجہ حسام الدین احمد کے بعض منتسبین کے احوال بھی لکھے ہیں، خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری کو اپنا ماموں اور نواب قلیج خان کو اپنے بڑے بھائی خواجہ کلاں کا ماموں بتایا ہے، حسب ذیل اصحاب کے احوال اس میں آئے ہیں:

(۱) خواجہ حسام الدین احمد (۲) شیخ احمد فاروقی (حضرت مجدد الف ثانی) (۳) شیخ الہ داد (۴) شیخ تاج الدین سنبھلی (۵) بی بی دولت (۶) شیخ رستم (۷) مولانا یوسف (صحبت یافتہ حضرت مجدد الف ثانی) (۸) شیخ یعقوب تھانہ (۹) شیخ مرتضیٰ سنبھلی (۱۰) حافظ جلال الدین (۱۱) میر سید احمد (۱۲) شیخ عبدالغفور سنبھلی (۱۳) بی بی قطب (۱۴) شیخ نعمت اللہ انصاری (۱۵) شیخ کمال (۱۶) سید زید (ساکن قصبہ ساڈھورہ) (۱۷) مولانا احمد گوجر (۱۸) سید مصطفی ناگپتی (۱۹) مولانا محمد قلیج خان (۲۰) خواجہ محمد صادق ہمدانی (۲۱) شیخ رفیع الدین محمد چشتی (۲۲) میر محمد زاہد (۲۳) شیخ جعفر (۲۴) شیخ شیدا (والد شیخ رستم مذکور) (۲۵) شیخ محمد ہاشم سنبھلی (۲۶) شیخ ابا بکر (۲۷) شیخ محمد طاہر فیروز آبادی (۲۸) شیخ بایزید (۲۹) شیخ موسیٰ مجذوب (۳۰) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۳۱) شیخ مجد الدین (۳۲) شیخ عثمان جالندھری (۳۳) بعضی احوال حضرت خواجہ باقی باللہ

مولف ان میں سے کئی اصحاب کی صحبت میں بھی رہے اس میں درج تمام امور براہ راست مولف کے علم میں تھے اور بعض روایات مولف کے شیخ خواجہ حسام الدین

---

[1] شرح رباعیات خواجہ خرد، خطی نسخہ خانقاہِ حضرت شاہ ابوالخیر، دہلی ص: ۱۲ اس اقتباس کو اسلوب نگارش کا نمونہ بھی تصور کیا جا سکتا ہے

Marfat.com

احمد سے مروی ہیں۔

دراصل ملا شاہ بدخشی نے جب اپنی رباعیات کا نسخہ کشمیر سے خواجہ خرد کو بھیجا تو خواجہ اسے پڑھ کر خوش ہوئے اور اس کے جواب میں اپنی شرح رباعیات لکھی، معاصر تذکرہ نویس شیخ کمال محمد سنبھلی جنہوں نے ملا شاہ کو دیکھا بھی تھا، لکھا ہے:

اخوند اشعارِ فصیح دارد وقتی شرح رباعیات بزبان تصوف گفتہ بود و نسخہ آں پیش شیخ من (خواجہ خرد) از کشمیر فرستادہ بود، شیخ من خوش شدہ درجواب آں شرح رباعیاتی گفتہ ورائ شرح رباعیات کلاں و من ازاں اخوند ہم دیدہ ام واخوند باشیخ من دوستی واتحاد نیک دارد و در لاہور باہم صحبتہاء نیک گذشتہ [1]

خواجہ خرد نے یہ رباعیات اور ان کی شرح وحدت الوجود کے اثبات میں لکھی ہے شرح رباعیات، خواجہ خرد کے والد بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ کی بھی رباعیات و شرح رباعیات موجود ہے اس کا موضوع بھی وحدت الوجود ہے، جب دور آخر میں حضرت خواجہ باقی باللہ پر توحید شہودی کا انکشاف ہوا تو فرمایا کہ وحدت الوجود ایک تنگ نائے ہے شاہراہ اس سے آگے یعنی وحدت الشہود ہے، ہم سے بجہت رعایت ظاہر شریعت ازیں تصنیف خود کہ سخن وحدت وجود درانجا بخوب ترین تدقیقات مبین است ناراضی بودند و می فرمودند از ما ایں تصنیف خوب واقع نشدہ ...... [2]

---

[1] اسراریہ: ۴۳۷ (اخوند ملا شاہ بدخشی اور خواجہ خرد کے مابین ملاقات کا ذکر اس سے قبل کیا جاچکا ہے) یہاں محض دوستی و ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے، مذہبی ہم آہنگی و یک رنگی نہ سمجھ لیا جائے بلکہ ملا شاہ کا خواجہ خرد کو بیعت نہ کرنے کا وہی سبب تھا جسے ہم اوپر نقل کر آئے ہیں کہ وہ خواجہ کو اپنا ہم مشرب نہیں سمجھتے تھے [2] کلیات خواجہ باقی باللہ: ۶۴ (تفصیل کے لئے اسی کتاب کا عنوان تصانیف حضرت خواجہ ملاحظہ کریں)

Marfat.com

لیکن اس قسم کا کوئی بیان خواجہ خرد کی طرف سے ہماری نظر سے تاحال نہیں گذرا بلکہ روایت یہی ہے کہ موصوف تاحیات مائل بہ وحدت الوجود ہی رہے اور شیخ ابن عربی و مولانا جامی کے متبع ہی رہے۔[۱]

شرح رباعیات خواجہ خرد کے تین خطی نسخے ہماری نظر سے گذرے ہیں

۱۔ خانقاہِ حضرت شاہ ابوالخیر، دہلی، مکتوبہ ۲۹ محرم ۱۲۶۸ھ

۲۔ خانقاہِ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، مکتوبہ: ۱۲۰۶ھ

۳۔ ذخیرۂ دہلی انڈیا آفس لائبریری، مشمولہ برٹش لائبریری، لندن، مجموعہ رسائل خواجہ خرد میں یہ شامل ہے۔

۴......القول السدید (عربی نثر)

خواجہ خرد نے شاہ محب اللہ الہ آبادی (ف ۱۰۵۸ھ/۱۶۴۸ء) کے رسالہ تسویہ کی شرح القول السدید کے نام سے لکھی ہے:

شاہ محب اللہ کے اس رسالہ پر اس وقت کی ذہنی فضا مکدر اور مذہبی ماحول میں ہلچل مچ گئی، یہی وہ رسالہ تسویہ تھا جس میں انہوں نے حضور ﷺ پر نزول وحی کے بارے میں ایسی بحث کی تھی جو علماء کے نزدیک قابل اعتراض تھی، اس رسالہ کے خلاف باقاعدہ کاروائی تو ان کی وفات کے بعد اورنگ زیب کے عہد میں ہوئی لیکن معاصر ماخذ معارج الولایت کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے حین حیات بھی ان کے نظریات کے خلاف شورش برپا ہوئی تھی اور وہ اس قدر شدید تھی کہ عوام ان کے قتل کے درپے ہو گئے تھے، جب شیخ رشید جونپوری کو معلوم ہوا تو وہ برق رفتاری سے جونپور سے آئے اور عوام کے نرغے سے بچایا اور ان کے کلام کی توجیہ کر کے عوام کے جذبات فرو کیے۔[۲]

---

[۱] اسراریہ: ۳۷۱ [۲] عبدی، عبداللہ خویشگی قصوری: معارج الولایت، قلمی، ذخیرۂ آذر، مخزونہ کتابخانہ مرکزی دانش گاہ پنجاب، لاہور نمبر ۲۵۔ ایچ ورق ۴۳۲

Marfat.com

اورنگ زیب کے عہد میں علماء کی درخواست پر اورنگ زیب نے تسویہ کے تمام نسخ جلانے کا حکم صادر کیا تھا۔[۱]

رسالہ تسویہ کی کئی شرحیں لکھی گئی، تائیدی اور تریدی، شمس بازغہ کے مشہور مصنف ملا محمود جونپوری (ف ۱۰۶۲ھ/ ۱۶۵۲ء) نے حرز الایمان کے نام سے رسالہ تسویہ کا رد لکھا جس کا انداز بیان سخت ہے۔[۲]

رسالہ تسویہ کی دوسری تردیدی شرح خواجہ خرد کی ہے انہوں نے شاہ محب اللہ کے افکار پر تنقید کی ہے لیکن شائستگی و متانت کے ساتھ ان کا رد کیا ہے، ایک مقام پر لکھا ہے کہ اگر انہیں رسالہ تسویہ شیخ محب اللہ کے حین حیات مل جاتا تو وہ ان تعقبات کو انہیں بھیج کر ان کو متنبہ کرتے۔[۳]

ملا محمود جونپوری اور خواجہ خرد کی شروح کے رد میں شیخ حبیب اللہ ساکن پٹنہ نے نہایت غیر سنجیدہ جوابی رسائل لکھے۔[۴]

خواجہ خرد کی شرح تسویہ کا ایک خطی نسخہ ذخیرۂ مولانا عبدالحی فرنگی محلی، مخزونہ آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں ہے، دوسرا نسخہ کتابخانہ آیۃ اللہ مرعشی، قم میں ہے تیسرا خطی نسخہ ذخیرۂ دہلی، انڈیا آفس لائبریری، لندن شمارہ D.P:1067-A: میں ہے

ہمیں تعجب ہے کہ ڈاکٹر اطہر عباس رضوی نے شرح تسویہ کا موخر الذکر نسخہ دیکھنے [۵] کے باوجود اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا، رسالہ تسویہ ان کے خیالات کی ترجمانی کرنے والی کتاب ہے اور ہمارے نقشبندی مشائخ کے افکار ان کے نزدیک قابل

---

[۱] مراۃ الخیال: ۲۲۸-۲۲۹ [۲] شبیر احمد خان غوری: ''تسویہ کی شروح وجروح'' مقالہ مشمولہ تصوف برصغیر میں: ۱۴۱-۱۴۲ [۳] ایضاً [۴] ایضاً: ۴۲ (رسالہ تسویہ کے سلسلہ میں ہمارے بعض تاملات کے لئے ملاحظہ ہو مقامات معصومی: ۱/ ۷۲-۷۷)

5 - Rizvi,S.A.A: History of sufism in India, vol.II. p.499

Marfat.com

تردید ہیں اگر انہیں معلوم ہوتا کہ یہ شرح متن کی ترجمان ہے تو وہ اسے ضرور بڑھا چڑھا کر بیان کرتے، چونکہ یہ شرح شاہ محب اللہ کے رسالہ کے رد میں تھی اس لئے خاموشی اختیار کرلی، یا چونکہ یہ شرح اتنی دقیق عربی میں ہے کہ وہ اسے سمجھنے سے قاصر تھے۔

۵......رسالہ ٔسماع (فارسی نثر)

خواجہ خرد نے سماع کے موضوع پر یہ مختصر رسالہ لکھا ہے، اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

الحمدللہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی، امابعد کلمہ چند درمعارضی کہ متعلق بہ سماع است نوشتہ می شود، مقدمہ ہر چند در طریقہ باسماع نبود ومارا از اہل نخوانند اما حرمان از ان العیاذ باللہ نداریم اصل کار نزد ما فنا ونیستی است در مرتبہ ذات کہ نہات مقام سماع است......

اس اقتباس میں مولف نے بتایا کہ سماع میرا معمول نہیں ہے اور نہ ہی میں اس کا عادی ہوں بلکہ اس کا اصل مقصد "فناونیستی" کا حصول ہے

قاضی حمید الدین ناگوری کی کتاب لوامع کا حوالہ بھی دیا ہے [1] اصطلاح جمع الجمع کی تشریح طریقہ ٔنقشبندیہ کے مطابق کی ہے۔

اس رسالہ کا ایک مخطوطہ ذخیرہ ٔدہلی، انڈیا آفس لائبریری، لندن میں تحت شمارہ I.O. 4270 D.p.1184.a محفوظ ہے کل اوراق ۱۶ ہیں

اس کے آغاز وانجام میں مولف نے اپنا نام نہیں لکھا، لیکن ناقل نے اسے خواجہ خرد کے ہاتھ سے لکھے ہوئے نسخہ سے نقل کیا ہے،

---

[1] اسراریہ: ۲۱۱

Marfat.com

این رسالہ سماع حضرت خواجہ خورد راکہ خط ایشاں بودہ نقل گرفتہ شد

خانقاہِ حضرت خواجہ دہلی میں حضرت خواجہ کے وصال کے بعد سماع ہوتا تھا، زبدۃ المقامات کا بیان اور مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے تنبیہی فقرات ہم اس سے قبل نقل کر آئے ہیں معاصر تذکرہ نویس کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے عرس کے موقع پر جب مولود خوان نے ایک غزل پڑھی تو خواجہ حسام الدین احمد، شیخ الہ داد، شیخ رفیع الدین محمد، شیخ ہاشم سنبھلی اور شیخ ابوبکر پر وجد و سماع کی ایسی حالت طاری ہوئی کہ مولف نے محسوس کیا کہ اس کا اثر مسجد کے در و دیوار پر بھی ہو گیا ہے[1] اس رسالہ کا انداز تحریر و اسلوب بھی خواجہ خرد ہی معلوم ہوتا ہے۔

انڈیا آفس لائبریری، لندن میں مخطوطات کا ایک جداگانہ مجموعہ ہے جسے ذخیرۂ دہلی یا دہلی کلیکشن کہا جاتا ہے۔ یہ وہ مخطوطات ہیں جو ۱۸۵۷ء کے دوران دہلی کی ضبط شدہ املاک میں سے انگریزوں کے ہاتھ لگے تھے اس میں دہلی کی خانقاہوں، مدرسون اور علماء کے کتب خانوں کے مخطوطات ہیں ۱۹۸۶ء تک اس کی کوئی باقاعدہ فہرست شائع نہیں ہوئی تھی سید علی بلگرامی نے اس ذخیرہ کی ایک مختصر فہرست[2] بنائی تھی جس سے ہم نے ۱۹۸۶ء میں اپنے قیام انگلستان کے دوران استفادہ کیا تھا اس میں خواجہ خرد کے آٹھ رسائل موجود ہیں جن میں مذکورہ رسالہ سماع کے علاوہ حسب ذیل رسائل بھی ہیں:

---

[1] اسرار یہ: ۲۱۱ [2] سید علی بلگرامی (مترجم تمدن عرب اور تمدن ہند) چونکہ مخطوطہ شناس نہیں تھے اس لئے اس فہرست میں ایسے بہت سے اغلاط راہ پا گئے ہیں جو اس میں نہیں ہونے چاہیں تھے (اس فہرست سازی کا ذکر مولوی عبدالحق نے چند ہم عصر ص: ۲۷ میں بھی کیا ہے)

Marfat.com

۶......رسالہء سید (فارسی نثر) I.O.D.P.1158.c

یہ وحدت الوجود کے بعض مباحث پر ہے، ہر نئی بات کو مولف نے اے سید کہہ کہ مخاطب کیا ہے، یہی انداز انہوں نے اپنے دو مطبوعہ رسائل نور وحدت اور پرتوِ عشق میں اختیار کیا ہے۔

۷......رسالہ فوائح I.O.D.P.1862.F (فارسی نثر)

خواجہ خرد کا یہ رسالہ بظاہر تصوف کے عمومی مسائل پر ہے لیکن یہ لوائح اور لوامع کی طرح ہے۔ تفصیل آگے آ رہی ہے

۸......رسالہ خواجہ خرد (فارسی نثر) I.O.D.P.1150-E

اس رسالہ کا کوئی نام ہمیں نہیں مل سکا، لیکن مسائل عرفانی پر ہے۔

۹...... پردہ برانداخت و پردہ کی شناخت

خواجہ خرد نے عین القضاۃ ہمدانی (ف ۵۳۵ھ/۱۱۳۰ء) کی اتباع میں لکھا ہے آغاز میں بتایا ہے کہ علم کی دو اقسام ہیں اعتقادی و عملی، پھر لکھا ہے کہ ''اقرب طریق طریقہ توحید'' ہے گویا اس کے زیادہ مباحث وحدت الوجود کے ہیں رسالہ پردہ برانداخت کے دو خطی نسخے ذخیرۂ انجمن ترقی اردو، نیشنل میوزیم کراچی میں ہیں اور ایک نسخہ کتابخانہ خانقاہ مولانا محمد علی مکھڈ اٹک میں ہے[۱]

چوتھا نسخہ ذخیرۂ دہلی انڈیا آفس، لندن میں ہے۔ شمارہ D.P.1178-C ایک اور نسخہ رضا لائبریری رام پور ہے۔[۲]

۱۰......توبہ و ذکر (فارسی نثر)

اس رسالہ کا موضوع نام سے ظاہر ہے اس کا ایک خطی نسخہ نیشنل میوزیم، کراچی

---

۱ احمد منزوی: فہرست مشترک: ۳/۱۳۲۹

۲ فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتابخانہ رضا: ۱/ ۲۵۵

Marfat.com

میں ہے، اس کے ترقیمہ میں اسے خواجہ خرد کی تالیف بتایا گیا ہے [1] ویسے خواجہ خرد کا اذکار کے موضوع پر ایک جداگانہ رسالہ کا حوالہ ملتا ہے۔ [2]

۱۱......مراۃ الوحدت (فارسی نثر)

وحدت الوجود کے موضوع پر ہے، اس کا ایک خطی نسخہ رضا لائبریری، رام پور میں ہے، جس کے فہرست ساز نے اس کی کوئی تفصیل نہیں [3] دی۔ شمارہ ۸۲۹

۱۲......رسالہ درذکر چہار پیر و چہار خانوادہ

(فارسی نثر) موضوع نام سے ظاہر ہے ہمیں معلوم نہیں کہ اس رسالہ میں مولف نے کن چار مشائخ کا تذکرہ کیا ہے اور کن چار خانوادہائے تصوف کا بیان ہے اس کا خطی نسخہ کتابخانہ رضا، رام پور میں ہے، فہرست ساز نے کہا ہے کہ اس کے اول و آخر میں مولف کا نام درج نہیں ہے چونکہ اس مجموعہ میں باقی رسائل خواجہ خرد کے ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ یہ رسالہ بھی انہی کا ہو۔ [4]

خواجہ خرد کے رسائل کا وہ مجموعہ جس کا خطی نسخہ انڈیا آفس لائبریری، لندن میں ہے، جناب حضرت صاحبزادہ بدرالاسلام صدیقی صاحب نے لندن سے صرف کثیر سے منگوایا ہے جس کی عکسی نقل انہوں نے جناب صاحبزادہ پروفیسر محمد سعد سراجی صاحب کو دی ہے، خوش نصیبی سے ہمیں اس سے استفادہ کا موقع ملا ہے، جس میں سے حسب ذیل رسائل کا تعارف کروایا جارہا ہے باقی رسائل کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔

---

[1] فہرست مشترک: ۳/ ۱۳۶۴ [2] اسراریہ: ۲۲

[3] فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی: ۱/ ۲۵۵، فہرست مخطوطات فارسی مرتبہ حکیم محمد نبی خان وغیرہ مرتبہ شائستہ خان، پٹنہ: ۱۹۹۵ء ص: ۱۲۸

[4] ایضاً: ۱/ ۶۸۴

Marfat.com

۱۳......بحر الحقائق (عربی نثر)

خواجہ خرد نے اس میں بحیثیت مولف اپنا نام نہیں لکھا لیکن اندرونی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ انہی کا مولفہ ہے، خواجہ کے ملفوظات میں بھی اس رسالہ کا ذکر موجود ہے[۱] یہ رسالہ وحدت الوجود کے غامض مسائل پر ہے، مولف نے اس موضوع پر مستند کتب کے حوالوں سے اپنے مشاہدات ومکاشفات کی توضیحات کی ہیں۔

اس رسالہ کا آغاز مولف نے ۲۳ جمادی الآخر ۱۰۵۷ھ کو کیا[۲] خواجہ نے اس میں اپنے اور اپنے مشائخ کے حالات بھی لکھے ہیں، بتایا ہے کہ سب سے پہلا لقاء صرف دو سال کی عمر میں اپنے والد گرامی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے ہوا[۳] اس کے بعد خواجہ حسام الدین احمد، امام احمد فاروقی مجدد الف ثانی، شیخ الہداد، شیخ مرتضیٰ، شیخ عبدالغفور، شیخ رستم، شیخ الہدیہ، حافظ جلال الدین، سید احمد، شیخ موسیٰ، سید زید، شیخ تاج الدین سنبھلی، سید محمود (من اصحاب شیخ تاج الدین مذکور)، سید یحییٰ (من اصحاب شیخ الہ بخش گڈھ مکتیسری، شیخ الہ داد قادری) من اصحاب شیخ محدث بہلول قادری) اور شیخ فتح محمد گجراتی (برہانپوری) سے استفادہ کا موقع ملا[۴]

۱۴......فوائح (عربی نثر)

آغاز:

الحمد لمن عرفنا ذاته بذاته والصلوٰة على اكمل مظاهر اسمائه وصفاته اما بعد فهذه رسالة مسماة بالفوائح......

مولف نے اپنا نام کہیں نہیں لکھا لیکن اس کی داخلی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے

[۱] بیان احوال وملفوظاتِ خواجہ خرد ص ۶، نزہۃ الخواطر (۵/ ۲۵۵) میں جس رسالہ حقائق کا ذکر ہے ممکن ہے کہ یہی بحر الحقائق مراد ہو [۲] بحر الحقائق ص: ۴۷ [۳] ایضاً: ۱۰۵۔الف

[۴] ایضاً: ۱۰۵۔۱۰۶، الف۔ب

Marfat.com

کہ یہ رسالہ خواجہ خرد کا نوشتہ ہے، اس میں اپنے مشائخ کے حالات اور مولف پر ان کی عنایات کا ذکر بھی جا بجا ملتا ہے، یہ خاصا دقیق رسالہ ہے اس کا موضوع مولف کے پسندیدہ مباحث یعنی عرفان وتصوف کے عمومی مسائل کے علاوہ توحید وجودی کا بیان قابل توجہ ہے، مولف حضرت مجدد الف ثانی کے پیش کردہ نظریہ وحدت الشہود سے بھی بخوبی واقف تھے ان دونوں نظریات کا کئی مقامات پر تقابلی بیان بھی ہے لیکن مولف کا رجحان وحدت الوجود کی طرف ہے، موصوف اس امر سے بھی آگاہ تھے کہ ان کے والدگرامی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ اسے روحانی منازل کے سلسلہ میں ''تنگ نائے'' کہا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ شاہراہ اس سے آگے ہے:

کماقال الشیخ الاجل ... محمد الباقی " ان التوحید طریق ضیق ...... [1]

حضرت مجدد الف ثانی کی مبارک صحبت اور نصائح نے خواجہ خرد کو ان دونوں نظریات میں ایسا اعتدال عطا کیا کہ شدت غلبہ کے باوجود موصوف ان کے مابین ایسی راہ کے متلاشی رہے جو سالکانِ طریقت کو منزلِ مقصود تک پہنچا سکے، اس رسالہ کے دو خطی نسخے ملتے ہیں:

(۱) قدیم نسخہ جناب صاحبزادہ پروفیسر محمد سعد سراجی کی ملکیت ہے۔

(۲) دوسرا نسخہ مجموعہ رسائل خواجہ خرد، مخزونہ انڈیا آفس لائبریری، لندن میں ہے۔

۱۵......فوائح (فارسی نثر)

آغاز:

بسم اللہ الرحمن الرحیم این رسالہ ایست مسمیٰ بہ فوائح در بیان علوم و معارفی کہ از صدق قلوب قدسیہ ونفوس کمل اولیاء اجلہ اصفیاء

[1] بحر الحقائق، ورق: ۹، الف

Marfat.com

برمشام ارباب طلب و صدق واصحاب ارادت وصفا فائح گشتہ است ......

حضرت خواجہ خرد علیہ الرحمہ نے خود ہی اس دقیق عربی رسالہ کا فارسی میں ملخص ترجمہ کیا تھا جو آپ کے مذکورہ مجموعہ رسائل میں شامل ہے۔

اس میں حضرت مولف نے اپنے اور اپنے مشائخ کے باطنی احوال نہیں لکھے لیکن ان سے مولف کا جن امور میں تبادلہ خیال ہوتا رہا ہے ان بیانات کو بھی اپنے مباحث کا حصہ بنایا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ بزرگ مولف اپنی واردات اور کشفی تحقیقات بلاکم وکاست احاطہ تحریر میں لا رہے ہیں، مولف نے مولانا علی کے رسالہ ادلۃ التوحید اور ان کی شرح نصوص کے مقدمہ کا بھی حوالہ دیا ہے۔ (ص:۱۷) جو اب مفقود ہیں ان کے علاوہ بھی صوفیہ کے ایسے متون زیر بحث آئے ہیں جن کے خطی نسخوں کا مطبوعہ فہارس مخطوطات میں ذکر نہیں ملتا۔

چونکہ اس رسالہ میں مندرج مسائل خاصے دقیق ہیں اس لئے اس کا بیان بھی عام فہم نہیں رکھا گیا، بلکہ اسے خواص کے لئے سہل ممتنع بنا دیا ہے۔

اصل رسالہ کے کل ۲۴ اوراق ہیں، خط صاف اور واضح ہے لیکن سال کتابت درج نہیں ہے، اس کے کسی اور خطی نسخے کا تا حال علم نہیں ہے۔

سفینہ

یہ دراصل خواجہ خرد کی بیاضِ اشعار تھی، جس کے وجود سے آج ہم بے خبر ہیں آپ کی خانقاہ ہندوستان کے مرکز علم وادب دہلی میں تھی شاید ہی کوئی صاحب علم اور شاعر ایسا ہو جو اس خانقاہ میں نہ گیا ہو اور اپنا کلام نہ سنایا ہو پھر یہ دونوں بھائی یعنی

Marfat.com

خواجہ کلاں اور خواجہ خرد خود بھی شاعر اور اہل دل تھے آج ہمارے پاس کوئی ایسا ریکارڈ نہیں جو اس کی آئینہ داری کر سکے، البتہ خواجہ خرد کے ایک مرید خاص شیخ کمال محمد سنبھلی نے اپنی کتاب اسرار یہ میں جا بجا ایسے شعراء کی آمد اور خواجہ خرد سے ان کی ملاقاتوں کا حال لکھتے ہوئے بعض کا نمونہ کلام بھی دیا ہے، یقیناً خواجہ اپنے اس سفینہ میں ایسے تمام اشعار لکھ لیتے ہوں گے جو انہیں محظوظ کرتے رہے ہوں گے۔

خانوادۂ شعراء کے جد بزرگوار میر عماد الدین حسینی ہروی جو فارسی اور ہندی میں شعر کہتے تھے اور خواجہ خرد سے رشتہ داری بھی تھی کی خانقاہ میں دو مرتبہ آمد اور اپنا دونوں زبانوں کا کلام سنا کر خواجہ خرد کو خوش کرنے اور پسندیدہ اشعار کا خواجہ خرد کا اپنے سفینہ میں نقل کرنے کا ذکر بھی اسرار یہ میں موجود ہے۔ [1]

خواجہ کے ملفوظات میں بھی اس بیاض کا ذکر آیا ہے کہ ایک روز آپ کے فرزند خواجہ کلمۃ اللہ محفل میں آئے تو آپ کے ہاتھ میں بیاض تھی، میرے دل میں آیا کہ یہ بیاض میں دیکھوں تو آپ نے از خود اسے میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ لو اور دیکھو پھر میں نے سوچا کہ یہ مجھے چند روز کے لئے مل جائے تو میں اس کا انتخاب اپنے لئے کرلو، آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ لو اسے چند دن اپنے پاس رکھ لو۔ [2]

مکتوباتِ خواجہ خرد

خواجہ خرد نے اپنے مکتوبات کا کوئی مجموعہ خود مرتب کیا ہو یا کروایا ہو؟ آج ہمیں اس کا علم نہیں ہے آپ کے مرید خاص شیخ کمال محمد سنبھلی نے آپ کے ملفوظات جمع کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے، ممکن ہے انہوں نے مکتوبات بھی مرتب کئے ہوں،

---

[1] اسرار یہ: ۴۲۵ [2] ملفوظات خواجہ خرد تلخیص مشمولہ تذکرۂ خواجہ باقی باللہ ص: ۸۱

Marfat.com

تاہم ان کے نام خواجہ خرد نے جتنے مکتوبات لکھے تھے وہ انہوں نے اسراریہ کے آخر میں یکجا کر دیئے ہیں [۱] یہ مبارک خطوط تقریباً بیس ہوں گے جن میں تصوف کے مسائل کے علاوہ ذاتی نوعیت کے امور بھی زیر بحث آئے ہیں اپنے بڑے بھائی خواجہ کلاں کی وفات کی اطلاع بھی انہوں نے مولف کو بذریعہ خط ہی دی تھی۔ [۲]

خواجہ خرد کے ملفوظات میں خواجہ کے بہت سے مکاتیب بھی نقل ہوئے ہیں جن میں زیادہ تر سید کمال کے نام ہیں یہی بزرگ اسراریہ کے مولف تھے ایک رقعہ شیخ محمد حارث بن شیخ تاج الدین سنبھلی کے نام بھی ہے۔ [۳]

ملفوظاتِ خواجہ خرد

خواجہ خرد کے یقیناً ایک سے زیادہ ملفوظات کے مجموعے مرتب ہوئے ہوں گے، ہمیں اس وقت تک صرف ایک مجموعہ کا علم ہے۔

یہ مجموعہء ملفوظات فارسی نثر میں ہے جس کا خطی نسخہ کتابخانہ آصفیہ حیدرآباد، دکن میں ہے، مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی نے ۱۹۶۹ء میں وہاں جا کر اس نسخہ کا مطالعہ کیا اور ایک مقالہ کی صورت میں اس کا تعارف کروایا، اب وہ مقالہ ان کی کتاب تذکرۂ خواجہ باقی باللہ میں شامل ہے۔

اس مجموعہ کے جامع خواجہ کے منجھلے صاحبزادے خواجہ سلام اللہ ہیں، انہوں نے صاحبِ ملفوظات کو جا بجا قبلہ گاہی بتایا ہے، پھر صاحبِ اسراریہ نے بھی جامع کو پسر خواجہ خرد لکھا ہے۔ [۴]

اس کے بعض مندرجات مذکورہ کتاب میں سے یہاں دیئے جا رہے ہیں:

۱۔ اسراریہ: ۴۸۲۔۴۹۳ ۲۔ تفصیل خواجہ کلاں کے احوال میں ملاحظہ کریں

۳۔ بیان احوال و ملفوظات خواجہ خرد ص: ۵۸۔۹۶ ۴۔ اسراریہ: ۲۶۴

Marfat.com

خواجہ خرد نے فرمایا:

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے بعد کوئی حضرت خواجہ بیرنگ کے مثل نہیں ہوا۔ شیخ احمد جیو (حضرت مجدد الف ثانی) فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے کہ ہندوستان میں شاہ الہ بخش گڈھ مکتسیری جیسا شیخ نہیں ہے۔

فرمایا۔ اس کام (منازل سلوک) میں اصل چیز نیستی اور غربت ہے جو کہ منتہای ارباب ہمت ہے......[1]

مولانا فریدی نے اس مجموعہ ملفوظات کا سالِ ترتیب نہیں بتایا، مولف اسرار یہ نے اس کے جابجا حوالے دیئے ہیں یہ کتاب ۱۱۶۹ھ کو مکمل ہوئی مولف اس میں ۱۱۷۴ھ تک اضافات کرتے رہے، یعنی ملفوظات کا یہ مجموعہ خواجہ خرد کے حین حیات قبل ۱۱۶۹ھ مرتب ہو کر معتقدین کے ہاتھوں میں جا چکا تھا، لیکن انڈیا آفس لندن کے خطی نسخہ میں خواجہ خرد کے نام کے ساتھ ''قدس اللہ سرہ العزیز'' بھی لکھا ہوا ہے جو مرحومین کے لئے لکھا جاتا ہے اسی طرح اس نسخہ میں خواجہ خرد کے وصال کے واقعات اور آپ کے فرزند حجۃ اللہ حجت کا لکھا ہوا مرثیہ بھی درج ہے، گویا مولف اس میں خواجہ کے وصال ۱۰۷۴ھ تک اضافات کرتے رہے تھے۔

خواجہ خرد کے ملفوظات کا ایک مجموعہ ''بیانِ احوال و ملفوظات'' کے نام سے ہے ۱۹۸۶ء میں قیام انگلستان کے دوران انڈیا آفس لائبریری، لندن کے ذخیرۂ دہلی کا یہ نسخہ نکلوا کر دیکھا تھا لیکن وقت کی کمی کے باعث کوئی یادداشت مرتب نہیں کی جا سکی[2] ممکن ہے کہ وہ یہی نسخہ ہو جس کے ایک نقل کتابخانہ آصفیہ میں ہے۔

---

[1] فریدی، نسیم احمد: تذکرۂ خواجہ باقی باللہ: ۶۸۔۸۳ نیز ملاحظہ ہو ہندوستان کے کتب خانوں میں مخطوطاتِ تصوف، مشمولہ تصوف برصغیر میں ص: ۹۷

[2] ذخیرۂ دہلی انڈیا آفس لائبریری لندن، شمارہ 1862-B

Marfat.com

خواجہ خرد کے ملفوظات کا ایک خطی نسخہ ذخیرہ حبیب گنج، مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ[۱] (شمارہ H.G.21/293) میں بھی ہے۔

ذخیرہ حبیب گنج کے فہرست ساز ایم ایچ رضوی اور قیصر امروہوی صاحبان نے لکھا ہے کہ اس کے جامع کا نام معلوم نہیں ہے، ممکن ہے یہ خواجہ سلام اللہ کے مرتبہ نسخہ کے علاوہ کوئی اور مجموعہ ہو جو آپ کے کسی اور مرید نے جمع کیا ہو[۲] مرتبین فہرست نے اس کا سال کتابت ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء درج کیا ہے، جو ایک لطیفہ ہے، خود حضرت خواجہ باقی باللہ نے اپنے اس صاحبزادے (خواجہ خرد) کا سال ولادت ۱۰۱۰ھ نظم کیا ہے[۳] گویا اس کے سال کتابت کے وقت خواجہ خرد صرف ایک سال کے تھے۔

اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس خطی نسخہ کے آخر میں تین ورق پر حضرت خواجہ باقی باللہ کے منظومات ہیں، ایک قطعہ تاریخ ولادتِ خواجہ خرد دوسرے شجرۂ خانوادۂ نقشبندیہ، ممکن ہے ان آخری اوراق کا سال کتابت ۱۰۱۱ھ ہو، اگر یہ درست ہے تو اس نسخے کے آخری چند اوراق حضرت خواجہ کے حین حیات کتابت کئے گئے ہیں جن کی اہمیت واضح ہے۔

انڈیا آفس لائبریری، لندن کا جو نسخہ اپنے ۱۹۸۶ء کے سفر کے دوران ہم مطالعہ نہیں کر سکے تھے، صاحبزادہ بدر الاسلام صدیقی صاحب نے اس کا عکس حاصل کر لیا ہے جس کی ایک عکسی نقل صاحبزادہ پروفیسر محمد سعد سراجی صاحب کے پاس ہے

---

۱ Rizvi, M.H: Cat of mss. Azad library vol.1 part.ii p. 115 ان کے معاون قیصر امروہوی نے مراۃ التصوف ص: ۸۹ میں بھی یہی غلطی کی ہے

۲ دراصل ہمیں ملفوظاتِ خواجہ خرد کے خطی نسخوں کی شناخت میں دشواری اس لئے پیش آ رہی ہے کہ مولانا فریدی مرحوم نے خواجہ سلام اللہ کے مجموعہ کا جو تعارف کروایا ہے وہ بہت ہی ناقص ہے وہ بے شک ایک بزرگ عالم تھے لیکن خطی نسخہ شناس نہیں تھے، انہوں نے اس کے آغاز کی عبارت تک نہیں لکھی

۳ ایضاً: فہرست علی گڑھ: ۱/ ۲/ ۱۱۵-۱۱۶

Marfat.com

ہم نے اس سے استفادہ کیا ہے، بعض نکات ملاحظہ ہوں:

۱...... جامع نے اس میں اپنا نام نہیں لکھا لیکن خواجہ خرد کو ''مولانا وشیخنا و قبلتنا واستاذنا'' لکھا ہے، ''قبلتنا'' عام طور پر والد گرامی کے لئے استعمال ہوتا ہے گویا مرتب احوال وملفوظات خواجہ خرد کے فرزند تھے، معاصر مولف شیخ کمال محمد سنبھلی نے ایک مجموعہ ملفوظات کا ذکر ہے کہ خواجہ کے فرزند شیخ سلام اللہ نے آپ کے ملفوظات جمع کئے تھے، گویا یہ نسخہ وہی ہے۔

۲...... جامع نے خواجہ خرد کی تاریخ وسال ولادت ۶ رجب ۱۰۱۰ھ لکھا ہے۔

۳...... خواجہ خرد صرف چھ ماہ کے تھے کہ انہیں ان کے حضرت والد کی خدمت میں بھیجا گیا کہ اس کے لئے دعا کریں کہ یہ اپنے جد مادر خواجہ یعقوب کی طرح صاحب ثروت ہوں، لیکن حضرت خواجہ باقی باللہ نے فرمایا کہ نہیں یہ تو مولانا عبدالرحمن جامی کی طرح بزرگ ہوگا۔

۴...... خواجہ خرد کو حضرت مجدد الف ثانی نے تکمیل کے بعد اپنے دست مبارک سے طریقہ نقشبندیہ کا اجازت نامہ لکھ کر دیا تھا۔

۵...... خواجہ خرد کی علم توحید پر چند دقیق تصانیف عربی وفارسی میں ہیں۔

۶...... خواجہ شیخ الہداد سے بھی وابستہ رہے اور ان سے طریقہ نقشبندیہ وقادریہ کی اجازت حاصل کی۔ص:۲۔۳۔۴۱

۷...... خواجہ خرد کی کشفی تحقیق یہ ہے کہ شیخ ابن عربی شیخ علاء الدولہ سمنانی سے بلند مرتبہ تھے، لیکن نقطہ ولایت میں دونوں برابر تھے۔ص:۲۹

۸...... جامع نے خواجہ خرد کے بہت سے مکاتیب بھی ملفوظات میں نقل کئے یہ مجموعہ ناقص الآخر ہے، مولف نے وعدہ کیا ہے کہ وہ خواجہ خرد کے مشائخ کے احوال بھی لکھیں گے لیکن یہ حصہ اس میں موجود نہیں ہے غالباً آخری اوراق: ۱۲۶ تا ۱۳۴ کا تعلق اس مخطوطہ سے نہیں ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ اور وحدت الوجود

حضرت خواجہ بھی اکابر نقشبندی مشائخ کی طرح وحدت الوجود[1] کی طرف روحانی میلان رکھتے تھے لیکن حضرت کا معاملہ ترقی پذیر رہا جب آپ طلب طریقت کے دوران شیخ علی لدھیانوی کی خدمت میں لدھیانہ گئے تو ان سے تلقین طریقہ کی درخواست کی جس پر انہوں نے ''مراقبہ توحید'' بیان کیا لیکن آپ نے فرمایا کہ اس سے آگے کی تعلیم دیجئے، جب شیخ نے پوچھا کہ اس سے آگے کیا ہے؟ تو آپ ادباً خاموش ہو گئے۔[2]

حضرت خواجہ نے ۱۰۰۷ھ/۱۵۹۸ء میں اپنی رباعیات (درمسائل وحدت الوجود) اور پھر ان کی شرح لکھی تو خود ہی فرمایا کہ شریعت کے مطابق ہم سے یہ تصنیف خوب واقع نہیں ہوئی[3] ہے آپ کے خلیفہ نامدار حضرت مجدد الف ثانی نے ان میں سے صرف تین اہم رباعیات کی شرح لکھی اور ان پر تعلیقات کا اضافہ کیا، پھر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ان رباعیات کی شرح تالیف کی جس میں دونوں نظریات کا جائزہ لیا، حضرت خواجہ پر آخری ایام حیات میں یہ انکشاف ہوا تھا کہ

ورائ طریق توحید راہی است وسیع وراہِ توحید نسبت باں شاہراہ کوچہ تنگی بیش نیست[4]

---

[1] Hamid Algar: Reflection of Ibn-i-Arabi in Early Naqshbandi Tradition. J. of Mohyiddin Ibn Arabi Society, No. 10 (1991) P.45-66

[2] تفصیل اس سے قبل ''تلاش شیخ'' تحت لکھی جا چکی ہے [3] کلیات: ۶۴ [4] ایضاً: ۶۴

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی نے شرح رباعیات کے تعلیقات میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی راوی ہیں کہ حضرت خواجہ نے رحلت سے پہلے فرمایا کہ مجھے پورے یقین کے ساتھ معلوم ہوا ہے کہ توحید (وحدت الوجود) کوچہ تنگ ہے، شاہراہ اس سے آگے ہے، لکھتے ہیں:

از فضائل پناہی عبدالحق کہ از مخلصانِ حضرت ما است نقل کردند کہ حضرت خواجہ قبل ایام رحلت فرمودند کہ مارا بیقین یقین شدہ است کہ توحید کوچہ تنگ است شاہراہ دیگر است ایں قسم توحید اعلیٰ اقسام توحید است فی الحقیقت ارباب ایں معرفت مغلوب ایں وارد نیستند ......[۱]

حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت شیخ محدث کی اس روایت کو مزید تفصیل کے ساتھ اپنے مکتوبات میں بیان کیا ہے کہ حضرت خواجہ نے وصال سے صرف ایک ہفتہ پہلے مجھ سے فرمایا کہ مجھے عین الیقین سے معلوم ہوگیا ہے کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ ہے اور شاہراہ اور ہی ہے، حضرت مجدد الف ثانی کے برجستہ جملے ملاحظہ ہوں:

معرفت پناہی قبلہ گاہی حضرت خواجۂ ما قدس اللہ تعالیٰ سرہ چندگان مشرب توحید وجودی داشتند و در رسائل و مکتوبات خود آن را اظہار می فرمودند اما آخر کار حق سبحانہ وتعالیٰ بکمالِ عنایت خویش از آن مقام ترقی ارزانی فرمودہ بشاہراہ انداختہ از ضیق ایں معرفت خلاصی داد، میاں عبدالحق کہ یکی از مخلصان ایشانند نقل کردند کہ پیش از مرضِ موت ایشاں بیک ہفتہ فرمودہ اند کہ مرا بعین الیقین معلوم شد کہ توحید کوچہ ایست تنگ شاہراہ دیگر است، پیش ازیں ہم می دانستم اما اکنون یقینی دیگر حاصل گشت، واین حقیر نیز چندگاہ درخدمت حضرت ایشاں ایں مشربِ توحید داشت

[۱] تعلیقات برشرح رباعیات: ۲۴۸ (مشمولہ رسائل مجددیہ)

Marfat.com

ومقدماتِ کشفیہ درتائیدایں طریق بسیار لائح گشتہ بودند، اما عنایت خداوندی جل سلطانہ از مقام گزرانیدہ بمقامی کہ خواست مشرف گردانید......[1]

حضرت خواجہ سے بیعت کے بعد حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکاتیب بنام حضرت خواجہ میں متعدد مرتبہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مسائل پر بحث کی ہے، ایک عریضہ میں واضح طور پر لکھا ہے:

متقدمین مشائخ کے حالات بہت پسند آتے ہیں، حقائق اور معارف کی کتابیں خاص طور پر توحید وجودی اور تنزلاتِ مراتب کا مطالعہ نہیں کرسکتا، میں اپنے آپ کو فکری اعتبار سے حضرت شیخ علاء الدولہ (سمنانی) قدس سرہ کے ساتھ زیادہ مناسبت محسوس کرتا ہوں اور ذوق وحال میں شیخ (سمنانی) کے ساتھ متفق ہوں......[2]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے وحدت الشہود کی طرف توجہ دلانے والی عرض داشتوں نے حضرت خواجہ کو اس طرف توجہ دلائی اور آپ نے جب ان امور پر کشفی تحقیق کی تو وحدتِ الشہود کے انکشاف کا آغاز ہوا۔

معاصر تذکرہ نویس خواجہ محمد ہاشم کشمی نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ، حضرت مجدد الف ثانی کی طرف انگلی مبارک کا اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ ان کی صحبت سے مجھ پر توحید شہودی کا ظہور ہوا ہے:

حضرتِ خواجہ بزرگوار در آخر کار می فرمودہ اند کہ در اواخر ما را از اثر صحبت فلاں واشارہ بحضرت ایشاں (مجدد الف ثانی) می نمودہ اند معلوم شد کہ توحید کوچہ تنگ بودہ وفوق آں شاہ راہ وسیع......[3]

---

[1] مکتوبات: ۱/ ۴۳/ ۱۱۴ یوں تو حضرت مجدد الف ثانی نے وحدت الوجود اور شہود کی بحث بہت سے مکتوبات میں کی ہے لیکن جتنی وضاحت اس مکتوب بنام نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری میں ہے وہ ان دونوں نظریات کی توضیح کا عمدہ خلاصہ ہے [2] مکتوبات: ۱/ ۱۱/ ۲۷ [3] زبدۃ المقامات: ۱۵۵

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی کے اجداد خصوصاً آپ کے والد ماجد مخدوم عبدالاحد علیہ الرحمہ بھی وحدت الوجود کا مشرب رکھتے تھے اور شیخ اکبر ابن عربی کی تصانیف کا بہت ہی دقیق درس دیتے تھے کئی اکابر نے فصوص الحکم اور دیگر کتب شیخ کا درس آپ کی خدمت میں لیا تھا، حضرت مجدد الف ثانی نے بھی اپنے ابتداء سلوک میں حضرت مخدوم کی خدمت میں یہی مشرب اختیار کیا تھا[1] لیکن پھر جب حضرت خواجہ کی خدمت میں واصل ہوئے تو اس اتصال کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان پر توحید شہودی کے انکشاف کا آغاز کیا۔

اگر حضرت خواجہ کی زندگی وفا کرتی اور حضرت مجدد الف ثانی حضرت خواجہ کے حضور رہ کر وحدت الشہود کی تحقیقات کرتے تو اس کی شان جداگانہ ہوتی اور اس کے نور کا ظہور بہت ہی روشن ہوتا، تاہم اس کی تحقیق شیخ علاء الدولہ سمنانی کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کے نصیب میں ہوئی۔

حضرت خواجہ کے برادر نسبتی خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری کو غلط فہمی ہوئی ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کے وصال کے قریب حضرت مجدد الف ثانی کا مشرب شیخ سمنانی جیسا (وحدت الشہود) ہو گیا تھا اور شیخ اکبر ابن عربی کے معارف پر ''تبریٰ'' کرنے لگے تھے لیکن حضرت خواجہ کے بعد شیخ اکبر کے نظریہ (وحدت الوجود) کا غلبہ ہو گیا اور ان دنوں (۱۰۲۳ھ/ ۱۶۱۴ء) آپ پر اس مشرب کا پورا غلبہ ہے۔[2]

دراصل خواجہ محمد صادق ہمدانی حضرت خواجہ کے وصال کے وقت ایک جواں سال طالب تھے ان کی عمر تقریباً اٹھارہ سال کی تھی، ان سے ان دونوں نظریات کے حامل بزرگوں کو سمجھنے میں سہو ہوا ہے ان کی کتاب کلمات الصادقین ۱۰۲۳ھ کو مکمل

---

[1] زبدۃ المقامات: ۱۱۳۔۱۱۷ [2] کلمات الصادقین: ۱۸۷

Marfat.com

ہو گئی تھی جبکہ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی جلد اول ۱۰۲۵ھ میں مرتب ہو کر رائج ہوئی۔ اگر تالیف کے بعد موصوف ان کی جلد اول اور دوسری دو جلدیں جو بعد میں مرتب ہوئیں دیکھ لیتے تو وہ اپنے اس خیال سے ضرور رجوع کرتے کیوں کہ وہ بہت ہی صالح اور خوش نصیب تھے پندرہ سال کی عمر میں حضرت خواجہ کے حضور حاضر ہوئے اور حضرت نے خود ان کی تربیت فرمائی[1] ۱۰۲۳ھ کے بعد حضرت مجدد الف ثانی نے نظریہ وحدت الشہود کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا اور وحدت الوجود کو وحدت ادیان کا رنگ دینے والے صوفیہ خام کی خوب خبر لی، لیکن شیخ اکبر ابن عربی سے اختلاف کرتے وقت آپ نے احترام کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا بلکہ جہاں بھی ان کا نام آیا ہے بڑے ادب سے ان کے لئے دعائیہ جملے بھی لکھے ہیں۔

[1] خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری کے حالات کے لئے دیکھئے زاد المعاد (لاحقہ، قسم اول)

Marfat.com

حضرتِ خواجہ کی تصانیف

اکثر نقشبندی مشائخ کی طرح حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ نے بھی مریدین کی ہدایت وارشاد کے لئے کتابیں لکھیں، آپ کے وصال (۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے بعد خواجہ حسام الدین احمد کی خواہش پر میاں شیخ اسماعیل متخلص بہ رشدی[۱] نے آپ کے "نظم ونثر ورسائل ورقعات، مسموعات (ملفوظات) اور خصائص" جمع کئے، یہی مجموعہ حضرت خواجہ کے مخلصین میں رائج تھا[۲] اور مریدین سلسلہ سفر وحضر میں اسے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔[۳]

حضرت خواجہ کی تحریرات کا ایک مجموعہ محکمہ اوقات پنجاب لاہور کی اعانت سے ملک دین محمد، لاہور نے ۱۹۶۷ء کو شائع کیا، اس پر حضرت ابوالحسن زید فاروقی (سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، دہلی) اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کے اسماء بحیثیت مصحح درج ہیں لیکن افسوس کہ یہ اغلاط سے اتنا پر ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زید کی خدمت میں دکھایا ہی نہیں گیا، رہے ڈاکٹر فاروقی ان کا تو موضوع ہی تصحیح متون نہیں تھا، اس پر محکمہ اوقاف کے ریسرچ سکالر جناب محمد عبدالحمید یزدانی نے جو مقدمہ

---

۱ زادالمعاد: ۲۷۴/ ۱۳-۱۵ ہم نے تعلیقات میں شیخ اسماعیل رشدی کے اس مجموعہ کے جامع ہونے کے دلائل وشواہد یکجا کئے ہیں کیوں کہ ڈاکٹر غلام مصطفی خان مرحوم نے اس مجموعہ کے جامع کا نام شیخ محمد صدیق ہدایت فرض کرلیا تھا اور قیاس کیا ہے کہ انہوں نے ہی بعد رشدی تخلص اختیار کر لیا ہوگا (باقیات باقی ۲۷-۴۷-۵۱) ۲ زادالمعاد: ۲۷۴ ۳ اسراریہ: ۲۷۰ وبہ بعد

Marfat.com

لکھا ہے اس میں حضرت خواجہ سے متعلق کوئی نئی بات نہیں ہے[۱] ان کی علمی تحقیقات سے لاعلمی کا یہ حال ہے کہ موصوف نے یہ تک نہیں بتایا کہ یہ مجموعہ کن قلمی نسخوں سے منقول ہے اور ان کی حیثیت کیا ہے؟ وہ ریسرچ سکالر ہو کر کتاب کے تعارف کے تقاضوں سے ہی واقف معلوم نہیں ہوتے ، البتہ حضرت زید مرحوم کا اس پر مختصر سا دیباچہ بہت ہی عمدہ ہے۔

پہلے ہم اسی مطبوعہ کلیات باقی باللہ کا تعارف کروا رہے ہیں غالباً اسے کلیات کا نام حضرت یزدانی صاحب نے ہی دیا ہوگا۔ زاد المعاد یا دیگر معاصر تذکروں میں اس مجموعہ کا کوئی نام نہیں ملتا، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے مترجم مولانا قاضی عالم الدین نے حضرت خواجہ کے ان مکتوبات، ملفوظات اور بعض رسائل کا اردو ترجمہ کر کے ۱۹۴۷ء سے پہلے ملک فضل الدین نقشبندی، لاہور سے شائع کروایا تھا افسوس کہ مترجم کو اغلاط سے پر کوئی مخطوطہ ملا اور اس کا ترجمہ کر ڈالا۔

اب ایک اور اہم سوال اس مجموعہ کے سال ترتیب کا ہے؟ ہم اسی کتاب میں ''حضرت خواجہ بحیثیت شاعر'' کے عنوان کے تحت اس کے خطی نسخوں کا ذکر چکے ہیں جن میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی مرکزی لائبریری میں ذخیرۂ حبیب گنج میں ایک خطی نسخہ کا ذکر عرفانیات باقی کے مرتب سید حیرت کاظمی نے کروایا ہے کہ وہ نسخہ ۱۰۱۱ھ کا مکتوبہ ہے، جب ہم نے اس ذخیرۂ مخطوطات کی مفصل انگریزی فہرست دیکھی تو اصل حقیقت کا علم ہوا کہ ملفوظاتِ خواجہ خرد کے ساتھ منظوماتِ حضرت خواجہ کے چند اوراق جلد ہو گئے ہیں، یقیناً یہ ان منظومات کا سالِ تصنیف ہے سال کتابت یا مجموعہ کا سالِ ترتیب نہیں ہے، مروجہ کلیات میں تو حضرت خواجہ کا سالِ وفات اور طویل قطعہ تاریخ وصال بھی شامل ہے جو اس امر کی شہادت ہے کہ یہ مجموعہ حضرت خواجہ

---

[۱] یزدانی صاحب کے مآخذ میں کوئی معاصر کتاب شامل نہیں ہے۔

Marfat.com

کے وصال ۱۰۱۲ھ کے بعد مرتب ہوا۔

اس مجموعہ کے اور بھی کئی خطی نسخے پائے جاتے ہیں، کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد کے نسخہ کا سال کتابت ۲ جمادی الثانی ۱۰۴۶ھ ہے جو خواجہ کلاں اور خواجہ خرد کے حین حیات لکھا گیا اور اس کی ترتیب کے محرک خواجہ حسام الدین احمد کے وصال (۱۰۴۳ھ) کے صرف تین سال بعد کتابت ہوا۔

اس کے مرتب مولانا رشدی کا سال وفات حتمی طور پر معلوم نہیں ہے، زادالمعاد میں ہے کہ وہ وضع ملازمین کے دوران ہی فوت ہو گئے تھے[1] گویا وہ زادالمعاد کی تالیف ۱۰۴۴ھ سے پہلے انتقال کر چکے تھے اور دہلی سے دور ملازمت کے دوران فوت ہوئے، قیاس ہے کہ انہوں نے یہ مجموعہ حدود ۱۰۳۰ھ/ ۱۶۲۰ء کو دہلی میں خانقاہِ حضرت خواجہ میں مرتب کیا ہوگا۔

مطبوعہ کلیات کا آغاز حضرت خواجہ کے ملفوظات سے ہوتا ہے:

ملفوظات

اس کے جامع نے آغاز میں اپنا نام نہیں لکھا بلکہ انکساری سے کہا ہے کہ ''غایت بے اعتباری'' کے باعث میرا نام ظاہر کرنے کے قابل نہیں ہے لیکن آخر میں حضرت خواجہ کے وصال پر جو پُردرد مرثیہ تحریر کیا ہے اس میں اپنا تخلص رشدی لکھا ہے۔

رشدی ازاں نفس کہ رخ خود نہفت دوست
سازِ طرب شکست و نوائے ترانہ مرد[2]

ہم نے معاصر ماخذ زادالمعاد کے تعلیقات میں بدلائل ثابت کیا ہے کہ انہی

---

[1] زادالمعاد: ۲۷۴ [2] کلیات: ۶۷

Marfat.com

رشدی کا نام میاں شیخ اسماعیل دہلوی تھا جو شیخ رفیع الدین محمد بن شیخ قطب العالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی کے نبیرہ اور مرزا عبدالرحیم خانِ خانان سے متوسل تھے۔[۱]

جامع ملفوظات نے حضرت خواجہ کی خدمت میں ٦ صفر ۱۰۰۹ھ کو مجالس شریفہ کی روداد لکھنے کی اجازت چاہی تو بصد دقت آپ نے فرمایا کہ لکھ لیا کرو لیکن مجھے دکھا دیا کرو...... پھر سابقہ لکھے ہوئے اوراق نامنظور ہوئے تو جامع نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ حضرت خواجہ سے ملفوظات نویسی کی اجازت لے دیں تو آپ کی درخواست پر وہ پھر اس کام پر مامور ہوئے۔[۲]

آغاز میں جامع نے حضرت خواجہ کے خودنوشت حالات نقل کر دیئے ہیں، ملفوظات صفر ۱۰۰۹ھ کو شروع ہوئے، چونکہ جامع ملازمت کرتے تھے اس لئے وہ مسلسل نہیں لکھ سکے جا بجا خلا پائے جاتے ہیں، آخری ملفوظ ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ کا ہے اسی روز حضرت خواجہ کا وصال ہوا، اس میں آپ کے آخری روز حیات کی غم افروز تصویر کشی کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ان ایام میں خواجہ حسام الدین احمد کے سوا تیمارداری کرنے والا کوئی نہیں تھا۔[۳]

اس کے بعد دو فصلیں ہیں فصل اول در بیان بعضی اطوار حضرت ایشان اور فصل ثانی در بیان تربیتِ مسترشدانِ طریقہ

پھر حضرت خواجہ کا ایک رقعہ خواجہ محمد صادق بن حضرت مجدد الف ثانی کے نام ہے

ایک اور ملفوظ شب پانزدہم ماہ شعبان (۱۰۰۷ھ) کا ہے جس میں آپ نے احباب کی درخواست پر اپنی شرح رباعیات (سلسلۃ الاحرار) کی تصنیف کے ۱۹ مادے اسی ایک ہی نشست میں املا کروائے۔

آخر میں انتقال پُر ملال حضرت ایشاں کے تحت آپ کے وصال کا مرثیہ مصنفہ

۱۔ زاد المعاد: ۲۷۴ ۲۔ کلیات: ۲۵ ۳۔ ایضاً: ۵۰۔۵۱

Marfat.com

جامع ملفوظات رشدی نقل کیا گیا ہے۔

کلیات کا دوسرا مجموعہ حضرت کے ۸۷ رقعات پر مشتمل ہے:

پہلا مکتوب شجرۂ طریقت ہے، دوسرا مکتوب اور مکتوب ۲۱ میاں شیخ الہ داد کے نام ہے، دیگر مکاتیب یہ ہیں۔

بنام نامعلوم، بنام شیخ تاج الدین سنبھلی (رقعات ۴ تا ۶) ۲، ۱۳، ۲۴، ۲۶، ۳۲، ۶۷، ۶۹

بنام میاں شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) ۸، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۳۱، ۶۰، ۶۱، ۸۳، ۸۴

بنام شیخ نظام تھانیسری ۵۴

رسائل حضرت خواجہ

(۱) رسالہ دربیان حقیقت نماز

اس رسالہ کے آغاز میں فرماتے ہیں:

بداں رفقاک اللہ تعالیٰ و ایاک بہ کہ نماز را حقیقت است وصورت است وظہور حقیقت او موقوف است بشرف شدن بموت اختیاری و طلوع این شرف از راہِ سلوک مبنی بر دہ اصل است

(۲) صورت نماز

آغاز: لیس کمثلہ وھو السمیع البصیر. تحقیق ایں معنی نہ در خود حوصلہ تست ترا ایں بسکہ بدانی کہ حضرت حق جل شانہ بے چوں وبے چگونہ ایست کہ بہ ہیچ وجہ در احاطہ ادراک نمی آید......

Marfat.com

(۳) مختصر بیان توحید

آغاز:

کان اللہ ولم یکن معہ شی کلامی است از مشکوٰۃ نبوت علی صاحبہا من الصلوٰۃ وافضلہا بظہورہ......

(۴) معنی اعوذ

آغاز

اعوذباللہ من الشیطان الرجیم یعنی پناہ می گیرم بخدا از شر شیطان راندہ شدہ......

(۵) معنی بسم اللہ و سورۃ فاتحہ

آغاز

بسملہ کہ در اوائل سور است پیش علماء حنفیہ بجہت افتتاح قرأت است نہ داخل قرأت واگرچہ بقول اصح داخل قرآن است ......

(۶) بیان سورۂ والشمس

آغاز

والشمس وضحاہا یعنی سوگند بآفتاب ونور او در ضمن ذکر نور اشارت است بانکہ تعظیم آفتاب بجہت نور اوست ......

(۷) بیانِ سورۂ اخلاص

آغاز

ایں سورہ را سورۃ الاخلاص برای آں گویند کہ از استماع ایں سورہ اعتقاد بندہ بآفریدگار از غبار شرک جلی وخفی خالص می گردد......

Marfat.com

(۸) بیانِ سورۂ فلق

آغاز

قل اعوذ برب الفلق بگو پناہ می گیرم بآفرید گار صبح وشر ما خلق ......

(۹) بیان سورۃ الناس

آغاز

قل اعوذ برب الناس بگو پناہ می گیرم بآفرید گار، ملک الناس بادشاہ ناس الہ الناس معبود ناس ......

(۱۰) ترجمہ دعائے قنوت

آغاز

مقصود ازیں دعا عرض صفات طبقہ مسلمین کردن است وایں صفات را وسیلہ نزول رحمت برایشان ساختن ......

(۱۱) بیان آیۃ وھو معکم

آغاز ...... برکت پنجم ...... در تحقیق کریمہ وھو معکم اینما کنتم، ثنیق فرمودہ اندکہ[1]

(۱۲) شرح رباعیات (سلسلۃ الاحرار)

سال تالیف ۱۰۰۷ھ

آغاز

سبحان اللہ زہے خدائے امتعال عالی ز تصور مبرا ز خیال[2]

حضرت مجدد الف ثانی نے ان رباعیات میں سے صرف تین رباعیات پر بلند

---

[1] یہ رسالہ زبدۃ المقامات ص: ۳۷۔۴۰ سے منقول ہے۔ [2] اس کی تفصیل اسی کتاب میں ''حضرت خواجہ بحیثیت شاعر'' اور حضرت خواجہ اور وحدت الوجود کے تحت ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

پایہ تعلیقات وحواشی لکھے تھے، جو آپ کے رسائل میں شامل ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کشف الغین فی شرح الرباعتین کے نام سے اس کی دو رباعیات کی مزید شرح لکھی تھی، جو طبع ہو چکی ہے۔

(۱۳) رسالہ ناتمام درسلوک

آغاز ...... بدان ایدک اللہ تعالیٰ بنور القدس کہ طریق وصول بفنای حقیقی دواست یکی طریق نفی و دیگر طریق اثبات [۱]

فہرست مشترک میں طریق وصول کے نام سے حضرت خواجہ کا جو رسالہ ہے وہ یہی ہے [۲]

ڈاکٹر غلام مصطفی خان مرحوم نے مشائخ طرق اربعہ کے نام سے چند مرتبہ ایک رسالہ کا متن شائع کیا ہے لیکن نام کی مشابہت کے باعث انہیں سہو ہوا ہے، دراصل یہ رسالہ شیخ محمد الباقی بن ہاشم بلخی پلاس پوش کی تالیف ہے [۳] حضرت خواجہ کی نہیں ہے۔

مجموعہ کلام

کلیات میں مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت آپ کا فارسی کلام جمع کیا گیا ہے:

(۱) مثنوی قبل از زمان درویشی

(۲) مثنوی گنج فقر

(۳) ساقی نامہ

---

[۱] یہ رسالہ مطبوعہ کلیات میں مکاتیب حضرت خواجہ ۱۲۴۔۱۲۹ شامل ہے۔

[۲] فہرست مشترک: ۳/ ۱۶۸۵

[۳] یہ نادر رسالہ ڈاکٹر غلام مصطفی خان مرحوم نے حیدرآباد، سندھ سے ۱۹۶۹ء کو شائع کیا اور پھر ان کی کتاب باقیات باقی کے آخر میں بھی شامل ہے، تفصیل کیلئے دیکھئے مقالات عارف: ۲/ ۴۶۷۔۴۶۸

Marfat.com

(۴) سلسلہ پیرانِ طریقت (۵) تاریخ تولد ہر دو پسران مبارک

(۶) تاریخ تولد خواجہ محمد عبداللہ (خواجہ خرد)

(۷) تحقیق طلب سہ رباعیات و چہار فرد

آپ کا یہ فارسی کلام کلیات کے علاوہ عرفانیات باقی کے نام سے سید نظام الدین احمد حیرت کاظمی نے دہلی نے ۱۹۶۹ء کو شائع کیا، جس کے آغاز میں حضرت ابوالحسن زید فاروقی کی تقریظ ہے اور حضرت مجدد الف ثانی کے دست مبارک کا لکھا ہوا ایک مکتوب کا عکس بھی شامل ہے۔

مطبوعہ کلیات کے علاوہ حضرت خواجہ کے چند رسائل کا تعارف مخطوطات کی فہارس میں سے درج کیا جارہا ہے۔

۱۔ رسالہ عرفانی

آغاز

اکابر تحقیق تعظیم مظاہر و مخلوقات را از ادب مقام معرفت دانستہ اند......

اس رسالہ کے تین خطی نسخے پائے جاتے ہیں:

(۱) کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد (۲) ذخیرۂ نظامانی، ٹنڈو قیصر، حیدرآباد، سندھ

(۳) ذخیرۂ شیرانی، کتابخانہ مرکزی دانشگاہ پنجاب، لاہور[۱]

۲۔ رسالہ در معرفت

آغاز

سالکانِ وادیٔ علم و عرفان را اقرب طرق آں ست کہ اول تعلق

---

[۱] احمد منزوی: فہرست مشترک: ۳/۱۴۸۸

Marfat.com

عینیہٴ صفات واجب تعالیٰ و تقدس

اس کا ایک نسخہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد میں ہے اور دوسرا ذخیرۂ نظامانی، ٹنڈ وقیصر، حیدرآباد، سندھ میں ہے [۱]

۳۔ (رسالہ در) علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین

اس رسالہ کے بھی دو قلمی نسخے مذکورہ کتابخانوں میں پائے جاتے ہیں [۲]

حضرت خواجہ باقی باللہ بحیثیت شاعر

حضرت خواجہ ایک پختہ کار شاعر تھے آپ کا فارسی کلام آپ کے مجموعہ رسائل کے ساتھ کلیات خواجہ باقی باللہ میں شامل ہے، جس میں مثنویات، ساقی نامہ، شجراتِ طریقت، قطعاتِ تاریخ، رباعیات اور فرد وغیرہ سب اصناف سخن ہیں۔

یوں تو اس وقت (۹۷۲۔ ۱۰۱۲ھ/ ۱۵۶۴۔ ۱۶۰۳ء) افغانستان اور وسطی ایشیاء کا علمی ماحول ہی ایسا تھا کہ تقریباً سبھی علماء و اصفیاء شاعری کا شغل رکھتے تھے، مذکر احباب [۳] ایسا تذکرۂ شعراء ہے جس میں ماوراء النہر کے اکابر علماء اور صوفیہ بھی شامل ہیں، یہ الگ بات ہے کہ یہ اصحاب شعر بس یونہی کبھی کبھار ذوق کی تسکین کے لئے کہتے تھے۔

حضرت خواجہ بھی اسی علمی و ادبی ماحول میں پروان چڑھے تھے، آپ کے علم ظاہری کے استاد ملا صادق حلوائی سمرقندی (ف ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء) ایک صاحبِ دیوان شاعر تھے، عبدالقادر بدایونی نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

---

[۱] ایضاً: ۳/ ۱۹۵۱ [۲] ایضاً: ۳/ ۲۱۳۰

[۳] مذکر احباب مولفہ حسن نثاری (بسال ۹۷۴ھ/ ۱۵۶۶ء) بخارا اور مضافات بخارا کے شعراء کا تذکرہ ہے، مولف نقشبندی مشائخ کے معتقد تھے (رک ماٰخذ کتاب حاضر)

Marfat.com

در شعر سلیقہ خوب و فطرتی عالی دارد و صاحبِ دیوان است [1]

ہمیں کامل یقین ہے کہ انہی کی صحبت نے حضرت خواجہ میں ذوق سخن وری کا بیج بویا ہوگا۔اس کی شہادت آپ کی مثنوی قبل از زمان درویشی سے ملتی ہے جو بحر سریع مسدس مطوی موقوف جیسی مشکل زمین میں ہے [2]

جسے اعلیٰ استعداد کا مالک ہی لکھ سکتا ہے، اس مثنوی کے ۱۴۸ شعر ہیں [3] جس میں لطیف استعارے اور دلکش ترکیبیں استعمال ہوئی ہیں، جو عام صوفی محض ذوق کی تسکین کے لئے نہیں کرسکتا، گویا ابتداء سے ہی آپ کے کلام میں وہ پختگی تھی جو معمر شعراء کا خاصہ ہے۔

اس مثنوی کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

من نہ ہمینم کہ نمودِ من است — جای دگر رقصِ وجودِ من است
نقطہ محراب جماعت منم — دانۂ سیراب زراعت منم
آبروئ پیشانی من دلکش است — قطرۂ نیسانی من آتش است
عقل نمک ریز کباب من است — خونِ جگر نام شراب من است [4]

آپ کی دوسری لیکن مختصر صحبت بلخ کے شاعر اور صوفی بزرگ مولانا آکہ شبرغانی متخلص بہ ابن یمین (ف ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء) سے رہی، موصوف صاحب دیوان شاعر بھی تھے ان کی مثنوی ہفت مجلس مشہور تھی، ان کا کلام آتش انگیز تھا [5] یقیناً ان حضرات کی مبارک صحبت نے حضرت خواجہ کے ذوق سلیم کو جلا بخشی۔

---

[1] منتخب التواریخ: ۳/۱۷۶ (ملا صادق حلوائی کے حالات کے لئے اسی کتاب میں عنوان ''حضرت خواجہ کا حصول علم'' ملاحظہ کریں) [2] غلام مصطفی خان: باقیاتِ باقی ص:۹

[3] عرفانیاتِ باقی: ۶۵۔۶۷ [4] ایضاً: ۶۵، کلیات ۱۹۴۔۲۰۰

[5] محمد ہاشم کشمی: نسمات القدس، خطی نسخہ کتابخانہ، گنج بخش، اسلام آباد ص: ۱۴۵

Marfat.com

حضرت خواجہ ایک اعلیٰ درجے کے تاریخ گو شاعر بھی تھے اور آپ کو اس فن پر اتنا ملکہ حاصل تھا کہ اپنی شرح رباعیات (سلسلۃ الاحرار) کے سال تصنیف کے ۱۹ مادے (۱۰۰۷ھ) ایک ہی نشست میں املا کروا دیئے تھے۔[۱]

اپنے فرزند کوچک محمد عبداللہ ملقب بہ خواجہ خرد کی ولادت کا جو قطعہ تاریخ کہا تھا اس کے پورے مصرعہ کے اعداد جمع کریں تو ۱۰۱۰ھ سال برآمد ہوتا ہے اور اس سے وقتِ ولادت اور تاریخ ولادت بھی معلوم ہو جاتی ہے:

آمد پس درخم ایں تیرہ خم ماہِ رجب بود و صباح ششم

اس قسم کا مادۂ تاریخ اس فن پر کامل عبور رکھنے والا ہی کہہ سکتا ہے۔

حضرت خواجہ اپنے نام کی مناسبت سے باقی تخلص کرتے تھے، ایک شعر میں اسے یوں استعمال کیا ہے:

بغیر آنکہ بہ روزِ سیاہ خود گرید دگر ز دیدۂ باقی چہ کار می آید[۲]

حضرت خواجہ کے مجموعہ رسائل کے کئی خطی نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں، عرفانیات باقی کے مرتب سید نظام الدین احمد حیرت کاظمی نے اس کے چار خطی نسخوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے دو کتب خانہ حضرت جی گوالیار اور ایک نسخہ حضرت ابوالحسن زید فاروقی، دہلی، مکتوبہ ۱۳۰۷ھ اور ایک نسخہ ذخیرۂ حبیب گنج مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، مکتوبہ ۱۰۱۱ھ شامل ہیں، موخر الذکر نسخہ کا سال کتابت ۱۰۱۱ھ پڑھ کر حیرت ہوئی کہ اگر یہ سنہ صحیح ہے تو حضرت خواجہ کے رسائل اور کلام کیا آپ کے حین حیات ہی مرتب ہو گیا تھا؟ حیرت کاظمی صاحب نے مخطوطہ کا پورا تعارف نہیں کروایا، اس لئے ہمیں ذخیرۂ حبیب گنج کی انگریزی فہرست سے

---

[۱] رسائل حضرت خواجہ باقی باللہ، خطی نسخہ خانقاہِ حضرت شاہ ابوالخیر میں یہ مادے موجود ہیں اور سلسلۃ الاحرار مطبوعہ کے آخر میں بھی پائے جاتے ہیں۔ [۲] کلیات ۲۵۶

Marfat.com

رجوع کرنا پڑا، جہاں سے اصل حقیقت یہ معلوم ہوئی کہ خواجہ خرد کے ملفوظات کے خطی نسخہ کے آخر میں چند اوراق حضرت خواجہ باقی باللہ کے منظومات کے جلد ہو گئے ہیں جو ۱۰۱۱ھ کے مکتوبہ ہیں فہرست ساز حضرات نے ملفوظات کا سال کتابت بھی یہی سمجھ لیا، لطیفہ یہ ہے کہ اس مجموعہ میں خواجہ خرد کا قطعہ سال ولادت (۱۰۱۰ھ) بھی شامل ہے۔ گویا اس سال کتابت میں خواجہ خرد صرف ایک سال کے تھے، اس سنہ کا ملفوظاتِ خواجہ خرد سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ منظومات حضرت خواجہ کا یہ سالِ تصنیف ہے۔

کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران، پاکستان، اسلام آباد میں حضرت خواجہ کے رسائل کے ایک سے زیادہ مجموعے موجود ہیں ایک کا سال کتابت ۲ ربیع الثانی ۱۰۴۶ھ ہے (شمارہ ۵۶۱۶) گویا یہ مجموعہ صاحبزادگان حضرت خواجہ کے حین حیات اور خواجہ حسام الدین احمد کے وصال (۱۰۴۳ھ) کے تین سال بعد کتابت ہوا ہے۔[۱]

کلیات خواجہ باقی باللہ کے نام سے حضرت خواجہ کے رسائل ومنظومات کا جو مجموعہ مرتبہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقی محکمہ اوقاف کی اعانت سے ملک دین محمد، لاہور نے ۱۹۶۷ء کو شائع کیا تھا وہ اغلاط سے اس قدر پر ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زید کو دکھایا ہی نہیں گیا رہا ڈاکٹر فاروقی کا سوال تو وہ تصحیح متن یا مخطوطہ شناسی کے فن سے ہی واقف نہیں تھے اس لئے یہ مجموعہ علمی وتحقیقی طور پر ساقط الاعتبار ہے، حضرت خواجہ کے منظومات کا ایک مجموعہ عرفانیات باقی کے نام سید نظام الدین احمد حیرت کاظمی نے دہلی سے ۱۹۷۰ء کو شائع کیا تھا جس کی تصحیح پر مصحح نے جزوی سی توجہ دی ہے، گویا صحتِ متن کے اعتبار سے محققین کی مدد کرنے والا کوئی

---

[۱] تفصیل تصانیف حضرت خواجہ کے تحت ملاحظہ کریں

Marfat.com

ایڈیشن موجود نہیں ہے۔

اسی طرح مولانا احمد حسین خان امروہوی کی تصحیح سے مثنویات تصوف کا جو مجموعہ ۱۳۲۸ھ کو حیدرآباد، دکن سے طبع ہوا تھا اس میں حضرت خواجہ کی مثنوی گنج فقر اور تاریخ تولد خواجہ کلاں و خواجہ خرد و ساقی نامہ صرف حسن طباعت کی خوبی رکھتا ہے، صحت متن کے لحاظ سے قابل توجہ نہیں ہے۔

درگاہ حضرت خواجہ کی تولیت

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی سے خلافت یاب ہونے سے پہلے ہی اویسی طور پر مشائخ نقشبندیہ سے اتنی روحانیت حاصل کر چکے تھے کہ کئی اصحاب کو بیعت بھی کر لیا تھا، پھر آپ حضرت خواجہ احرار علیہ الرحمۃ کے روحانی اشارہ پر شیخ ظاہر سے بیعت کیلئے سمرقند روانہ ہوئے تو اپنے مریدین و منتسبین کی ایک جماعت لاہور میں چھوڑ گئے [۱] جن کی خدمت کی ذمہ داری آپ کے مرید میاں شیخ الہ داد نے قبول کر لی تھی، آپ نے اس وقت تک کسی کو خلافت و اجازت نہیں دی تھی آپ کا آخری سفر ماوراء النہر حدود ۱۰۰۵ھ/۱۵۹۶ء کو ہوا اس وقت تک حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی آپ کے حلقہ میں شامل نہیں ہوئے تھے بلکہ ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء کو حضرت خواجہ سے دہلی میں بیعت ہوئے اور میاں شیخ تاج الدین سنبھلی اپنے شیخ اول میاں شیخ الہ بخش گڈمکتیسری کی خدمت میں تھے۔

حضرت خواجہ حدود ۱۰۰۶ھ کو سمرقند سے خلافت یاب ہو کر لاہور تشریف لائے اور ایک سال تک یہیں مقیم رہ کر اہل حق کی تربیت میں مصروف رہے جہاں بہت سے علماء و صلحاء آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے ۱۰۰۶ھ یا اوائل

[۱] ان امور کی تفصیل کے لئے اسی کتاب کا عنوان ''حضرت خواجہ کے خلفاء'' ملاحظہ کریں

Marfat.com

۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء کو آپ روحانی اشارہ پر دہلی منتقل ہو کر سکونت پذیر ہوئے اور ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء تک اہل دل جوق در جوق آپ کے حلقہ میں شامل ہونے لگے اس سال حضرت مجدد الف ثانی کے علاوہ مشہور قادری بزرگ و عالم و محدث شیخ عبدالحق دہلوی حضرت غوث اعظم کے حکم پر حضرت خواجہ سے بیعت ہو کر خلافت یاب ہوئے۔

اب رہا آپ کی جانشینی کا مسئلہ تو حضرت خواجہ کو مریدین کی تربیت کا کم موقع ملا صرف آخری تین چار سال اور آخر میں تو آپ نے کامل گوشہ نشینی اختیار فرمالی تھی۔

حضرت خواجہ کے ملفوظات میں ہے کہ آخری ایام مرض میں آپ پر اس قسم کی واردات ہوئیں کہ جس غرض کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا وہ پوری ہو گئی ہے اب سفر کریں:

برای غرضی کہ شمار آوردہ بودند تمام شد، الحال سفر باید کرد[۱]

یہاں واضح اشارہ آپ کے بعض خلفاء کی تکمیل کی طرف ہے، آپ کے خلفاء میں سب سے اکمل حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی تھے، مذکورہ غرض کی تکمیل کا اشارہ آپ ہی کی طرف تھا۔

حضرت خواجہ کے آخری ایام مرض میں خواجہ حسام الدین احمد اور میاں شیخ الہ داد کی موجودگی کا علم ہوتا ہے۔[۲]

حضرت خواجہ کے اکابر فیض یافتگان حسب ذیل تھے:

۱......شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی

۲......خواجہ حسام الدین احمد

۳......میاں شیخ الہ داد

۴......میاں شیخ تاج الدین سنبھلی

---

[۱] ملفوظاتِ حضرت خواجہ: ۴۶۔۴۷ (مشمولہ کلیات)   [۲] ایضاً: ۵۰

Marfat.com

ایام مرض میں حضرت خواجہ کی خدمت میں زیادہ تر خواجہ حسام الدین احمد ہی رہے، آپ نے جب انہیں خلافت دی تو اجازت لینے سے انکار کر دیا کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، آپ نے ان کا عذر قبول فرمالیا۔

خواجہ حسام الدین احمد کا مریدین کی تعلیم و تربیت سے معذرت کا واضح سبب بیان نہیں کیا گیا لیکن کتاب زادالمعاد کے بالاستیعاب مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ نے اکبر بادشاہ اور اس کے ملحد ساتھیوں سے خلاصی حاصل کرنے کے لئے دیوانگی کا جو عذر کیا تھا اور اکبر نے اسے قبول کرلیا تھا وہ بعد میں حاسدین و مخالفین خصوصاً آپ کے بہنوئی ابوالفضل وغیرہ نے آشکار کر دیا اور وہ اپنے قتل ١٠١١ھ/ ١٦٠٣ء تک آپ کو واپس ملازمت (الحاد) پر لانے کے لئے درپئے آزار رہا۔

اگر آپ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد واضح طور پر دعوت وارشاد کا کام شروع فرما دیتے تو خود بادشاہ کاروائی کرتا، اسی قسم کے خدشات کے پیش نظر آپ نے تربیت مریدین سے عذر کیا۔

اکبر کے بعد جب جہانگیر بادشاہ کے کان بھرے گے تو اس نے آپ کو طلب کیا، جسمانی سزا تک دی، پھر نرمی کا رویہ اختیار کیا، لیکن جس طرح حضرت مجدد الف ثانی کو اپنے ساتھ لشکر کے میں رہنے پر پابند کیا اسی طرح اس نے ہر نوروز کے موقع پر آپ کی حاضری لازم قرار دی۔

جہانگیر کا جانشین شاہ جہان ایک دیندار شہزادہ تھا آپ اس کی جانشینی کے لئے خانقاہ میں دعائیں بھی کیا کرتے تھے جب اس نے جہانگیر کے خلاف بغاوت کی تو جہانگیر کو شبہ ہوا اور اس نے آپ کو طلب کیا۔

شاہ جہان کے ساتھ شہزادگی سے ہی خوشگوار تعلقات رہے لیکن اس نے بھی

Marfat.com

آپ کو طلب کیا اور آپ مدتوں اپنا روحانی مرکز دہلی چھوڑ کر دارالحکومت اکبر آباد (آگرہ) میں مقیم رہے یہاں تک کہ فوت بھی وہیں ہوئے۔

اس قسم کے خدشات کے باعث آپ نے تاحیات خود کو اس خدمت دعوت و ارشاد سے الگ رکھا۔

دوسری شخصیت میاں شیخ الہ داد کی تھی کہ جب حضرت خواجہ حصول خلافت کے لیے سمرقند گئے تو لاہور میں اپنے مریدین کی خدمت پر انہیں متعین کیا[1] اسی بنیاد پر آپ کے وصال کے بعد خواجہ حسام الدین احمد نے جب خانقاہِ دہلی میں حضرت خواجہ کی جانشینی کے لئے ان کا نام حضرت مجدد الف ثانی کو لکھا تو حضرت نے واضح الفاظ میں انکار کرتے ہوئے جواب دیا۔

آپ نے میاں شیخ الہ داد کے متعلق خاص طور سے لکھا تھا، فقیر کو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن شیخ کیلئے اپنی وضع تبدیل کرنے سے نادم ہونا لازم ہے......اور آپ نے لکھا تھا کہ پیر دستگیر (حضرت خواجہ) نے یہ مقام (خلافت وسجادگیٔ خانقاہِ دہلی) بعض اصحاب کی موجودگی میں میاں شیخ الہ داد کے سپرد کیا تھا۔

یہ بات ذرا وضاحت طلب ہے اگر حضرت خواجہ نے سپرد کرنا اس معنی میں فرمایا کہ فقراء اور آنے جانے والوں کی خدمت کرے اور ان کے کھانے پینے کا خیال رکھے تو یہ بات ماننے کے قابل ہے اور اگر اس اعتبار سے کہا جائے کہ ''جماعت طالبان'' کی تربیت کرنے اور مقام مشیخت پر بیٹھے تو یہ بات قابل قبول نہیں ہے، حضرت خواجہ سے آخری ملاقات میں آپ نے اس فقیر سے فرمایا تھا کہ تم تجویز کرو کہ شیخ الہ داد ہماری جانب سے جا کر بعض طالبوں کو ذکر بتائے اور بعض کے احوال معلوم

---

[1] زبدۃ المقامات: ۸۷

Marfat.com

کر کے ہمیں آگاہ کرے کیوں کہ اب ہم اپنے پاس بلانے اور تلقین ذکر کی طاقت نہیں رکھتے۔ فقیر اس کے متعلق بھی متردد تھا لیکن اس وقت ضرورت تھی اس لئے فقیر نے بھی اسی قدر تجویز کر دیا...... اس قسم کی تبلیغ محض ایک سفارت کی حیثیت رکھتی ہے...... یہ سفارت بھی حضرت قدس سرہ کی زندگی تک تھی، حضرت کے رحلت فرمانے کے بعد آپ کی طرف سے تلقین ذکر کرنا اور طالبوں کا حال دریافت کرنا "خیانت" میں داخل ہے۔[1]

خواجہ کلاں نے بھی واضح الفاظ میں میاں شیخ الہ داد کی خدمت خانقاہ اور آخری ایام حیات حضرت خواجہ میں طالبوں کو آپ کی طرف سے مشغول رکھنے کا ذکر کیا ہے۔[2]

تیسری بڑی شخصیت میاں شیخ تاج الدین سنبھلی کی تھی جو حضرت خواجہ کے سب سے قدیم رفیق اور آپ کو میاں شیخ الہ بخش گڈھ مکتیسری کی خدمت میں لے کر جانے والوں میں سے تھے، ان کا معاملہ یہ ہوا کہ حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۱۲ھ) کے بعد انہیں سیاحت کا شوق ہوا اسی سفر میں وہ مکہ مکرمہ پہنچے اور باقی تمام عمر وہیں گذار دی وہیں فوت اور دفن ہوئے، اس لئے ان کا بھی خانقاہِ دہلی کی تولیت سے کوئی تعلق نہیں رہا۔

حضرت خواجہ کے خلفاء میں سے سب سے بڑی شخصیت حضرت شیخ احمد سرہندی کی تھی جو اپنی دینی حمیت اور روحانی تفوق کے باعث مجدد الف ثانی اور امام ربانی کہلائے۔

حضرت خواجہ نے آپ کے ساتھ آخری ملاقات کے دوران فرمایا تھا کہ مجھے

---

[1] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی: ۱/ ۲/ ۳۲/ ۹۳ـ ۹۴   [2] زاد المعاد: ۲۱۷

Marfat.com

زندگی کی امید کم ہے بچوں کے احوال سے خبردار رہنا ہوگا[1] اس سے پہلے بھی آپ دومرتبہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ کو اپنے مستقر سرہند جانے کی رخصت عنایت کی تھی ،حضرت خواجہ نے آپ کو اپنا آبائی علاقہ سرہند چھوڑ کر خانقاہِ دہلی میں آنے کا کبھی حکم صادر نہیں فرمایا، اسی مکتوب میں ہے کہ آپ عرصہ تک حضرت خواجہ کے مذکورہ حکم اور وصیت کے ظہور کا انتظار کرتے رہے تھے۔

جب خواجہ حسام الدین احمد نے آپ کو لکھا کہ حضرت خواجہ کے بچوں کی تربیت کا وقت آ گیا ہے بلکہ گذر رہا ہے تو آپ نے تحریر فرمایا کہ پھر خادموں کو چاہئے کہ اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیں کہ یہ بہت بڑی سعادت کی بات ہے میں ''موانع معلومہ'' کی وجہ سے اس کام کے لئے دہلی نہیں آسکا، اگر اب کوئی موانع نہ ہوں تو میں چندروز کے لئے حاضر ہوکر اس خدمت میں مصروف ہو جاؤں۔[2]

اسی خط میں خواجہ حسام الدین احمد کو لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کے فرزندانِ گرامی کے لئے آپ کی ظاہری وباطنی تربیت کافی ہے، ایک اور خط میں ہے کہ صاحبزادگان کی تربیت کا جو حق خواجہ حسام الدین احمد ادا کر رہے ہیں اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ کام جو ہمارے کرنے کا تھا وہ آپ کر رہے ہیں اور مجھ جیسے دور افتادہ کو فارغ کردیا ہے۔[3]

حضرت مجدد الف ثانی صرف تین بار حضرت خواجہ کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے جس کا آپ نے ان الفاظ میں خود تذکرہ کیا ہے:

سہ مرتبہ فقیر بدولت عتبہ بوسی حضرت ایشاں مشرف گشت مرتبہ

---

[1] مکتوبات: ۱/ ۲۶۶/ ۶۳ ۴ (اقتباس اس سے قبل نقل کیا جا چکا ہے)

[2] ایضاً: ۱/ ۲۲۹/ ۶ ۷ ۳ (اقتباس اس سے قبل نقل کیا جاچکا ہے)

[3] مکتوبات: ۱/ ۲۶۶/ ۴۶۳

Marfat.com

اخیر فقیر را فرمودند کہ ضعفِ بدن بر من غالب آمدہ است امید حیات کم ماندہ از احوالِ طفلان خبردار خواہی بود[1]

آپ کی حضرت خواجہ کی خدمت میں پہلی حاضری سرہند سے حج پر جاتے ہوئے دہلی میں خواجہ حسن دہلوی کی ایما پر ہوئی جس میں آپ حضرت خواجہ سے بیعت ہوئے یہ سنہ ۱۰۰۸ھ وضاحت کے ساتھ لکھا جا چکا ہے۔[2]

آپ کی دوسری حاضری کا ذکر حضرت خواجہ کے ملفوظات شریفہ میں موجود ہے جو ۶ صفر ۱۰۰۹ھ کے تحت ہے، ایک سال رمضان مبارک میں حضرت خواجہ نے حضرت مجدد الف ثانی کی درخواست پر آپ کی محفل کے ملفوظات کے جامع کو واقعات لکھنے کی اجازت دی، اس سال ماہ ذی قعدہ میں حضرت خواجہ نے آپ کو سرہند جانے کی اجازت ورخصت دیتے وقت نصیحتیں فرمائیں گویا اس مرتبہ آپ نے حضرت خواجہ کی خدمت میں رمضان سے لے کر ذی قعدہ تک چار ماہ خانقاہ شریفہ میں قیام کیا۔[3]

آپ کی تیسری اور آخری حاضری ۱۰۱۲ھ کو ہوئی جب حضرت خواجہ علیل تھے اور زندگی کی امید کم رکھتے تھے، پھر حضرت خواجہ کا چند ماہ کے بعد اسی سال ۲۵ جمادی الثانی کو وصال ہو گیا، حضرت مجدد الف ثانی اس وقت لاہور میں تھے، کئی روز کے بعد دہلی آئے اور مزار مبارک پر حاضری دی۔[4]

حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے کئی بار ایسے جملے نکلے جو حضرت مجدد کی جانشینی کی طرف واضح اشارہ کرتے ہیں

ایک مخلص نے نہایت عاجزی سے حضرت خواجہ کی خدمت میں درخواست کی کہ عنایات خاصہ سے نوازیں تو آپ نے فرمایا کہ اب جب میاں شیخ احمد سرہند سے

---

[1] ایضاً: ۱/۲۶۶/۲۶۳ [2] زبدۃ المقامات: ۱۳۸

[3] ملفوظات حضرت خواجہ، کلیات [4] زبدۃ المقامات: ۱۵۸

Marfat.com

یہاں آئے تو ان سے درخواست کریں گے کہ تمہارے حق میں توجہ فرمائیں [۱]

نوبت یہاں تک پہنچی کہ تازہ اور مخصوص احوال جو حضرت مجدد الف ثانی کی استعداد کے مطابق ظہور میں آئے وہ حضرت خواجہ نے اپنے اسی عالی قدر نائب سے اخذ کئے......

حضرت خواجہ صبح وشام کے حلقوں میں حضرت مجدد الف ثانی کو مقتدا بناتے اور خود دوسرے مریدوں کے ساتھ اس حلقہ میں داخل ہوتے، جب مجلس سے واپس جاتے تو کئی قدم قہقری (یعنی ادب سے الٹے پاؤں) چلتے اور مریدین کو آپ کا احترام کرنے کی تلقین فرماتے...... حضرت خواجہ نے اپنے ساتھیوں سے یہ بھی فرمایا کہ حضرت میاں شیخ احمد کی موجودگی میں اپنے باطن کو بھی میری طرف متوجہ نہ رکھیں......

معاصر مولف خواجہ محمد ہاشم کشمی لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت مجدد الف ثانی کی زبان مبارک سے یہ سنا ہے کہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ کی طالبوں کی تربیت میں سرگرمی اسی زمانہ تک تھی جب تک ہمارا معاملہ انتہا کو نہیں پہنچا تھا جب میرے کام سے فارغ ہوئے تو کشف میں یہ ظاہر ہوا کہ اپنے آپ کو مشیخت کے کام سے الگ کر لیں اور طالبوں کو ہمارے حوالہ کر دیا [۲]

حضرات القدس کے مولف کی معاصر شہادت ہے کہ جب حضرت مجدد الف ثانی سرہند سے حضرت خواجہ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوتے تھے تو حضرت خواجہ اور آپ کے خلفاء حضرت مجدد الف ثانی کا بہت ہی احترام کے ساتھ استقبال فرماتے تھے، حضرت خواجہ کے وصال کے بعد جب آپ تعزیت اور عرس میں شرکت کے لئے

---

[۱] ایضاً ملخصاً: ۱۵۰-۱۵۶ (اس قسم کے کشف کا ذکر حضرت خواجہ کے ملفوظات میں بھی ہے جو ہم نقل کر چکے ہیں) [۲] ایضاً ملخصاً: ۱۵۰-۱۵۶

Marfat.com

دہلی آئے تو خلفاء نے حسب سابق آپ کا استقبال کیا۔[۱]

یہ تمام اشارات یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ حضرت خواجہ کے اکمل ترین خلیفہ اور آپ کی مسند مشیخت پر جلوہ افروز ہونے کے قابل صرف شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہی تھے۔[۲]

اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ حضرت خواجہ اپنے اس مرید مخلص کے طفیلی ہو گئے تھے بلکہ آپ حضرت خواجہ کا اتنا ادب کرتے تھے کہ ایک مرتبہ خانقاہ میں قیام کے دوران جب حضرت خواجہ نے آپ کو طلب فرمایا تو آپ پر حضرت خواجہ کی اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ خواجہ حسام الدین احمد کی روایت ہے کہ طلبی کی اطلاع سنتے ہی آپ کے چہرے کا رنگ خوف سے متغیر ہو گیا اور خوف کی وجہ سے اضطراب کے دوران آپ پر تقریباً رعشہ طاری ہو گیا۔[۳]

خود حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ کی صحبت مبارک کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> فقیر یقین کے ساتھ جانتا تھا کہ اس قسم کی صحبت اور اجتماع اور اس طرح کی تربیت و ارشاد آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوات التسلیمات کے بعد کبھی وجود میں نہیں آئی۔[۴]

۱۔ حضرات القدس: ۲/ ۵۱۔۵۲

جب حضرت خواجہ نے اپنے مرید خاص حضرت خواجہ محمد نعمان بدخشی کو تکمیل سلوک کے لئے سرہند جانے کا حکم دیا تو ساتھ ہی فرمایا کہ ''میاں شیخ احمد ایک آفتاب ہیں کہ ہماری طرح کے ہزاروں ستارے ان کے ضمن میں گم ہیں'' زبدۃ: ۱۵۴ ۲۔ حضرت خواجہ، نواب مرتضیٰ فرید بخاری کو حضرت مجدد الف ثانی کے وظیفہ کی سفارش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: شیخ احمد نام مردی است در سرہند کثیر العلم وقوی العمل، روزی چند فقیر باو نشست و برخاست کردہ عجائب بسیار از روزگار واوقات او مشاہدہ کردیاں می ماند کہ چراغی شود کہ عالم ہا ازو روشن گردند ...... (مکتوبات حضرت خواجہ: ۶۵/ ۱۳۰ (کلیات) ۳۔ زبدۃ المقامات: ۱۴۹ ۴۔ ایضاً: ۱۴۹

Marfat.com

کلیات حضرت خواجہ میں ہے، آپ نے ترک مشیخت کے بعد جب تنہائی اختیار کی تو چند مخصوص اصحاب کے سوا باقی سب سے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں جاؤ، سب حضرات بیک وقت روانہ نہ ہوئے تو باقی اصحاب کو ترغیب دے کر رخصت کیا، جب حضرت خواجہ نے اپنے مریدین کی یہ جماعت تربیت اور تکمیل کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کے سپرد کی اور آپ کو یہ تحریر عنایت فرمائی:

جمع از دوستان کہ گرفتار بار وجود بودند چوں در مضیق وَمَامِنَّا اِلَّالَہ مَقَامٌ مَعْلُوْم در بند مصلحت فکر و عقل ما اقتضای آں نمود کہ دریں برشگال از مقابلہ بو قلمون دور افتادہ در تحت آفتاب مشہود زندگانی نمایند ان شاء اللہ بہ نیکی و پاکی باآخر رسید، فوائد صحبت وجماعۃ امری است محقق چہ حاجت باظہار[1]

اس سلسلہ میں غوثی مانڈوی (ف ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء) کا بیان مبالغہ پر مبنی ہے حضرت خواجگی امکنگی نے حضرت خواجہ کو اجازت مطلقہ دے کر ہندوستان کی طرف رخصت کیا تو فرمایا کہ وہاں ایک شہباز تمہارے ہاتھ لگے گا جو ظاہر میں تو تم سے فیض پائے گا لیکن باطن میں وہ تمہیں منزل مقصود تک پہنچائے گا اور آج رات ہی تمہیں اپنا طفیلی ہونا خواب میں ظاہر ہو جائے گا، لکھا ہے:

بہ رفتن ہندوستان دستور داد، فرمود کہ آنجا شاہبازی ترا بہ چنگ آید کہ بصورت از توفیض برگیرد و از راہِ معنی ترا بہ منزلِ مقصود رہ نمونی کند، چنانچہ امشب نمودار ایں موجود، و طفیلی بودن خویش در عالم واقعہ

---

[1] زبدۃ المقامات: ۱۵۰، کلیات: ۱۴۱

Marfat.com

روشن خواہند کرد[1]

یقیناً حضرت خواجہ کی شان میں یہ گستاخی ہے، مولف نے لکھا ہے کہ انہوں نے خواجہ محمد صدیق ہدایت کے مسودات میں سے نقل کیا ہے، یہ بزرگ حضرت خواجہ کے مرید خاص اور حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ تھے وہ ایسی بات کبھی نہیں لکھ سکتے تھے یقیناً مولف نے اس میں قدرے تصرف کیا ہوگا۔

اب ان ''موانع معلومہ'' کی طرف آیئے جن کی تفصیل آپ کے مکتوبات میں نہیں دی گی کہ آپ خانقاہِ دہلی میں آکر حضرت خواجہ کی مسند مشیخت پر کیوں نہیں بیٹھے؟

یہ موانع مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، زاد المعاد اور دیگر معاصر تذکروں کے بغائر مطالعہ سے کچھ اس طرح معلوم ہوتے ہیں:

۱...... خلفائے حضرت خواجہ کی حضرت مجدد الف ثانی سے ناراضی

۲...... کشفی ونظری اختلافات

۳...... مخالفین کی افواہیں

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ کے فیض یافتگان میں سے خواجہ حسام الدین احمد، میاں شیخ الہ داد اور میاں شیخ تاج الدین سنبھلی کے حضرت مجدد الف ثانی سے بعض امور میں اختلافات پیدا ہوگئے تھے، یہ اختلافات جانشینی اور حضرت خواجہ کی مسند مشیخت پر بیٹھنے کے بھی تھے،

---

[1] گلزار ابرار مرتبہ محمد ذکی، پٹنہ ۲۰۰۱ء، ص: ۴۳۷ گلزار ابرار اعتقادی اعتبار سے ایک کمزور تذکرہ ہے، اس میں ابو الفیض فیضی کو اولیاء میں شمار کیا گیا ہے (ص: ۴۱۴-۴۱۵) حالانکہ اس تذکرہ کی تکمیل (۱۰۲۲ھ/ ۱۶۱۳ء) تک فیضی، ابو الفضل اور ان کے والد ملا مبارک ناگوری کے الحاد کی شہرت پورے ہندوستان میں ہو چکی تھی۔

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی ان میں سے کسی کو حضرت خواجہ کے بعد ''جانشینی'' کے قابل نہیں سمجھتے تھے، چنانچہ میاں شیخ الہ داد کی جانشینی سے آپ نے جس طرح انکار فرمایا اس معاملہ میں ہم حضرت مجدد الف ثانی کا مکتوب نقل کر آئے ہیں۔

اسی طرح حضرت میاں شیخ تاج الدین کی حضرت مجدد الف ثانی سے ناراضی بلکہ انحراف کا ذکر ملتا ہے، ان کا حضرت خواجہ کے برادر نسبتی نواب قلیج خان کے ذریعہ حضرت مجدد الف ثانی سے معافی مانگنا اور پھر عرس حضرت خواجہ کے موقع پر دہلی میں حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں جا کر عذر کرکے اور آپ کا انہیں معاف کر دینے کی تفصیلات بھی ملتی ہیں۔[۱]

حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی کے بعض اختلافات کا ذکر آپ کے مکتوبات کے حوالہ سے کیا جا چکا ہے اور پھر اطراف کے ''غبار'' چھٹنے کا کا تذکرہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔

کشفی اور نظری اختلافات کے سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات سے عیاں ہوتا ہے کہ جب آپ نے وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا تو آپ کا خانقاہِ دہلی کے ساتھ بھی اختلاف ہوا۔

نظری اختلاف کے سلسلہ میں ان دنوں ایک افسوس ناک واقعہ پیش آیا کہ حضرت مجدد الف ثانی کا ایک مرید حسن افغان کسی بات پر آپ سے ناراض ہو گیا اور حضرت کے کچھ مسودات اپنے ساتھ لے گیا ان میں تحریف کر کے ہندوستان کی بڑی بڑی خانقاہوں میں بھیجا، اس وقت اس سلسلہ کا سب سے بڑا مرکز دہلی میں حضرت خواجہ کی خانقاہ تھا، اس نے محرف مسودات دکھا کر حضرت خواجہ کے خلفاء کو بدظن کیا۔ اس عہد کے مشہور محدث اور حضرت خواجہ کے مرید مخلص حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کی

[۱] حضرات القدس: ۲/ ۵۱۔۵۲

Marfat.com

خدمت میں بھی گیا آپ کو بھی یہی مسودات دکھائے جس سے حضرت شیخ ناراض ہوئے اور حضرت مجدد الف ثانی کے ان محرف معارف ومکشوفات کے خلاف رسالہ لکھا جسے حسن خان افغان اور دیگر مخالفین نے بہت شہرت دی۔

خواجہ حسام الدین احمد خانقاہِ حضرت خواجہ کی تولیت فرمارہے تھے وہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ متاثر ہوئے، لیکن جب حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے پیر بھائی حضرت شیخ محدث کو اپنے اصل مسودات ارسال کیے تو شیخ کے ترددات دور ہو گئے اور انہوں نے اپنے اعتراضات سے رجوع کرلیا، رجوع کے سلسلہ کا یہ مکتوب آپ نے اس سلسلہ کی مرکزی شخصیت خواجہ حسام الدین احمد کو ہی لکھا۔[۱]

جس سے یہ ''غبارِ خاطر'' دور ہو گیا لیکن حضرت مجدد الف ثانی کی دہلی آمد کے ''موانع'' میں اضافہ ہوا۔

مخالفین اور حاسدین نے حضرت خواجہ کے حین حیات ہی خانقاہ دہلی اور مرکز سرہند شریف میں تعلقات خراب کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، معاصر مولف خواجہ محمد ہاشم کشمی کی روایت ہے کہ بعض ''خودغرض'' اور ''ارباب غبطہ'' سے حضرت خواجہ کی خدمت میں یہ بات دوسرے انداز میں پہنچائی، جب حضرت مجدد الف ثانی کو معلوم ہوا تو آپ نے حضرت خواجہ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر حقیقت حال کا اظہار کیا۔[۲]

تاہم ان حضرات کے مابین تعلقات خوش گوار ہی رہے، حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ کے فرزند اصغر خواجہ خرد کو خلافت دی اور موصوف خانقاہِ دہلی میں

---

[۱] حضرت شیخ محدث کا یہ مکتوب کلیات خواجہ کلاں میں شامل ہے، تفصیل کے لئے اسی کتاب میں ''خواجہ کلاں کی تصانیف'' کا عنوان ملاحظہ کریں۔

ہم نے انوار احمدیہ اور الکلام المنجی کے مقدمات میں بھی کچھ معلومات یک جا کی ہیں۔

[۲] زبدۃ المقامات: ۱۴۷، یہ عریضہ مکتوبات حضرت مجدد میں شامل ہے۔ ۱/۱۶

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ کی حیثیت سے دعوت وارشاد میں مصروف رہے۔[۱]

خواجہ حسام الدین احمد خانقاہ میں تعلیم سلوک کے لئے آنے والے طالبوں کو باقاعدہ سرہند بھیجا کرتے تھے، لیکن حضرت خواجہ کے قرابت داروں کو انہوں نے خود بھی تربیت دی اور پھر تکمیل کے لئے انہیں سرہند بھیجا، اس کے باوجود آپ سے تربیت حاصل کرنے والون کی ایک تعداد تھی جن کا تذکرہ خواجہ کلاں نے زاد المعاد کے لاحقہ کی قسم دوم میں کیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے وصال (۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے بعد میاں شیخ الہ داد خدمت خانقاہ کے ساتھ سلوک کی تعلیم بھی دینے لگے تھے[۲] خواجہ خرد کو حضرت مجدد الف ثانی کے وصال کے بعد انہوں نے جو خلافت نامہ دیا تھا اس کا تذکرہ ان کے احوال میں کیا جا چکا ہے، پھر حضرت مجدد الف ثانی کے فرزند گرامی حضرت خواجہ محمد سعید سے خواجہ خرد نے سلسلہ قادریہ کی خلافت بھی حاصل کی تھی۔[۳]

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کا یہ روحانی مرکز یا خانقاہ جو دہلی میں قلعہ فیروزی مین تھا کب تک فعال رہا؟ افسوس کہ ہمارے پاس اس کے سنین مرتب کرنے کے لئے شواہد نہیں ہیں۔

خواجہ خرد نے اپنی وفات ۱۰۷۴ھ/ ۱۶۶۳ء کے وقت اپنے فرزند بزرگ خواجہ غلام بہاء الدین کو اپنا جانشین بنایا آپ کے بارہ فرزند تھے یقیناً انہوں نے باری باری دعوت وارشاد کا یہ سلسلہ سلاطینِ مغلیہ کے زوال کے آغاز یعنی اورنگ زیب عالمگیر کی وفات ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء تک یہ جاری رکھا ہوگا۔

۱۔ کتاب حاضر میں خواجہ خرد کے احوال کے تحت تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

۲۔ میاں شیخ فرخ باغ پتی بھی شیخ الہ داد سے بیعت ہوئے تھے (زاد المعاد: ۲۸۵)

۳۔ رک احوالِ خواجہ خرد

Marfat.com

سلاطین مغلیہ کے زوال کے دوران سلسلہ نقشبندیہ کے دو بڑے مراکز دہلی میں قائم ہوئے اول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) کا علمی، تعلیمی اور روحانی مرکز اور دوسرا بڑا مرکز حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) کی خانقاہِ مظہری تھا، آپ کے احوال وملفوظات پر مرتب ہونے والی معاصر کتب بشارات مظہریہ، معمولاتِ مظہریہ اور مقامات مظہری میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے روحانی مرکز قلعہ فیروزی کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا، جس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ خانقاہ حضرت مظہر کے حین حیات ہی ختم ہوگئی تھی۔

حضرت خواجہ کا مدفن مبارک قلعہ فیروزی سے کوسوں دور قدم گاہ رسول اکرم ﷺ میں ہے، زادالمعاد جیسی معاصر کتاب سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ حضرت خواجہ کے مزار شریف پر آپ کی اولاد کبھی مجاور بن کر نہیں رہی بلکہ یہ خدمت خواجہ حسام الدین احمد ہمیشہ ارادت مندوں سے لیا کرتے تھے کہ وہ زیارتِ مزار کے لئے آنے جانے والوں کی خدمت کرتے رہیں۔[1]

آخر میں سمٹ سمٹا کر حضرت خواجہ کا روحانی مرکز آپ کے مزار شریف تک محدود ہوگیا ان خادموں اور متولیوں نے خود کو حضرت خواجہ کی اولاد ظاہر کرنا شروع کردیا پھر عوام میں مقبولیت کے لئے نفسیاتی طور پر ''سید'' ہونا بھی لازم ہوکر رہ گیا تھا، لاتعلقی ولاعلمی کا یہ عالم تھا کہ جب ان مجاوروں نے اپنا شجرہ حضرت خواجہ سے ملانا چاہا تو انہیں آپ کے دونوں فرزندوں کی اولاد کے نام تک نہ مل سکے یا معلوم تھے تو

---

[1] زادالمعاد ص: ۳۰۶ ایک متولی حاجی عبیداللہ سندھی تھے، ان کے بعد شیخ عبدالرحمن بنوری (برادرزادہ شیخ عمر بنوری مرید حضرت خواجہ) ۱۲ سال روضہ مبارک پر خدمت کی، پھر شیخ عالم کے سپرد یہ خدمت کی گئی، یہ خدام خواجہ حسام الدین احمد کے حکم پر زائرین کی خدمت کرتے رہے (تعلیقات زادالمعاد: ۲۸۵)

Marfat.com

درگاہ کی سجادگی کے چھن جانے کے خوف سے ان کے نام تک نہ لکھے بلکہ فرضی اسماء شجرہ میں داخل کر کے درگاہ شریف کے اصل مالک وسجادہ نشین بن بیٹھے، مزار مبارک کے گرد بہت ہی وسیع قبرستان تھا جس میں اکابر کی قبریں تھیں دولت کی لالچ میں ان حضرات نے قبرستان کے یہ حصے بھی فروخت کر دیئے۔

مولف احقر کو ۱۹۹۰ء میں دہلی جانے کا اتفاق ہوا تو مزار حضرت خواجہ کی زیارت کے لئے دہلی کے مشہور محقق وادیب ڈاکٹر نثار احمد فاروقی مرحوم کے ہمراہ حاضر ہوا، یہ دیکھ کر سخت افسوس ہوا کہ اس تاریخی قبرستان کا صرف وہ حصہ باقی رہ گیا ہے جہاں حضرت خواجہ کی قبر مبارک ہے اور اس کے گرد صرف دو کنال کے برابر جگہ رہ گئی ہے جہاں کچھ خام اور چند پختہ قبور ہیں۔

وصال

حضرت خواجہ باقی باللہ کا وصال چالیس سال کی عمر میں ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء کو دہلی میں ہوا[۱] روز شنبہ پیش از نماز دیگر کا وقت تھا، اس روز ''تکفین اور تجہیز'' کے وسائل میسر نہیں تھے اس لئے اگلے روز ۲۶ جمادی الثانی[۲] کو قدم گاہِ رسول ﷺ دہلی میں دفن کیا گیا،

تمام معاصر تذکرہ نویسوں کا اس تاریخ اور سال وفات پر اتفاق ہے، لیکن معلوم نہیں کہ معروف عالم مولانا محمد بن فضل اللہ محبی نے ۱۴ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ کیسے لکھ دیا[۳] یقیناً انہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔

۱۔ زبدۃ المقامات، حضرات القدس، کلمات الصادقین: ۱۶۲ زاد المعاد، اسرار یہ

۲۔ کلمات الصادقین: ۱۶۳ ۳۔ محبی، محمد بن فضل اللہ: خلاصۃ الاثر: ۴/ ۲۸۹

Marfat.com

حضرتِ خواجہ کے خلفاء و منتسبین

حضرت خواجہ، مولانا خواجگی امکنگی سے خلافت یاب ہونے سے پہلے اویسی طور پر بیعت بھی کرتے تھے، آپ اپنے منتسبین کی ایک تعداد کو لاہور میں چھوڑ کر سمرقند گئے تھے جو آپ کے واپس آنے کا انتظار کر رہے تھے، ان کی کفالت کی ذمہ داری خواجہ حسام الدین احمد کی تھی اور ان کی خدمت میاں شیخ الہ داد کرتے تھے۔

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے لاہور میں یہ حضرات خواجہ حسام الدین احمد کی حویلی میں رہتے تھے یہی حضرت خواجہ کی پہلی خانقاہ تھی، پھر آپ روحانی اشارہ پر لاہور سے دہلی منتقل ہو گئے جہاں قلعہ فیروزی کو اپنا روحانی مرکز بنایا۔

حضرت خواجہ سے بیعت ہونے والے اصحاب کی کثیر تعداد تھی، معاصر تذکرہ نویس خواجہ محمد صادق ہمدانی نے لکھا ہے:

مستعدان و خدا پرستانِ عالی فطرت یعنی علمائے حق آپ کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔[1]

ان ایام (۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء) میں اکبر کے دین الٰہی کے منفی اثرات شدت سے محسوس کیے جا رہے تھے، آپ نے ایک جامع پروگرام کے تحت نہایت احتیاط کے ساتھ ان بدعات سے مسلمانانِ ہند کو بچانے کی تدابیر سوچیں اور ان پر عمل کروانے میں حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور خواجہ حسام

[1] کلمات الصادقین: ۱۴۹، طبقاتِ شاہ جہانی: ۱۰/ ۴

Marfat.com

الدین احمد نے اہم کردار ادا کیا۔

حضرت خواجہ سے خلافت یاب ہونے والے اصحاب کی تعداد اس لئے کم ہے کہ حضرت خواجہ کو اپنی زندگی کے آخری تین چار سال میسر آئے جن کی آپ نے ''تربیت'' فرمائی اور آپ نے ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء کے اوائل میں ہی ایک روحانی اشارہ پر مشیخت ترک کر کے تمام مریدین کو حکم دیا کہ وہ مزید تحصیل سلوک اور تکمیل کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں جائیں، لیکن اتنی بڑی تعداد کا بیک وقت سرہند جانا شاید ممکن نہیں تھا، آپ برابر انہیں سرہند جانے کی ترغیب دیتے رہے؟[۱] اور یہ حضرات وہاں حاضر ہو کر بہرہ ور ہوتے رہے۔

ان خوش نصیب بزرگوں کے حالات و روحانی کمالات معاصر تذکروں زبدۃ المقامات، حضرات القدس، زاد المعاد اور اسراریہ وغیرہ میں درج ہیں، اہم صرف ان کے اسماء لکھ رہے ہیں۔

ان میں سے اولین پانچ اہل حق کو حضرت خواجہ کی خدمت میں زیادہ عرصہ صحبت میسر آئی اور باقی اصحاب کو صرف بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

۱...... میاں شیخ تاج الدین سنبھلی (ف ۱۰۵۱ھ) میاں شیخ الہ بخش گڈھ مکتیسری (ف ۱۰۰۲ھ) اور حضرت خواجہ سے خلافت و اجازت رکھتے تھے۔ (اسراریہ)

۲...... خواجہ حسام الدین احمد (ف ۱۰۴۳ھ) خلیفہ، متولی و مربی فرزندان حضرت خواجہ، زاد المعاد (در احوال خواجہ حسام الدین احمد)، زبدۃ المقامات، حضرات القدس

۳...... میاں شیخ الہ داد امروہوی (ف ۱۰۵۱ھ) زبدۃ المقامات، حضرات القدس، زاد المعاد

۴...... حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (ف ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) حاضری

---

[۱] مکتوبات خواجہ باقی باللہ، مشمولہ کلیات: ۱۴۱

Marfat.com

بخدمت حضرت خواجہ ۱۰۰۸ھ [1]

۵......حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے روحانی حکم پر حضرت خواجہ کی خدمت میں ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء کو حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور خلافت یاب بھی۔ [2]

مندرجہ ذیل اصحاب نے بیعت حضرت خواجہ سے کی لیکن آپ کے حکم پر تکمیل حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں کر کے خلافت یاب ہوئے:

۶......میر محمد نعمان بدخشی [3] (ف ۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۹ء) زبدہ ۳۲۶، حضرات القدس: ۲/ ۲۹۹ـ۳۱۰، مفتاح: ۲۴۶ب

۷......مولانا یوسف سمرقندی مرغینانی (زبدہ: ۳۶۷، زاد المعاد: ۳۳۶ (رک تعلیقات)

۸......مولانا قاسم علی (زبدہ ۳۷۸) زاد المعاد (تعلیقات: ۲۸۹) وفات: ۱۰۴۲ھ/ ۱۶۳۲ء (مکتوبات حضرت مجدد: ۱/ ۱، ۱۱، ۱۴)

۹......مولانا شیخ عبدالہادی بداؤنی (زبدہ ۳۸۱)، حضرات: ۲/ ۳۲۵، وفات: ۱۰۴۱ھ/ ۱۶۳۲ء زاد المعاد، تعلیقات (۲۹۵)

۱۰......مولانا عبدالواحد لاہوری (زبدہ: ۳۸۸)

۱۱......خواجہ محمد صدیق ہدایت کشمی (زبدہ: ۳۷۲)

۱۲......شیخ نور محمد پٹنی (حضرات: ۲/ ۲۹۰)

حسب ذیل اصحاب کے احوال و کمالات کا تذکرہ زاد المعاد میں ملتا ہے ان میں سے بعض حضرات حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں تکمیل کے لئے گئے تھے

---

[1] کلمات الصادقین: ۱۴۹ [2] کلمات: ۱۴۹، طبقات شاہ جہانی: ۱۰/ ۴

[3] میر نعمان بدخشی شاہ جہان کے زمانہ میں اکبر آباد کے صدر الصدور بن گئے تھے۔ (کیفیت العارفین ص: ۱۰۰)

Marfat.com

اور باقی وہیں خانقاہِ دہلی میں خواجہ حسام الدین احمد کی نگرانی میں سلوک کی مشق کرتے رہے، ان کے سنین وفات اور دیگر کوائف زاد المعاد کے تعلیقات سے ماخوذ ہیں:

۱۳...... شیخ رفیع الدین محمد عباسی چشتی (ف ۱۰۲۹ھ/ ۱۶۱۹) بن شیخ قطب العالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی، شیخ رفیع الدین محمد اپنی آبائی مسند مشیخت چھوڑ کر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بہرہ ور ہوئے[۱] (تعلیقات زاد المعاد)

۱۴...... بی بی دولت قرشیہ (زوجہ میاں شیخ الہ دیا) انہیں حضرت خواجہ سے اجازت مطلقہ حاصل تھی اور وہ خواتین کی تعلیم و تربیت پر مامور تھیں (ایضاً)

۱۵...... بی بی فاطمہ (ف ۱۰۲۲ھ/ ۱۶۱۳ء) بنت ملا مبارک ناگوری وہمشیرہ ابوالفضل وفیضی زوجہ حضرت خواجہ حسام الدین احمد، اپنے شوہر بزرگ کے ساتھ ہی دنیا ترک کر کے فقر اختیار کیا اور حضرت خواجہ سے بہرہ مند ہو کر نساء عارفات کی تربیت کرتی رہیں۔ (ایضاً)

۱۶...... شیخ عبدالواحد اجودھنی (ف ۱۰۱۹ھ/ ۱۶۱۰ء) حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ کی اولاد میں سے تھے۔ (ایضاً) طبقاتِ شاہ جہانی ۹/ ۴۰

۱۷...... شیخ نور الحق مشرقی (ف ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء) بن حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (طبقات شاہ جہانی: ۱۰/ ۴۰)

۱۸...... میاں شیخ الہ دیا انصاری، خواجہ حسام الدین احمد کے خسر تھے یعنی خواجہ حسام الدین احمد کی دوسری زوجہ انہی کی بیٹی تھیں جن کے بطن سے خواجہ سراج الدین محمد متولد ہوئے۔ شیخ الہ دیا ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء کو فوت ہوئے اور ان کی زوجہ محترمہ بی بی

---

[۱] شیخ رفیع الدین محمد، حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں کئی بار حاضر ہوئے تھے، نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری نے جب لاہور میں اپنی حویلی میں مسجد تعمیر کی تو انہوں نے ہی سرہند جا کر حضرت مجدد الف ثانی کو بتایا جس پر آپ نے بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا (مکتوبات: ۱/ ۱۹۳/ ۲۰۸)

Marfat.com

دولت کا ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء کو وصال ہوا۔ (اسراریہ: ۶۶)

۱۹...... میاں شیخ مرتضیٰ سنبھلی (ف ۱۰۴۶ھ/ ۱۶۳۶ء) حضرت خواجہ کے خلیفہ میاں شیخ تاج الدین کی صحبت میں بھی رہے (زاد المعاد، تعلیقات)

۲۰...... میاں شیخ نعمت اللہ (ف ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء)، شیخ رفیع الدین محمد مذکور سے رشتہ داری تھی انہی کے ہمراہ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے۔

۲۱...... میر سید احمد، لاہور میں رہ کر حضرت خواجہ کا سمرقند سے واپس آنے کا انتظار کرنے والے اصحاب میں سے تھے، نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری سے متوسل تھے۔ (تعلیقات) میر سید احمد بخاری حدود ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء کو فوت ہوئے۔ (اسراریہ: ۷۶۔۷۷)

۲۲...... میر محمد زاہد ہروی (ف حدود ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء) حضرتِ خواجہ کے حضور حاضر ہونے والے اولین افراد میں سے تھے۔ (تعلیقات)

۲۳...... میاں شیخ یعقوب (تھانہ کی) (ف ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) (ایضاً)

۲۴...... بی بی قطب (ف جمادی الاول ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء) حضرت خواجہ کے مرید میاں شیخ رستم کی والدہ تھیں، حضرت خواجہ کے وصال کے بعد خواجہ حسام الدین احمد کے حکم پر بی بی قطب کو مرزا عبدالرحیم خان خانان کے گھر کی خواتین کی روحانی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر کیا گیا۔ (ایضاً)

۲۵...... مولانا احمد لاہوری، حضرت خواجہ سے بہت ہی انس تھا، آپ کے وصال کے بعد جدائی برداشت نہ کر سکے اور دہلی میں قیام ممکن نہ رہا۔ (ایضاً)

۲۶...... میر سید زید ساڈھوری از اولاد شاہ قمیص قادری حسنی (ف ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء) ایضاً

۲۷...... میاں شیخ موسیٰ، حضرت خواجہ کے علاوہ، خواجہ حسام الدین احمد سے بھی

Marfat.com

گہری وابستگی تھی۔ ایضاً

۲۸......میاں شیر محمد لاہوری، علم صرف میں گردان کے موجد یہی بزرگ تھے، آپ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب الیہ بھی تھے۔ (مکتوبات: ۳/۵۱)

۲۹......میاں شیخ رستم (ف ۱۰۷۲ھ/۱۶۶۱ء) کم سنی سے ہی حضرت خواجہ کی خدمت میں رہتے تھے۔ ان کی والدہ بی بی قطب مذکورہ بھی ولیہ تھیں اور حضرت خواجہ کی اجازت یافتہ بھی تھیں۔ (ایضاً)

۳۰......میاں شیخ اسماعیل رشدی دہلوی، حضرت خواجہ کے ملفوظات، مکتوبات اور رسائل کے جامع تھے۔ (ایضاً)

۳۱...... نواب مولانا محمد قلیج خان (ف ۱۰۲۳ھ/ ۱۶۱۴ء) حضرت خواجہ کے برادر نسبتی تھے، آپ کی زوجہ اول انہی کی بہن اور خواجہ کلاں کی والدہ تھیں، نواب قلیج خان دو مرتبہ لاہور کے ناظم بھی مقرر ہوئے مذہب اہل سنت میں متصلب تھے، قرآن مجید اور حدیث شریف کا باقاعدہ درس دیتے تھے۔ (ایضاً)

۳۲...... خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۳ء) حضرت خواجہ کی دوسری زوجہ محترمہ کے بھائی، خواجہ خرد کے ماموں، کلمات الصادقین اور طبقات شاہ جہانی وغیرہ کے مولف تھے۔ (ایضاً)

۳۳...... میاں شیخ جعفر (از اولاد شیخ یوسف قتال دہلوی ف ۹۳۳ھ/۱۵۲۶ء) حضرت خواجہ نے انہیں مریدین کو توجہ دینے کا حکم فرمایا تھا، ان کا انتقال ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء کو ہوا (ایضاً)، مفتاح العارفین ورق :۲۴۱۔الف

۳۴......شیخ عمر بنوری (۹۴۰۔۱۰۱۸/ ۱۵۳۲۔۱۶۰۹ء)

۳۵......میاں شیخ سید مصطفی باغ پتی (طبقاتِ شاہ جہانی:۹/ ۴۲)

۳۶...... شیخ ابوبکر سنبھلی (ف حدود ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء) پہلے شیخ ابن امروہوی سے

Marfat.com

منسلک تھے، پھر لاہور جا کر حضرت خواجہ کے خلافت یاب ہو کر سمرقند سے واپس آنے کا انتظار کرنے والوں میں شامل تھے۔ ایضاً

۳۷...... حافظ میر جلال الدین محمد طبیبتی سمرقندی (ف ۱۰۳۸ھ/ ۱۶۲۸ء) حافظ کلاں میر حافظ باقی کی اولاد میں سے تھے۔ (تعلیقات)

۳۸...... مولانا عبدالغفور سنبھلی (ف ۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۹ء) حضرت خواجہ کے وصال کے بعد بھی برابر آپ کے جانشینوں کی خدمت میں آتے رہے۔ (ایضاً)

۳۹...... مولانا محمد ہاشم سنبھلی (ف ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء) کم سنی میں حضرت خواجہ کی خدمت میں آئے اور وصال حضرت کے بعد خواجہ حسام الدین احمد سے تا حیات وابستہ رہے۔ (ایضاً)

۴۰...... میر سیف اللہ (از اقرباء حافظ کلاں میر حافظ باقی)

۴۱...... شیخ محمد طاہر فیروز آبادی، خواجہ حسام الدین احمد کے تربیت یافتہ تھے۔ ایضاً

۴۲...... میر حسن از اقرباء قریبہ ء حافظ کلاں مذکور

۴۳...... شیخ ابراہیم بن شیخ بہلول (ساکن پنجاب) خرد سالی میں حضرت خواجہ کے حضور حاضر ہوئے۔

۴۴...... خواجہ احمد لاہوری (قبیلہ ء پراچہ سے تعلق رکھتے تھے)

۴۵...... میاں شیخ کمال، حضرت خواجہ کے خلیفہ میاں شیخ رستم مذکور کے خسر تھے۔ ایضاً

۴۶...... حافظ حبیب لاہوری، اپنے مستقر لاہور کی سکونت ترک کر کے حضرت خواجہ کی کی خدمت میں رہتے تھے۔

۴۷...... شیخ حبیب ناگوری، یہ بھی ناگور سے حضرت خواجہ کے پاس آ کر رہنے لگ گئے تھے۔

Marfat.com

۴۸...... حاجی شیخ عبید اللہ سندھی، حرمین سے واپس آئے تو اپنے وطن سندھ جاتے ہوئے حضرت خواجہ کے حضور باریاب ہوئے اور اتنے متاثر ہوئے کہ اپنے مستقر جانے کا ارادہ ترک کر دیا، حضرت خواجہ کے وصال کے بعد مزار شریف کی خدمت ومجاورت اختیار کرلی اور سترہ سال تک یہیں رہے۔

۴۹...... ملا سدہاری کنبو، حضرت خواجہ کے دہلی میں قیام ۱۰۰۷ھ کے دوران آپ سے منسلک ہو گئے تھے اور خانقاہ شریفہ کے معاملات پر میاں شیخ الہ داد کے معاون تھے۔

۵۰...... شیخ بایزید، خواجہ احمد پرایچہ لاہوری کے ہمراہ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بہرہ ور ہوئے۔

۵۱...... ملا ڈلہ پنجابی، حضرت خواجہ کی خدمت میں ہمہ وقت حاضر افراد میں سے تھے۔

۵۲...... مرزا منصور بیگ ولد مہدی خان، یہ حضرت خواجہ کی اس جماعت منتسبین میں سے تھے جنہیں آپ لاہور میں چھوڑ کر حضرت خواجگی امکنگی کی خدمت میں گئے تھے، ان کے بیعت کرنے کی تصدیق تذکروں سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات : ۳/ ۶۳/ ۴۲، ۴۲/ ۳/ ۶۷/ ۲۱۹، ۳/ ۱۲۰/ ۵۵۶ مرزا منصور بیگ کے نام ہیں، اسی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کا ایک مکتوب (۱/ ۸۷/ ۲۲۵) بھی انہی کے نام ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ میر منصور بیگ بھی حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی کی طرح مکہ مکرمہ جا کر مقیم ہو گئے تھے وہ وہیں فوت ہو کر دفن ہوئے، حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ مرزا امان اللہ برہانپوری ان کے مدفن پر گئے تھے (مکتوبات معصومیہ: ۳/ ۷۰/ ۱۱۴-۱۱۵)

۵۳...... مولانا جمال تلوی (ف ۱۰۱۵ھ/ ۱۶۰۶ء)

تلہ لاہور کے مشہور محلوں میں سے ایک محلہ ہے، موصوف لاہور کے اکابر علماء

Marfat.com

میں سے تھے۔ (طبقاتِ شاہ جہانی: ۹ / ۴۵)

۵۴......مولانا یعقوب تھانگی (ف ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) رک شمارہ: ۲۳

مولانا جمال تلوی مذکور کے شاگرد تھے، بہت بڑے عالم تھے، جب حضرت خواجہ کی روحانیت کا سنا تو درس وتدریس ترک کر دیا کتابیں طلبہ میں تقسیم کر دیں اور ان پر اتنا جذبہ طاری ہوا کہ حضرت خواجہ انہیں دیوانہ کہا کرتے تھے، آپ کے وصال کے بعد ۱۰۲۵ھ کو اپنے مستقر تھانہ گئے وہاں طاؤن کی مشہور وباء میں انتقال کیا (طبقات شاہ جہانی: ۹ / ۶۰) اس سال سرہند میں حضرت مجدد الف ثانی کے فرزند خواجہ کا صادق بھی اس وباء میں وصال ہوا تھا۔

۵۶......ملا احمد گوجر (ف ۱۰۲۷ھ/ ۱۶۱۸ء) طبقات شاہ جہانی: ۹ / ۶۱)

۵۶...... جعفر بیگ تھانی (ف ۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء)

اکبر کے منصب دار تھے، لیکن جب اس کے غضب کا نشانہ بنے تو اپنا منصب ترک کر کے حضرت خواجہ سے منسلک ہو گئے جہانگیر نے اپنے زمانہ میں طلب کیا اور منصب دینا چاہا لیکن قبول نہ کیا۔ (طبقات، شاہ جہانی: ۹ / ۶۳)

۵۷......شیخ احمد کھیری (ف ۱۰۴۵ھ/ ۱۶۳۵ء)

حضرت خواجہ کے قدیم ''یارانِ کار'' اور ''محبوبوں'' میں سے تھے۔ (طبقاتِ شاہ جہانی: ۱۰ / ۱۴)

۵۸...... شیخ بہار جونپوری (ف ۱۰۴۴ھ/ ۱۶۳۴ء)

حضرت خواجہ کے یارانِ قدیم میں سے تھے۔ (طبقات: ۱۰ / ۱۶)

۵۹......ملا عبد السلام دہلوی ثم لاہوری (۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء)

کثیر التصانیف عالم، مدرس اور مفتی عسکر شاہ جہان تھے، کچھ عرصہ حضرت خواجہ کی صحبت مبارک بھی رہے، (طبقات: ۱۰ / ۳۷، بادشاہ نامہ: ۱ / ۳۴۲، نزہۃ الخواطر: ۵ / ۲۲۲)

Marfat.com

۶۰...... مولانا محمد فاضل بدخشی

آپ ملا محمد صادق حلوائی سمرقندی کے شاگرد اور حضرت مولانا خواجگی امکنگی کے مرید تھے، انہیں اجازت ارشاد بھی حاصل تھی لیکن خود محض لباس درویشی میں گذر کرتے تھے، حضرت خواجہ بھی ملا صادق حلوائی کے شاگرد اور مولانا خواجگی کے خلیفہ تھے، اس اعتبار سے مولانا محمد فاضل بدخشی حضرت خواجہ کے پیر بھائی بھی تھے، ایران و توران و ہندوستان میں ان جیسا کوئی عالم نہیں تھا، خواجہ محمد صادق ہمدانی نے انہیں حضرت خواجہ کا نبیرہ لکھا ہے۔ (طبقات، شاہ جہانی: ۱۰/ ۳۵) جو صحیح معلوم نہیں ہوتا، ہم حضرت خواجہ کی اولاد کی تفصیل بیان کر چکے ہیں، موصوف غالباً حضرت مولانا خواجگی امکنگی کے نبیرہ ہوں گے۔

خواجہ خرد کے ایک مرید خاص شیخ کمال محمد سنبھلی تھے، جو حضرت خواجہ کے وصال ۱۰۱۲ھ سے ایک سال پہلے ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء کو متولد ہوئے گویا وہ خواجہ خرد کے ہم عمر تھے جوانی میں ہی خواجہ خرد سے منسلک ہو گئے تھے اور ہر سال سنبھل سے آکر خانقاہِ دہلی میں مہینوں قیام کرتے تھے، انہوں نے اس مبارک خانقاہ کی بہت سی اہم روایات خواجہ خرد کی زبانی اور حضرت خواجہ کے کئی خلفاء سے براہ راست بیان کی ہیں، انہوں نے اپنی کتاب اسراریہ (تالیف: ۱۰۶۹ھ وبہ بعد اضافات: ۱۰۷۴ھ) میں حضرت خواجہ کے کئی مریدین کا تذکرہ کیا ہے، جس کی تلخیص ہم یہاں درج کر رہے ہیں:

۵۳...... شیخ ہاشم طغای ہروی (ف ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء) اسراریہ ص: ۸۸

۵۴...... شیخ محمد علی، (ف ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء) کتابت ذریعہء معاش تھا، روضہ حضرت خواجہ میں دفن ہوئے۔ (ایضاً ص: ۹۲)

۵۵...... شیخ موسیٰ سرہندی، مجذوب تھے خواجہ حسام الدین احمد کی وساطت سے

Marfat.com

حضرت خواجہ کی صحبت میں آئے (ایضاً ص:۹۲)

۵۶...... شیخ عثمان جالندھری (ف ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء) مدفون نزد روضۂ خواجہ حسام الدین احمد تین ماہ حضرت خواجہ کی صحبت میں رہے، لاہور میں مسجد شیخ فرید بخاری[1] کے حجرہ میں رہتے تھے۔ مولف کتاب عشقیہ و صاحبِ مکتوبات (ایضاً:۹۲-۹۳)

۵۷...... میر عبداللہ احراری (ف ۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء) بن میر عبدالسلام کرمانی، خواجہ خرد کی روایت ہے کہ میر عبداللہ حضرت خواجہ احرار کے حقیقی جانشین تھے اور اوائل میں حضرت خواجہ باقی باللہ سے صحبت رکھتے تھے، میر عبداللہ احراری کی والدہ شیخ ابوالفیض بن خواجکا ابن خواجہ احرار کی دختر تھیں (اسراریہ:۱۱۰، طبقات شاہ جہانی: ۹/ ۱۰، احوال وسخنان خواجہ احرار: ۴۷-۷۵) تاریخ محمدی: ۲/ ۵/ ۱۳۳ میں میر عبداللہ کا سال وفات ۱۰۲۵ھ درج ہے۔

۵۸...... مولانا خواجہ حسن کشمیری (ف ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء) خواجہ خرد کی نانی کے بھائی تھے، یہی بزرگ حضرت مجدد الف ثانی کو حضرت خواجہ کی خدمت مبارک میں لے کر گئے تھے (اسراریہ: ۱۶۴)، حضرت خواجہ کے منظور نظر تھے (طبقات شاہ جہانی: ۱۰/ ۳۸)

۵۹...... حافظ محمد خیالی (ف ۱۰۷۱ھ/ ۱۶۶۰ء) خواجہ حسن کشمیری مذکور کے ہم جد تھے، شعر خوب کہتے تھے، تاریخ گوئی کا بھی ملکہ تھا۔ (اسراریہ:۱۶۷)

۶۰...... شیخ جمال الدین بلگرامی (ف ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء بعمر صد سال) شارح نزہۃ الارواح، سنبھل میں قیام کر لیا تھا، وہاں سے جا کر حضرت خواجہ کی صحبت میں بہرہ ور ہوئے، حضرت خواجہ نے انہیں خواجہ حسام الدین احمد کے حوالہ کیا (اسراریہ:۲۶۸)

---

[1] یعنی نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری، نے لاہور میں اپنی حویلی میں مسجد بنائی تھی۔ (مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی: ۱/ ۱۹۳/ ۳۰۸) گویا شیخ عثمان جالندھری وہاں رہتے تھے

Marfat.com

۶۱ ...... شیخ حسین (ف ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء) صحبت یافتہ حضرت خواجہ ومیاں شیخ الہ داد (اسراریہ: ۲۹۱)

۶۲ ...... نواب مرتضیٰ خان شیخ فرید بخاری (ف ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) صحبت حضرت خواجہ، تربیت بحضور حضرت مجدد الف ثانی، تکمیل سلوک کے بعد حضرت خواجہ انہیں ''قبلہ گاہی'' لکھا کرتے تھے۔[1] (اسراریہ: ۲۹۱، ملفوظاتِ حضرت خواجہ، مشمولہ کلیات: ۵۷)

۶۳ ...... میراں صدر جہاں پہانوی (ف ۱۰۲۷ھ/ ۱۶۱۸ء) کو ان کی استدعا پر ''تعلیم ذکر ومراقبہ'' سکھا کر حضرت مجدد الف ثانی کے سپرد کیا، (مکتوبات حضرت خواجہ: ۱۷/ ۸۷) لیکن اس وقت کے مذہبی حالات میں وہ اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکے، ۱۰۰۴ھ۔/ ۱۵۹۶ء کو اپنے دونوں فرزندوں سمیت اکبر کے دین الٰہی میں اکبر کے ہاتھ بیعت کی، تاہم ان کا رجحان اس وقت بدل گیا جب حالات میں تبدیلی ہوئی اور جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد حضرت مجدد الف ثانی نے انہیں جو خطوط لکھے ان سے ان کے اسلام کے طرف میلان اور حمیت دین کا اظہار ہوتا ہے۔[2]

۶۴ ...... اخوند ملا حسین خباز (ف ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء)

اولاً مولانا خواجہ اسحٰق قاری کشمیری، پھر خواجہ عبدالشہید احراری اور آخر میں حضرت خواجہ کی خدمت میں راہِ سلوک طے کی، ہدایت الاعمیٰ جیسی تصوف کی کتاب انہی کی تالیف ہے۔ (تاریخ کشمیر اعظمی: ۲: ۱۳۲۔ ۱۳۳) اس کتاب کے کئی خطی نسخے پائے جاتے ہیں، اخوند خباز کئی اور کتابوں کے بھی مولف تھے[3]

حضرت خواجہ کے مکاتیب اور حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات بنام حضرتِ

---

[1] مزید تفصیل کے لئے اسی کتاب کا عنوان ''حضرت خواجہ اور سلاطین وامراء'' ملاحظہ فرمایئے

[2] مقامات معصومی: ۱/ ۳۲ [3] فہرست مشترک ۳/ ۲۱۱۳

Marfat.com

خواجہ میں بھی ایسے چند اصحاب کا ذکر ہے جو حضرت خواجہ کے صحبت یافتہ مرید تھے اور انہیں تصحیح احوال کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کے سپرد کیا گیا تھا، چونکہ ان حضرات کے حالات سے ہم تا حال واقف نہیں ہیں اس لئے صرف نام لکھے جا رہے ہیں:

۶۵...... میر سید شاہ حسین مانکپوری مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی: ۱/۳، ۱۱ (ہم نزدیک بنقطہ پایان از مقام جذبہ رسیدہ است ...... ۱/۱۸/۴۶، مکتوبات حضرت خواجہ ۱۷/۸۸)

۶۶...... خواجہ برہان ساکن مالوہ (ایضاً: ۱/۵)

۶۷...... شیخ الہ بخش ۱/۱۰/۲۳، ۱/۹۷/۱۹۰ (صلاح آثاری میاں شیخ الہ بخش بصلاح وتقوی وفضیلت آراستہ اند وجمی کثیر بایشان وابستہ ......)

۶۸...... شیخ نور ۶۹...... میاں شیخی ۷۰...... شیخ عیسیٰ ۷۱...... شیخ کمال ۷۲...... شیخ ناگوری ۷۳...... میاں شیخ کامل ۷۴...... خواجہ ضیاء الدین محمد	بعض از یاران کہ از جذبہ شہود و معرفت پیدا کردہ اند و تا غایت قدمی در منازل سلوک نہ نہادہ اند شمہ از احوال اینہا معروض می دارد ...... (۱/۱۱/۲۷-۲۹)

۷۵...... مولانا علاء الدین (ایضاً: ۱/۱۶/۳۷)

۷۶...... مولانا عبدالمومن لاہوری (ایضاً: ۱/۱۴/۳۴ ''ظاہرا بنقطہ فوق رسیدہ اند از مقام جذبہ'' ۱/۲۳۲/۳۸۰، ۲۵۳/۱۸/۴۱۸، بعد میں حضرت مجدد الف ثانی نے انہیں اجازت طریقہ دی تھی خواجہ محمد ہاشم کشمی نے مشکوۃ شریف اور مطول ان کی خدمت میں پڑھی تھیں۔ (زبدۃ المقامات: ۳۹۶)

Marfat.com

۷۷......شیخ طہٰ (بن شیخ عبداللہ نیازی سرہندی) ۱/ ۱۴ / ۳۴

۷۸......حاجی عبدالعزیز (۱ / ۱۴ / ۳۴) نیز مکتوبات حضرت خواجہ شمارہ: ۱۸

۷۹......ملا مودود محمد (۱ / ۱۴ / ۳۴)

۸۰......ملا عبدالرحمن ۱ / ۱۴ / ۳۵

۸۱......حضرت صفیہ (والدۂ ماجدۂ حضرت خواجہ) زادالمعاد (ملفوظات حضرت خواجہ: ۵۷)

۸۲...... زوجہ ثانی حضرت خواجہ یعنی ہمشیرہ خواجہ محمد صادق کشمیری ہمدانی (خود حضرت خواجہ ان کی حسن استعداد و طہارت کے قائل تھے)۔ زادالمعاد: ۲۸۰

۸۳...... زوجۂ خواجہ محمد ہاشم کشمی جو کہ حضرت میر محمد نعمان بدخشی کی صاحبزادی تھیں، فیروز آباد میں حضرت خواجہ کی اجازت سے عورتوں کے حلقہ ذکر کی نمائندگی کرتی تھیں۔ (زبدۃ المقامات: ۱۹)

۸۴...... سید لعل بن سید بدہ (والدِ شیخ کمال محمد سنبھلی مؤلفِ اسراریہ)

۸۵...... میراں سید احمد بخاری بن شیخ عبدالغفار

۸۶...... میراں سید سلیم بن سید احمد بخاری (مذکور)

۸۷...... عبدالغفور بن ضیاء الدین حیدر اسدی بخاری (تذکرۃ الابرار)

Marfat.com

نواب غازی خان بدخشی
خواجہ حسام الدین احمد کے والد گرامی

میر نظام الدین احمد مخاطب بہ غازی خان بدخشی دسویں صدی ہجری/ سولھویں صدی عیسوی کے اکابر علماء، مشائخ اور منصب داروں میں سے تھے۔

علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل کے دوران بہت سے علماء و اولیاء سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

نواب غازی خان افغانستان کے مشہور مردم خیز علاقہ بدخشان کے ایک مضافاتی قصبہ جرم[1] میں رہتے تھے، ان کا سال ولادت معلوم نہیں ہے لیکن بوقت انتقال ان کی عمر ستر سال تھی، موصوف ۴، امرداد ۹۹۲ھ/ ۲۵ جولائی ۱۵۸۴ء کو فوت ہوئے[2] اس اعتبار سے مرحوم کا سال ولادت ۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶ء قیاسی طور پر متعین ہوتا ہے۔ (یعنی ۹۲۲=۷۰-۹۹۲ھ)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جرم سے بدخشان کے ایک اور مضافاتی قصبہ قندوز میں منتقل ہو گئے تھے جہاں ان کے معروف فرزند خواجہ حسام الدین احمد کی ۹۷۷ھ کو ولادت ہوئی۔[3]

نواب غازی خان کے والد کا نام علی بصری تھا، ان کا نسب ایک طرف امام حسن

---

[1] محمد صادق ہمدانی: کلمات الصادقین: ۲۰۰ [2] ابوالفضل: اکبرنامہ: ۳/ ۴۳۶، محمد بن رستم حارثی: تاریخ محمدی: ۲/ ۴/ ۴۴۰ [3] زاد المعاد (کتاب حاضر)

Marfat.com

بصری (۱۰۱۱ھ/ ۸۲۷ء) اور دوسری طرف سے امام زاہدی ابوالرجا نجم الدین مختار بن محمود بن محمد زاہدی غزمینی (ف ۶۵۸ھ/ ۱۲۶۰ء) تک واصل ہوتا ہے۔[۱]

نواب غازی خان کے والد علی بصری کے حالات ہمیں دستیاب نہیں ہو سکے، ہمایوں بادشاہ نے جب غازی خان کی کابل آمد پر دربار میں طلب کیا تو لکھا کہ قاضی زادہ ضرور تشریف لائیں (زادالمعادص: ۳۰) جس سے قیاس ہوتا ہے کہ آپ کے والد اور دادا سلاطین بدخشان کے ہاں باقاعدہ قاضی تھے، زادالمعاد کی حکایت سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ سلطان خواجہ آپ کے والد کا لقب تھا یا دادا کا نام، اسی طرح ان کے اجداد میں سے ایک فرد خواجہ مبارک شاہ تھے جن کے نام امیر تیمور نے ایک فرمان بھی لکھا تھا نہ تو ہمیں اس فرمان کا متن کتب تاریخ میں ملا ہے اور نہ ہی خواجہ مبارک شاہ کے احوال سے ہم واقف ہیں، خواجہ محمد صادق ہمدانی نے لکھا ہے کہ ''پیش حضرت صاحبِ قران عزت صوری وآبروی تمام داشت''۔[۲]

نواب غازی خان کے آبای کرام سلاطین تیموریہ کے مصاحب وہم نشین رہے اور ان میں سے بعض امراء ومنصب دار بھی گذرے ہیں ''جو لباس دولت مندی ظاہری'' کے ساتھ سعاداتِ اخروی بھی رکھتے تھے۔[۳]

آپ نے سات سال کی عمر تک اپنے مستقر علاقہ جرم میں اپنے والدین کے زیر سایہ تربیت پائی اور یہیں ابتدائی کتب مختصرات صرف ونحو کی تحصیل کی، پھر براستہ تشمیر طالقان پہنچے جو اس وقت ایک علمی مرکز تھا، جہاں آپ نے مولانا مزید[۴] ورسجی کی

---

[۱] ایضاً اور امام زاہدی کے احوال تعلیقات کتاب حاضر میں ملاحظہ کریں (۲۲/۱۶۔۱۷)

[۲] طبقاتِ شاہ جہانی: ۱۰/۱۰، کلمات الصادقین: ۲۰۰ [۳] زادالمعاد: ۲۵

[۴] مولانا حکیم محمد مزید بخارا کے افتخار الاطباء تھے۔ (تذکر احباب: ۲۹۱۔۲۹۴) ممکن ہے یہی اس وقت طالقان میں ہوں اور نواب غازی خان نے ان سے پڑھا ہو۔ (تعلیقات: ۲۳/۳)

Marfat.com

خدمت میں تحصیل کی جو مولانا محمود سرخ اور سید جمیل بلخی کے تلامذہ میں سے تھے[۱] گویا جب آپ طالقان آئے تو حدود ۹۲۹ھ/ ۱۵۲۲ء کو یہ علماء وہاں مصروف کار تھے۔(۹۲۲+ ۷= ۹۲۹ھ)

طالقان سے سمرقند گئے جہاں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی، اسی دوران واپس اپنے مستقر جانا پڑا جہاں کے ایک عالم قاضی امین اللہ اشکمشی سے علمی مباحثہ میں غالب آئے، لیکن جلد ہی کاشغر سے ہوتے ہوئے پھر سمرقند چلے گئے، یہ حصول علم کے لئے ان کا تیسری بار سمرقند جانا تھا، جہاں انہوں نے زیادہ تر مولانا فرید الدین سعید ترکستانی[۲] اور مولانا وحید الدین احمد جندی[۳] سے تحصیل کی، یہیں مولانا مصطفی رومی[۴] سے تفسیر وحدیث کی سند حاصل کی اور سمرقند کے اکابر علماء میں آپ کا شمار کیا گیا، وہاں کے سلاطین وامراء بھی کمال ادب وتواضع سے پیش آئے[۵] چونکہ ان دنوں بدخشاں اور ماوراء النہر کے مابین راستے مسدود تھے اس لئے آپ جب براستہ کاشغر گئے تو وہاں کے علماء سے بھی خوب مباحث ہوئے جن میں آپ غالب رہے، جب آپ بلخ گئے تو وہاں مولانا عبدالغفور لاری[۶] (شاگرد ومرید مولانا جامی) کی خدمت میں حاشیہ مطالع، تفرید اور شرح تفرید پڑھیں اوران کے ایک شاگرد مولانا کمال الدین ابوالخیر[۷] کی خدمت میں ہدایہ کا درس لیا، ہمیشہ اپنے اساتذہ کی خدمت میں معزز رہے، اگرچہ آپ کے پاس وہاں گذر اوقات کیلئے کچھ نہیں تھا پھر بھی آپ امراء

---

۱ زاد المعاد: ۲۶ ۲ ان علماء کے مختصر احوال تعلیقات میں ملاحظہ کریں

۳ ان علماء کے مختصر احوال تعلیقات مین ملاحظہ کریں ۴ ان علماء کے مختصر احوال تعلیقات میں ملاحظہ کریں ۵ کلمات الصادقین: ۲۰۰، زاد المعاد

۶ حالات کے لئے دیکھئے تعلیقات حاضر (۲۶/ ۸۔۹) ۷ ایضاً

Marfat.com

کے درِ دولت سے دور ہی رہے۔[1]

طالب علمی کے زمانہ میں جب آپ تیسری مرتبہ سمرقند گئے تو تحصیل علم کے ساتھ ہی ریاضت و مجاہدہ بھی کرنے لگے اور وہاں کے درویشوں نے بھی آپ کے حال پر توجہ مبذول کرنا شروع کردی، چنانچہ مولانا فخر الدین علی کاشفی صاحب رشحات جو مولانا جامی کے شاگرد خاص و مرید تھے اور آپ کے فرزند مولانا ضیاء الدین یوسف کی تعلیم و تربیت بھی انہی کے سپرد تھی، نواب غازی خان کے احوال پر خصوصی شفقت فرمانے لگے[2] تو روحانیت کی طرف راغب ہو گئے اور وہیں اس وقت کے باکمال بزرگ مخدوم اعظم شیخ حسین خوارزمی (ف ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء) سے بیعت کرلی اور انہی کے ہمراہ سمرقند سے بخارا حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔[3]

آپ کے ایک ہم جماعت مولانا رشید الدین حاجی میاں کالے تھے ان کے کہنے پر آپ پھر مزید حصول علم کی طرف راغب ہو گئے، اور زیارت قبور کا بہانہ بنا کر دونوں وہاں سے نکلے، بخارا کے اعلم العلماء مولانا کبیک[4] کے مدرسہ میں گئے کچھ دیر ان کے درس میں بیٹھے جب علمی مباحث کا آغاز ہوا تو نواب غازی خان کا عرق ملائیت حرکت میں آیا مناظرہ کا آغاز کردیا ملا کبیک اپنی جگہ سے اٹھے اور ان کی تعظیم و توقیر کی، اور مولانا رشید الدین مذکور کی مکرر ترغیب پر دوبارہ حصول علم کے لئے بخارا سے سمرقند چلے گئے اور پھر ایک عرصہ تک وہاں رہ کر تحصیل میں مصروف رہے، لیکن ان پر پھر مخدومی شیخ حسین خوارزمی کی صحبت و محبت کا جذبہ غالب آیا اور بخارا کی طرف چل دیئے[5] اس دوران آپ کی علمیت کی شہرت بخارا، سمرقند اور بلخ تک پہنچ

---

[1] زاد المعاد، کلمات الصادقین: ۲۰۱۔۲۰۲ [2] زاد المعاد (تعلیقات: ۲۴/۷)

[3] ایضاً، کلمات: ۲۰۲ [4] حالات کے لئے دیکھئے تعلیقات: ۲۸/۳

[5] زاد المعاد: ۲۴۔۲۵

Marfat.com

چکی تھی۔[۱]

اس وقت بخارا کا حاکم عبدالعزیز خان (۹۴۷۔۹۵۶ھ/ ۱۵۴۰۔۱۵۴۹ء) علم وعلماء نواز اور فقراء ومشائخ کا عقیدت مند تھا، اس کا والد عبیداللہ خان بن سلطان محمود (۹۴۰۔۹۴۶ھ/ ۱۵۳۳۔۱۵۳۹ء) بھی بخارا کا حاکم تھا، غایت درجہ پابند شرع اور تقویت دین کے لئے اس نے بہت جدوجہد کی تھی وہ مولانا خواجہ مخدوم اعظم احمد کاسانی (ف ۹۴۹ھ/ ۱۶۴۲ء) کا مرید تھا۔ صلوٰۃ پنج گانہ کی خود امامت کرتا تھا جب وہ پیدا ہوا تو حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ کے نام پر اس کا نام عبیداللہ خان رکھا گیا تھا[۲] اسی کے قابل فرزند عبدالعزیز خان نے نواب غازی خان کی شہرت علمیہ سن کر ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی اور آپ کو دربار میں بلایا اور آپ کی آمد سے قبل بخارا کے بڑے بڑے علماء کو مدعو کیا گیا، سخت قسم کا علمی مذاکرہ ہوا جہاں ان کی علمیت کو تسلیم کرلیا گیا[۳] سلطان عبدالعزیز کے اخلاص کے پیش نظر آپ نے کچھ مدت کے لئے بخارا میں قیام کیا اس دوران وہاں کے اکابر علماء مولانا کیبک، مولانا ناصر، مولانا حسین ترکستانی اور شیخ موید وغیرہ سے مناظرے ہوتے رہے جن میں آپ کو سبقت حاصل رہی[۴]

نواب غازی خان بخارا سے حصول علم کے لئے پھر سمرقند گئے یہ اس مقصد کے لئے ان کا پانچواں سفر سمرقند تھا، وہاں حضرت احرار کے مزار پر ان کی مولانا علاء الدین محمد لاری شیرازی[۵] سے ملاقات ہوئی اور دونوں کے مابین ایسی اخوت پیدا ہوئی کہ وہ آپ کے ساتھ اپنے مستقر بدخشان آئے، ان دنوں بدخشاں کا حاکم مرزا سلمان شاہ

۱۔ کلمات الصادقین: ۲۰۲ ۲۔ محمد یوسف منشی: تذکرہ مقیم فانی مرتبہ فرشتہ صرافان: ۸۸۔۹۱ ۳۔ کلمات: ۲۰۲۔۲۰۳ ۴۔ زاد المعاد: ۲۶ ان علماء کے مختصر حالات کے لئے کتاب حاضر پر ہمارے تعلیقات ملاحظہ کیجئے ۵۔ تعلیقات: ۲۹/۱۱۔۱۲

Marfat.com

اور اس کا فرزند مرزا ابراہیم تھا، مرزا ابراہیم غایت درجہ رشد و لطافت طبع کا مالک تھا اور ارباب علم کی بہت قدر کرتا تھا، نواب غازی خان کی علمیت کی شہرت ان سے پہلے وہاں پہنچ چکی تھی اس نے نواب صاحب کو اپنے ساتھ رکھنا چاہا لیکن آپ کو مرزا سلیمان سے زیادہ مناسبت تھی اس لئے آپ کچھ عرصہ اس کے ساتھ رہے پھر مولانا علاء الدین محمد لاری مذکور کے تشویق دلانے پر علمائے مغرب سے مستفید ہونے کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں کابل پہنچے تو اس وقت ہمایوں بادشاہ کابل میں تھا جب وقائع نویسوں نے ان دو علماء کی کابل آمد کی بادشاہ کو خبر دی تو اس نے امیر شہاب الدین احمد نیشاپوری [1] کو استقبال کیلئے بھیجا اور اپنے پاس بلایا، مولانا علاء الدین محمد نے ''عذرہای نامقبول'' کیے جس سے بادشاہ ناراض ہوا اور کہا کہ مولانا نہیں آئے تو نہ آئیں البتہ قاضی زادۂ بدخشان نواب غازی خان ملاقات کا شرف بخشیں، اس وقت بادشاہ کابل کے باغ میں رونق افروز تھا آپ کو عزوجاہ سے لایا گیا انہیں ''صدر الاہالی'' بنانے کا فیصلہ کیا گیا اس وقت صدارت کے یہ تین درجے تھے:

۱...... صدر العلماء کہ اکابر و اعاظم علماء را صدارت می کرد

۲...... صدر الاہالی کہ اواسط ایں طبقہ ء عظمی را وسیلہ کورنش می شدہ

۳...... صدر الافاضل کہ درباب شعر و انشاء و سائر فضائل را از نظر می گذرانیدہ [2]

لیکن اس مردم شناس بادشاہ کی نظر آپ پر پڑی تو اس نے کہا کہ ان کے لئے ''صدر الاہالی'' کا عہدہ صحیح نہیں بلکہ انہیں صدر العلماء بنایا جائے، بادشاہ نے مزاج پرسی کے بعد کئی قسم کی مہربانی ان پر کی اور پہلی ہی مجلس میں انہیں ''اسپ و سروپاء

---

[1] ایضاً: ۳۰/۱۱-۱۲ [2] زاد المعاد: ۲۷

Marfat.com

خاص'' اور ایک ہزار شاہ رخی[1] عنایت کیے[2] پھر روز بروز آپ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ ہوتا رہا، بادشاہ ان کی جودت ذہن، حاضر دماغی، حسن تقریر اور سلاست، محاورہ سے بہت متاثر ہوا۔

انہی دنوں آپ نے ہمایوں بادشاہ کے ذوق کی خاطر بعض مباحث پر مشتمل ایک کتاب مراصد ہمایونیہ تصنیف کر کے پیش کی[3] جس کا موضوع ''مراتب عقول ونفوس وحواس'' تھا[4] گویا یہ کتاب آپ نے کابل میں تصنیف کی اور وہیں بادشاہ کے حضور پیش کی، اس کتاب کے کسی خطی نسخ کا وجود کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے کہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ اس میں اور کیا مباحث ونکات تھے۔

ہمایوں بادشاہ کو علم نجوم وہیت سے خاص دلچسپی تھی اور اس نے کئی رصد گاہیں اس علم کی تحقیق کے لئے بنائی تھیں اس کتاب کا تعلق بھی انہی مباحث سے معلوم ہوتا ہے بادشاہ نے اصطرلاب اور دیگر آلاتِ رصدی بھی ایجاد کئے تھے[5] اس علم پر بادشاہ کی دلچسپی کے پیش نظر کئی علماء نے اس موضوع پر کتابیں لکھ کر پیش کی تھیں جن میں نواب غازی خان کی مراصد ہمایونیہ بھی شامل ہے، وہیں شاہی لشکر کے اعلم العلماء مولانا شیخ حسین بغدادی کے ساتھ آپ کے کئی مناظرے بھی ہوئے جس میں آپ غالب رہے اور مولانا نے انصاف سے انہیں تسلیم بھی کیا۔[6]

---

[1] شاہ رخی، ایک سکہ ہے جسے خاقانِ سعید شاہ رخ مرزا (۸۰۷۔۸۵۰ھ/ ۱۴۰۴۔۱۴۴۶ء) بن امیر تیمور نے حکومت سنبھالنے کے بعد شاہ رخی کے نام سے جاری کیا (مطلع سعدین ۲/ ۱/ ۲۳، حبیب السیر: ۳/ ۵۵۳، لغت نامہء دھخدا، دانشنامہ زبان وادب فارسی در افغانستان مرتبہ حسن انوشہ) یہ سکہ اس کی وفات کے بعد بھی ہمایوں کے قیام کابل (۹۶۰ھ/ ۱۵۵۳ء) تک وہاں جاری رہا [2] کلمات: ۲۰۲۔۲۰۳، زاد المعاد: ۲۷۔۲۸ [3] زاد المعاد: ۲۸

[4] کلمات: ۲۰۵ [5] بزم تیموریہ: ۱/ ۸۹۔۹۶ [6] زاد المعاد: ۳۲

Marfat.com

اسی طرح کچھ مدت گزری تھی کہ ہمایوں کو بعض خفیہ امور مملکت اور پیغامات بدخشان بھیجنے کے لئے تردد ہوا کہ کس کا انتخاب کیا جائے تو کرۂ فال نواب غازی خان کے نام کا نکلا اور آپ کو مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم کے پاس بھیجا، ان حضرات نے آپ کی آمد کو نعمتِ غیر مترقبہ سمجھتے ہوئے آپ کو روک لیا اور ایک دوسرے امیر علی خان بدخشی کو اپنے جوابات دے کر دربار مغلیہ میں روانہ کیا اور بدخشان کا نظم وضبط آپ کے سپرد کر کے ''اعلم خاقانی'' کا خطاب دیا، آپ مدتوں بدخشاں میں رہے اور ''عدل ورفاہیت'' سے قوانین پر عمل کروایا۔[۱]

ہمایوں نے اس دوران جو فرامین مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم کو بھیجے ان کے حاشیہ پر اپنے قلم سے آپ کے لئے دعائیہ جملوں کا اضافہ کرتا رہا۔[۲]

نواب غازی خان ایک عرصہ تک بدخشاں میں رہے وہاں کے حالات سے قدرے دل برداشتہ بھی ہوئے آپ کا تعلق مشہور شیخ طریقت شیخ خلیل اللہ بدخشی[۳] (۱۰۰۱ھ/ ۱۵۹۲ء) سے تھا جو سلسلہء کبرویہ کے شیخ تھے، بدخشان کے حکام بھی ان کے غایت درجہ معتقد تھے لیکن وہاں کے امراء کی سازشوں سے تنگ آ کر موصوف بخارا چلے گئے، جہاں انہیں قبول عام حاصل ہوا۔

اب چونکہ نواب غازی خان کے شیخ بدخشان سے چلے گئے تھے اس لئے انہوں نے بھی وہاں سے روانگی کا فیصلہ کر لیا اور مرزا سلیمان سے سفر حجاز کے لئے رخصت لے کر ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے، جب کابل پہنچے تو وہاں کے گورنر مرزا محمد حکیم (ف ۹۹۳ھ/ ۱۵۸۵ء) بن ہمایوں بادشاہ کی استدعا پر نواب غازی خان نے کابل میں قیام فرمایا اس نے ان سے کچھ اسباق بھی پڑھے اور ان کی بہت توقیر کی۔[۴]

۱۔ ایضاً: ۲۹، کلمات: ۲۰۳ ۲۔ زادالمعاد: ۳۳

۳۔ تعلیقات: ۳/۳۲ ۴۔ زادالمعاد: ۳۲، کلمات: ۲۰۳

Marfat.com

ہمایوں جب ایران سے واپس آکر ہندوستان فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا تو اس نے مرزا حکیم کی نگرانی میں منعم خان کو کابل میں متعین کیا حدود ۹۶۳ھ/ ۱۵۵۵ء کو مرزا سلیمان و مرزا ابراہیم نے کابل فتح کرنے کے لئے کابل پر حملہ کر دیا تو منعم خان قلعہ کابل میں محصور ہو گیا، مرزا سلیمان نے نواب غازی خان کے ذریعہ منعم خان کو پیغام بھیجا کہ تم صرف ایک بار میرے نام کا خطبہ پڑھ دو، منعم خان نے مصلحتاً ایسا ہی کیا جس سے مرزا سلیمان واپس بدخشان چلا گیا۔ (منتخب التواریخ: ۲/ ۱۰) قیاس ہے کہ نواب غازی خان کو مرزا سلیمان بدخشان سے لایا ہوگا۔

اس دوران ہندوستان کے بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کو نواب غازی خان جیسے باکمال عالم کی کابل میں آمد اور قیام کا علم ہوجاتا ہے تو وہ آپ کو ہندوستان آنے کی دعوت دیتا ہے اور کئی فرامین آپ کی طلبی کے تاکید کے ساتھ روانہ کرتا ہے جس پر مجبور ہو کر مرزا حکیم انہیں رخصت دے دیتا ہے[۱] کابل میں تین سال تک آپ کا قیام رہا۔[۲]

نواب غازی خان کابل سے روانہ ہو کر ۹۸۲ھ/ ۱۵۷۴ء کو ہندوستان پہنچے[۳] اکبر ان دنوں بعض بغاوتوں کے استیصال کے لئے بنگال گیا ہوا تھا، وہ حاجی پور و پٹنہ کے قیام کے بعد خانپور پہنچا تو وہاں نواب غازی خان اس سے ملے[۴] جو یقیناً اس وقت اودھ کے مضافات میں ہوگا کیوں کہ زاد المعاد میں ملاقات کا مقام درج نہیں

---

[۱] ایضاً [۲] کلمات: ۲۰۳ [۳] تذکروں خصوصاً کلمات الصادقین ص: ۲۰۳ اور زاد المعاد: ۳۴ میں نواب غازی خان کی ہندوستان آمد کا سنہ ۹۸۱ھ دیا گیا ہے جو معاصر کتب تاریخ اکبر نامہ اور تاریخ اکبری کے مندرجہ سنہ ۹۸۲ھ سے متفاوت ہے، ہمارے نزدیک کتب تاریخ کے سنہ کو ترجیح حاصل ہے (تعلیقات: ۳۴/ ۶)

[۴] تاریخ اکبری، تعلیقات: ۱۹۵/ ۸، ۲۰۷، ۳، منتخب التواریخ: ۲/ ۱۲۵

Marfat.com

بلکہ اودھ تحریر ہے۔

بادشاہ پوری بشاشت اور خوشی سے ان سے ملا بہت سے انعامات سے نوازا، شمشیر مطلاء اور پانچ ہزار روپے نقد پیش کئے، پھر منصب ''پروانچی گری'' عنایت کیا، بادشاہ کی نظر ترحم پر آپ کی زبان پر یہ شعر تھا۔

ایزد چو شمع روی وی افروخت در ازل — بر ما رقم بمنصب پروانگی کشید [1]

''پروانچی گری'' ایک اہم منصب تھا، پروانچی شاہی احکام لکھتا اور روانہ کرتا تھا[2] جس سے خوش ہو کر آپ نے ہندوستان میں قیام اور اکبر کی ملازمت کا مصمم ارادہ کر لیا[3] اگلے ہی سال ۹۸۳ھ/ ۱۵۷۸ء کو جب والی بدخشان وہاں کے حالات کی دگرگونی سے متاثر ہو کر ہندوستان چلا آیا تو اکبر نے نواب غازی خان کو اس کے استقبال کے لئے بھیجا اپنے زمانہ اقتدار میں اس نے غازی خان کو قاضی خان کا خطاب دیا۔[4]

نواب غازی خان کو اکبر نے کئی مہمات سر کرنے کے لے فوج کے ساتھ روانہ کیا ان لشکروں میں آپ نے داد شجاعت دی اور فتح مندر ہے۔

پہلی مہم جس کا با قاعدہ کتب تاریخ میں تذکرہ ملتا ہے وہ رانا پرتاب سنگھ (عرف رانا کیکا) ولد راجہ راماساہ گوالیاری کے خلاف ہے، جو اوائل محرم ۹۸۴ھ ۱۵۷۶ء کو روانہ کی گئی یہ رانا کوکندہ اور کوبھل میر کا حاکم تھا، اکبر نے با قاعدہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر اس مہم میں کامیابی کے لئے دعا کی اور راجہ مان سنگھ ولد راجہ بھگوان داس کی سرکردگی میں ایک زبردست مہم روانہ کی اسے با قاعدہ دارالحرب قرار دے کر بہادروں کی ایک جماعت جس میں آصف خان میر

---

[1] ایضاً: ۱۹۵ [2] ایضاً: ۲/ ۳۷ [3] زادالمعاد: ۳۰

[4] منتخب التواریخ: ۲/ ۱۴۸

Marfat.com

بخشی، غازی خان بدخشی، شاہ غازی خان تبریزی، مجاہد خان، سید احمد خان، سید ہاشم بارہہ اور مہتر خان خاصہ خیل وغیرہ شامل تھے، یہ بہت ہی شدید معرکہ تھا جس میں بہادروں نے سرفروشی دکھائی رانا کیکا اپنے بھائیوں سالباض اور بھاوسنگھ اور اپنے والد راجہ رامساہ گوالیاری سمیت قتل ہوا۔[1]

مسلمانوں میں اس مہم پر جانے کا اتنا جوش تھا کہ خود مورخ عبدالقادر بدایونی نے بھی اس مہم میں شرکت کی آرزو تھی لیکن وہ شامل نہ ہو سکے[2]

نواب غازی خان بدخشی اس معرکہ میں زخمی بھی ہوئے اور غازی خان کا خطاب یہیں ان کو بادشاہ کی طرف سے ملا۔[3]

۹۸۶ھ/ ۱۵۷۸ء کو دوسری مہم ایدر کے راجہ کے خلاف بھیجی گئی، خود اکبر اس میں شامل تھا اس نے نواب غازی خان بدخشی کو ہزاری کا منصب دے کر شریف محمد خان آتکہ، مجاہد خان اور ترک سبحان قلی کو تین ہزار سواروں کے ساتھ تھانہ موہنی میں متعین کیا کہ وہ رانا کے باہر آنے کا خیال رکھیں، بادشاہ مالوہ کی طرف فوج کے ساتھ روانہ ہوا، دوسرے امراء اور اکابر فوجی مہم جو بھی اس لشکر سے آملے اور شدید مقابلہ کے بعد اکبر کو فتح ہوئی۔[4]

گویا نواب غازی خان بدخشی کو ۹۸۶ھ میں ہزاری منصب ملا تھا، اکبر کے امراء آپس میں جھگڑتے رہتے تھے جس کے باعث ایک بار اکبر نے ان سے ناراض ہو کر ان کو کورنش سے محروم کر دیا ان میں راجہ ماں سنگھ اور آصف خان جیسے اکابر بھی

---

[1] تاریخ محمدی: ۲/ ۴/ ۹۴ ۳، اکبر نامہ: ۳/ ۱۶۶۔ ۱۹۴، منتخب التواریخ: ۲/ ۱۵۷۔ ۱۵۸، آئین اکبری (تعلیقات بلوخمان: ۱/ ۳۶۱)، کلمات الصادقین: ۲۰۳۔ ۲۰۴

[2] منتخب التواریخ: ۲/ ۱۵۷ [3] کلمات الصادقین: ۲۰۴

[4] اکبر نامہ: ۳/ ۲۳۸، منتخب التواریخ: ۲/ ۱۶۶۔ ۱۶۷

Marfat.com

شامل تھے لیکن نواب غازی خان کا معاملہ ان سے جداگانہ تھا اکبر ان سے ناراض نہ ہوا۔ [۱]

اکبر نواب غازی خان کا احترام کرتا تھا اور ان کی سفارش مانتا تھا ایک مرتبہ عبدالقادر بدایونی اپنے مستقر پساور میں طویل قیام کے بعد واپس آئے تو ان کا منصب امامت بحال کرنے سے انکار کر دیا لیکن نواب غازی خان کی سفارش پر ان کی زمین (بہ تجویز شیخ عبدالنبی) بطور مدد معاش دے دی، امامت کا منصب اس لئے بھی بحال نہ ہوا کہ دین الٰہی کے اجراء سے دربار میں نماز با جماعت موقوف کر دی گئی تھی [۲]

اکبر نے ہجرت کے ہزار سال پورے ہونے پر ۹۹۰ھ/ ۱۵۸۲ء کو علماء کو حکم دیا کہ ہزار سال کی مسلمانوں کی تاریخ لکھیں، اس کام پر بڑے بڑے نامور علماء کو مقرر کیا گیا عبدالقادر بدایونی بھی اس تالیف میں شریک تھے انہوں نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے بارے میں لکھا جس میں حضرت ام کلثوم بنت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قضیہ بھی لکھا جس پر اکبر نے گرفت کی، بدایونی کا جان بچانا مشکل ہو گیا لیکن ابوالفضل اور نواب غازی خان بدخشی کی توجیہات کی وجہ سے اکبر کے قہر سے نجات ملی۔ [۳]

اکبر نے نواب غازی خان کو اودھ میں جاگیر دی تھی [۴] جس کی تفصیلات کتب تاریخ میں نہیں ملتیں اور نہ ہی تذکروں میں اس جاگیر کا محل وقوع اور رقبہ بتایا گیا ہے، ۹۸۸ھ/ ۱۵۸۰ء کو رائے پرکھوتم کی بغاوت کے سلسلہ میں دیگر امراء کے ساتھ اودھ کے جاگیردار نواب غازی خان کو بھی حکم ہوا کہ جب لشکر وہاں سے گذرے تو ان کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ [۵]

---

[۱] ایضاً: ۲۔۱۶۶ — [۲] ایضاً: ۲/ ۱۹۱ — [۳] ایضاً: ۲/ ۲۰۲

[۴] اکبر نامہ: ۳/ ۲۸۷ — [۵] ایضاً

Marfat.com

اسی سال اکبر بہار کے باغیوں کی گوشمالی کے لئے گیا تو اُسے وہاں طویل قیام کرنا پڑا ایک موقع پر نواب غازی خان کو بہادروں کی ایک جماعت کے ساتھ بہار میں ہی ٹھہرنے کا حکم ملا[۱]، پھر ۹۸۹ھ/ ۱۵۹۱ء کو جب اکبر کا لشکر فتح مند ہو کر غیاث پور پہنچا تو عرب بہادر جس نے شہباز خان سے شکست کھائی تھی مغلوں کے خوف سے سارنگ پور کی طرف نکل گیا، جب فوج اس کے تعاقب میں روانہ ہوئی تو نواب غازی خان کو ایک فوجی دستہ کے ساتھ یہیں رہنے دیا کہ اس کی نقل وحرکت پر نظر رکھیں غازی خان نے عرب بہادر کو گرفتار کر لیا اور خان اعظم کے پاس حاجی پور بھیج دیا جس نے اسے زنجیروں میں جکڑ کر اکبر کے حضور پیش کیا[۲]

۹۹۰ھ/ ۱۵۸۲ء کو ایک سفر میں نواب غازی خان شہزادہ سلیم کے ہمرکاب تھے[۳] اکبر کو نواب غازی خان پر کامل اعتماد تھا اس نے حکم دیا کہ تمام علماء وسادات وقضات وارباب مناصب شرعی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مدد معاش کی دستاویزات کی تحقیق کروائیں اور ان تمام کو آپ کی صواب دید پر چھوڑ دیا گیا، جس پر آپ اپنی مہر تصدیق ثبت کرتے وہی قابل قبول ہوتی۔[۴] ان کی مہر کا سجع یوں تھا ''غازی خان میر فراغت''۔[۵]

صوفیہ کے تذکروں میں نواب غازی خان کے زہد، تقوی اور اکبری الحاد سے لاتعلقی کا ذکر ملتا ہے کہ باوجود دولت وعظمت وجاہ وشوکت آپ کو دنیا سے کوئی کام نہیں تھا، آپ کے اوقات مقرر تھے آخر شب بعد از تہجد گریہ وزاری آپ کی عادت تھی۔ آخری امراض کے زمانہ میں بھی آپ دنیاوی امور کی طرف متوجہ نہ ہوئے بلکہ قرآن خوانی اور اذکار سے لحہ بھر غفلت نہ برتتے تھے۔[۶]

---

[۱] ایضاً: ۳/ ۳۲۴ [۲] ایضاً: ۳۔ ۳۴۴ [۳] ایضاً: ۳/ ۳۹۶
[۴] کلمات: ۲۰۴، زاد المعاد: ۳۱ [۵] کلمات: ۲۰۴، زاد المعاد: ۳۱ [۶] کلمات: ۲۰۴

Marfat.com

اسی طرح آپ کی مجلس درس کا بھی کبھی ناغہ نہیں ہوتا تھا کبروی سلسلہ کے اوراد ووظائف آپ کی زندگی کا معمول تھے۔[۱]

نواب غازی خان بدخشی مشہور سنی عالم اور منصب دار نواب قلیج خان کے درس میں بھی شریک ہوتے تھے، ایک مجلس افطار کے موقع پر نواب قلیج خان کے درس میں نواب غازی خان کی شرکت کا تذکرہ بدایونی نے کیا ہے۔[۲]

لیکن اس تقوی کے باوجود نواب غازی خان کا اکبر کے محضر نامہ پر اثباتی دستخط کرنا، سجدہ کا جواز پیش کرنا اور اکبر کی مجلس امور مذہبی میں مددگار و مشیر کے طور پر شامل ہونا[۳] متضاد اقدام نظر آتے ہیں۔[۴]

نواب غازی خان کے فرزند گرامی خواجہ حسام الدین احمد جنھوں نے اکبر سے بصد وقت خلاصی حاصل کی تھی کا بیان ہے کہ ہمارے والد کا اکبر سے تعلق دو اسباب سے تھا، اول وجہ معاش کا حصول دوم ملازمت کے احکام کی پاسداری کے لئے، مولف زاد المعاد جو خواجہ حسام الدین احمد کے پروردہ تھے اور کم سنی سے ان کی وفات تک ان کے ساتھ رہے کا بیان ہے کہ اگر نواب غازی خان کی ''حمیت دین اور حمایت مسلمانی'' اور اس سلسلہ میں بادشاہ اور ''مصاحبان بادشاہ'' کے ساتھ مکالمات اور

---

[۱] زاد المعاد: ۳۶۔۳۷ [۲] منتخب التواریخ: ۲/ ۳۴۰ (طبع کلکتہ) تعجب ہے کہ اطہر عباس رضوی بدایونی کی عبارت نہیں سمجھ سکے اور خود نواب غازی خان کو درس دیتے ہوئے دکھا دیا: Religious and intellectual history... p.441

[۳] منتخب التواریخ: ۳/ ۱۰۴، ۱۸۶ (ملا علی کابلی اس پر حسرت کرتا تھا کہ اسے سجدہ کا جواز پیش کرنے کی سعادت کیوں حاصل نہ ہوئی (ایضاً: ۳/ ۱۸۶)

[۴] اکبر نامہ: ۳/ ۴۰۴

Marfat.com

اقدامات کا تذکرہ لکھا جائے تو اس کے لئے جداگانہ رسالہ لکھنا ہوگا[1]۔

تاہم ان کا شمار اکبر کے مخالف امراء میں بھی نہیں کیا جا سکتا، قطب الدین محمد خان اور شہباز خان سے اکبر نے جب دین الٰہی قبول کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے نہایت جرأت سے اسے رد کر دیا[2] بعض علماء کو جنہوں نے اکبر کے عقائد کے خلاف آواز اٹھائی تھی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے، کئی علماء کو ملک بدر کیا بعض کو ان کے مستقر سے اتنا دور بھیج دیا کہ وہ زندگی بھر واپس نہ آ سکے۔[3]

اگر نواب غازی خان بدخشی بھی مخالفت کرتے تو ان کا انجام بھی یہی ہوتا، تاہم ان کے ''مسلمانانِ ہندو مزاج'' کی طرح اکبر کو راہ راست سے ہٹانے کی کوشش کرنے کا ثبوت نہیں مل سکا، عبدالقادر بدایونی جیسا مجاہد مورخ اس جماعت شوم اور علمائے سوء بے دین کے درمیان رہا اور بلا خوف و خطر اس نے سب کے کردار کو بے نقاب کیا اگر وہ بھی نواب غازی خان کے محضر نامہ پر دستخط اور سجدہ کا جواز تراشنے کے سوا ان سے دیگر علمائے سو کی طرح کچھ اور حرکات سرزد ہوتیں تو کبھی معاف نہ کرتا اور اعلانیہ لکھ دیتا، اکبر سے اتنا قرب رکھنے کے باوجود انہوں نے دین الٰہی میں اکبر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔[4]

نواب غازی خان آخری عمر میں بیمار رہنے لگے تھے انہیں خناق کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا وہ اکبر سے اجازت لے کر اپنی جاگیر پر اودھ چلے گئے وہیں ۴ امرداد

---

[1] زاد المعاد: ۳۷ (درباب حمیت وحمایت مسلمانی حضرت خان علیہ الرحمۃ وآں مقاومات ومصادماتکہ از ایشاں درباب بادشاہ ومصاحبان پادشاہ در ہر چند گاہی بوقوع آمد شنیدہ، ایں رسالہ گنجائش تحریر آں ندارد وبالجملہ درآں وقت از حامیانِ اسلام و متصلبان ملت خیر الانام کاملتر و نافع تراز ایشاں کسی نہ بود) [2] منتخب التواریخ: ۲۰۰

[3] ایضاً: ۲۰۱-۲۰۲ [4] دین الٰہی میں داخل ہونے والے ۱۸، افراد کے ناموں میں ان کا نام شامل نہیں (آئین اکبری، حواشی بلوخمان: ۱/ ۲۱۸، ۲۱۹)

Marfat.com

۹۹۲ھ/ ۱۵ جولائی ۱۵۸۴ء کو انتقال کیا عمر ستر سال تھی۔[۱]

تذکروں میں صرف سنہ وفات لکھا گیا ہے[۲] تاریخ وفات نہیں لکھی گئی، انہیں اودھ میں ہی حضرت شیث اور حضرت صالح علیہما السلام کے روضہ کے جوار میں دفن کیا گیا[۳] اودھ کی مقامی کتب تاریخ میں وہاں حضرت شیث اور حضرت ایوب کے مزارات کی نشاندہی کی گئی ہے اور لکھا ہے کہ ان کی حدود میں ہزار ہا اکابر کی قبور ہیں اور انبیاء کے مزارات خاصے طویل بنائے گئے ہیں۔[۴]

نواب غازی خان کی نعش کو چند سال اودھ میں ہی رہنے دیا پھر آپ کے فرزند گرامی خواجہ حسام الدین احمد نے وہاں سے تابوت نکال کر دہلی میں قدم گاہ حضرت رسالت پناہ ﷺ میں اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزار کے جوار میں دفن کیا اور جداگانہ عمارت و مقبرہ بنوایا[۵] خواجہ محمد صادق ہمدانی نے قطعۂ تاریخ وفات کہا جو ان کے روضہ پر لکھا ہوا تھا۔[۶]

نواب غازی خان کی نعش کس سنہ میں دہلی منتقل کی گئی؟ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے البتہ کلمات الصادقین کی تالیف ۱۰۲۳ھ/ ۱۶۱۴ء سے پہلے انہیں دہلی لایا جا چکا تھا، حبیب اللہ نے ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء کو جب مدفونین دہلی کا تذکرہ ذکر جمیع اولیاء دہلی لکھا تو نواب غازی خان بدخشی کے نام کا کوئی مقبرہ وہاں جداگانہ طور پر نہیں تھا، اسی طرح کتب تاریخ سے نواب غازی خان کے صرف ایک فرزند خواجہ حسام الدین احمد کا پتہ چلتا ہے جن کو اکبر نے ان کی وفات ۹۹۲ھ کے بعد دربار میں بلا کر والد کی

۱۔ اکبرنامہ: ۳/ ۴۳۶ (متبادل عیسوی تاریخ بیورج کے اکبرنامہ کے انگریزی ترجمہ: ۳/ ۶۵۵ سے ماخوذ ہے) تاریخ محمدی: ۲/ ۴/ ۴۴۰ میں وفات کا مہینہ رجب، منتخب: ۳/ ۱۰۴، تقویم کے عین مطابق ہے۔ ۲۔ کلمات الصادقین: ۲۰۴۔ ۲۰۵، زاد المعاد: ۴۳

۳۔ کلمات: ۲۰۰ ۴۔ آئینہ اودھ: ۲۴۱۔ ۲۴۲ ۵۔ زاد المعاد: ۱۹۰ ۶۔ کلمات: ۲۰۵

Marfat.com

بجائے منصب دیا۔[1]

لیکن زادالمعاد سے نواب غازی خان کے دو فرزندوں اور دو بیٹیوں کا علم ہوتا ہے، وفات کے وقت ان کے ایک فرزند خواجہ علاء الدین حسین کم سن تھے، خواجہ حسام الدین احمد نے اپنی اولاد کی طرح اس کی پرورش کی وہ جہانگیر کے ملازمین میں شامل تھے اور حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں امراء کی وضع کے ساتھ حاضر ہوا کرتے تھے۔[2]

اسی طرح نواب غازی خان کی دو بیٹیاں تھیں جو یقیناً بڑے امراء سے منسوب ہوئی ہوں گی، ایک دختر اکبر آباد (آگرہ) میں رہتی تھیں، خواجہ حسام الدین احمد جب آخری عمر میں شاہ جہان کے طلب کرنے پر اکبر آباد گئے تو اپنی بہن سے ملنے کے لئے ان کی حویلی میں جایا کرتے تھے[3] اسی طرح نواب غازی خان کی ایک بیٹی دہلی میں رہتی تھیں جن کے متعلقین کی تعداد ساٹھ ستر کے قریب تھی، کی کفالت خواجہ حسام الدین احمد ہی کرتے تھے ان کا نام خان زادہ ماہ تھا[4] زادالمعاد سے نواب غازی خان کا شجرہ اولاد یوں مرتب کیا جا سکتا ہے۔

خواجہ مبارک شاہ (متوسل امیر تیمور)
|
سلطان خواجہ
|
قاضی علی بصری بدخشی
|
ملا نظام الدین احمد (غازی خان بدخشی)

خواجہ حسام الدین احمد	خواجہ علاء الدین حسین (منصب دار جہانگیر)	خانزدہ ماہ مقیم آگرہ	دختر (مقیم دہلی)

---

۱ رک احوال خواجہ حسام الدین احمد، مقدمہ ہذا ۲ زادالمعاد: ۵۶
۳ ایضاً: ۱۷۸ ۴ ایضاً: ۳۱۸

Marfat.com

نواب غازی خان کی اولاد ابتداء میں اودھ میں ہی رہتی تھی وہیں ان کی جاگیر تھی وہیں انہیں دفن کیا گیا بعد میں ان کی نعش دہلی لائی گئی، اس سلسلہ میں ہم نے اودھ کے اکابر کے انساب پر لکھی جانے کتب آئینہ اودھ [1] اور پشت نامہ ہسوہ [2] دیکھیں لیکن ان میں ان کی اولاد کا کوئی تذکرہ نہیں ملا جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان کی وفات ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء کے بعد یہ افراد ہندوستان کے مختلف علاقوں میں آباد ہوگئے ہوں گے یا خواجہ حسام الدین احمد کے قیام دہلی کے باعث دہلی میں آبسے ہوں گے، خواجہ حسام الدین احمد کے دو فرزند اور دو بیٹیاں تھیں۔ [3]

نواب غازی خان بدخشی کئی کتابوں کے مولف تھے، آپ کے معاصر عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے تصانیف معتبر دارد...... و در تصوف رسائل متعدد تصنیف وتالیف نمودہ [4] ایک اور معاصر خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری جنہوں نے آپ کے رسائل دیکھے تھے اور ان سے نقل واقتباس بھی دیئے ہیں لکھا ہے: لہنا رسائل بسیار است [5] جن کی تفصیل یہ ہے:

۱...... رسالہ در اثبات کلام وبیان ایمان تحقیق وتصدیق [6]

۲...... حاشیہ بر شرح عقائد نسفی [7]

۳...... تفسیر سورۃ والضحیٰ والم نشرح [8]

۴...... حاشیہ شرح مولانا جلال الدین دوانی [9]

---

[1] آئینہ اودھ مولفہ سید محمد ابوالحسن، مطبوعہ مطبع نظامی کانپور: ۱۳۰۵ھ

[2] پشت نامہ ہسوہ مولفہ سید واحد علی وحید، مطبوعہ مطبع اکلیل، بہرائچ، ۱۹۲۹ء

[3] مقدمہ ہذا احوال خواجہ حسام الدین احمد [4] منتخب التواریخ: ۳۔ ۱۰۴

[5] کلمات الصادقین: ۲۰۵ [6] منتخب: ۳/ ۱۰۴ [7] ایضاً، کلمات الصادقین: ۲۰۵

[8] ایضاً: ۲۰۰ [9] ایضاً

Marfat.com

۵......مراصد العنایۃ ہمایونیہ (در مراتب عقول و نفوس و حواس)

یہ کتاب ہمایوں بادشاہ کو اس کے قیام کابل کے دوران لکھ کر پیش کی۔ [۱]

۶......رسالہ بحث کلام [۲]

۷......رسالہ بحث ایمان [۳]

۸......رسالہ عدم مطالعہ در تصورات [۴]

۹......شرح رسالہ احمد جندی [۵]

۱۰......رسالہ بحث الفاظ [۶]

۱۱......رسالہ اجوبہ ابحاث میر سید محمد امین کاشانی [۷]

۱۲......مکتوب در باب نصیحت فرزند ارشد خود حضرت خواجہ حسام الدین احمد [۸]

یہ پورا اور طویل مکتوب کلمات الصادقین میں نقل کیا گیا ہے۔کلمات: ۲۰۶۔۲۱۲

۱۳......رسالہ در بیان کلمہ توحید، خطی مخزونہ کتابخانہ البیرونی اورینٹل انسٹی ٹیوٹ، تاشکند، شمارہ 9027/IX مکتوبہ ۱۰۵۵ھ سال تالیف ۹۴۹ھ/ ۱۵۴۲ء [۹]

مذکورہ کتابخانہ کی فہرست مخطوطات روسی زبان میں ہے، افسوس کہ ہم یہ زبان نہیں جانتے اس لئے اس کی تفصیل بیان کرنے سے قاصر ہیں، خواجہ محمد صادق ہمدانی

---

۱ ایضاً تفصیل اس سے قبل ملاحظہ کریں ۲ کلمات: ۲۰۵ ۳ ایضاً

۴ ایضاً ۵ ایضاً ۶ ایضاً ۷ ایضاً ۸ ایضاً

۹ نقشبندیہ طریقتسیکا عائد قولیازمۃ اثرلار فہرستی، ماوراء النہر نشریاتی، تاشکند، ۱۹۹۳ء ص: ۹۱ (جناب احمد منزوی نے فہرست کتابخانہ (اکادمی علوم جمہوری ازبکستان کے حوالہ سے رسالہ در بیان کلمہ توحید کے ایک نسخہ کا ذکر ہے (فہرستوارہ: ۷/ ۲۴۷) جو کتابخانہ البیرونی کے نسخہ کے علاوہ معلوم ہوتا ہے)

Marfat.com

نے شرح رسالہ توحید مولانا جلال الدین (دوانی) بھی نواب غازی خان کی تالیف بتائی ہے غالباً اس سے مراد یہی رسالہ کلمہ توحید ہے۔

گویا نواب غازی خان بدخشی کی تالیفات مذکورہ میں سے ایک رسالہ کلمہ توحید ہے جو تاشکند کی مذکورہ لائبریری میں محفوظ ہے دوسرا رسالہ شرح کمیلیہ ہے جو نواب صاحب نے حدیث ماالحقیقۃ کا عربی سے فارسی میں ترجمہ اور شرح کی ہے، عربی متن کے جامع علامہ عبدالرزاق کاشانی (ف ۷۳۶ھ/ ۱۳۳۵ء) ہیں یہ شرح ایک اصل اور دو فصول پر مشتمل ہے، اصل کے تحت نواب صاحب نے ''ترجمہ کلام (حدیث) بے تصرف وتاویل وتغیر'' کیا ہے، اس کے بعد دو فصول ہیں اول میں ترجمہ وشرح حدیث اور دوم میں تنقیح وتوضیح وشرح مطالعہ کارِ علامہ کاشانی ہے، کمیلیہ کا ایک خطی نسخہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد میں ہے [1] باقی کتابیں امتداد زمانہ سے ضائع ہو چکی ہیں یا تا حال ہمیں ان کی وجود کا علم نہیں ہے۔

نواب غازی خان بدخشی کے ایک شاگرد حاجی غیاث الدین محمد نے نواب صاحب کے احوال ومناقب پر ایک رسالہ لکھا تھا، جس کے کسی خطی نسخہ کا تا حال علم نہیں ہے، خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری نے جب کلمات الصادقین (۱۰۲۳ھ) لکھی تو یہ رسالہ ان کے پیش نظر تھا، انہوں نے اس کی تلخیص کتاب مذکور میں نواب صاحب کے احوال کے ضمن میں پیش کردی ہے، اس رسالہ کے مولف آپ کے شاگرد تھے اور آخری ایام حیات تک اودھ میں آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ [2]

---

[1] احمد منزوی: فہرست مشترک: ۳/ ۱۸۱۴۔۱۸۱۵، فہرستوارہ: ۷۔۰۷ علامہ کاشانی کے عربی متن کی تفصیل کے لئے دیکھئے مجموعہ رسائل ومصنفاتِ کاشانی، مقدمہ مجید ہادی زادہ ۲۲۸۔۲۲۹

[2] کلمات: ۲۰۱، ۲۰۴

Marfat.com

خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ

زاد المعاد کے صاحبِ سوانح

خواجہ حسام الدین احمد، معروف عالم مولانا نظام الدین احمد ملقب بہ نواب غازی خان بدخشی کے فرزند، اکبر بادشاہ کے منصب دار اور ترکِ ملازمت کے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ ورفیق خاص تھے۔

اگرچہ کتاب حاضر یعنی زاد المعاد آپ کے احوال کا مکمل احاطہ کرتی ہے لیکن اس میں تذکرہ نویسی کی قدیم روش کے تحت آپ کے حالات لکھے گئے ہیں جس سے عام قاری پر یک نظری مطالعہ سے آپ کی مبارک زندگی کے تمام گوشے واضح نہیں ہوتے، اس لئے ہم نے اس کتاب اور دیگر مآخذ کی بنیاد پر آپ کے مختصر احوال لکھے ہیں

آپ کے والد گرامی مولانا نظام الدین احمد ملقب بہ قاضی خان و غازی خان بدخشی ایک بہت بڑے عالم وصوفی تھے، ان کا نسب ایک طرف سے امام حسن بصری سے اور دوسری طرف امام المفسرین ابوالرجا نجم الدین مختار غزمینی زاہدی (ف ۶۵۸ھ / ۱۲۶۰ء) سے ملتا ہے۔

نواب غازی خان بدخشی سلسلہ کبرویہ میں شیخ خلیل اللہ بدخشی (ف ۱۰۰۱ھ/ ۱۵۹۲ء) کے مرید تھے اور ہندوستان آکر انہی کے طریقہ کے مطابق ورد و وظائف کرتے رہے تھے، نواب صاحب ۹۸۲ھ/ ۱۵۷۴ء کو ماوراء النہر اور کابل کے طویل سفر کے بعد ہندوستان پہنچے تو اکبر بادشاہ سے ملے، وہ ان سے مل کر ان کی شخصیت سے

Marfat.com

متاثر ہوا۔ منصب دیا، انہوں نے بڑی بڑی مہمات سر کیں، برابر ترقی کرتے رہے اودھ میں جاگیر ملی ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء کو فوت ہوئے، گویا حدود دس سال اکبر سے مصاحبت رہی۔

بدقسمتی سے ان ایام میں اکبری الحاد، ملحدین اور مسلمانانِ ہندومزاج کا غلبہ ہو چکا تھا اور ہر طرف مذہبی بے راہ روی کا سماں تھا، نواب صاحب یہاں آئے تو خود اس ماحول سے متاثر ہوئے، پہلے بادشاہ کو سجدہ کرنے کا جواز پیش کیا جس پر دنیادار علماء حسد کرتے تھے کہ یہ سعادت انہیں کیوں نہیں حاصل ہوئی۔

پھر ۹۸۷ھ/ ۱۵۷۸ء کو جب علماء سو نے محضر نامہ مرتب کر کے اکبر کو مجتہد بنا دیا تو اس پر نواب صاحب نے بھی دستخط کئے۔

جب دین الٰہی کے خلاف عوام کے جذبات زیادہ بھڑکے تو اس نے معترضین کو مطمئن کرنے کے لئے ایک دینی شعبہ بنایا جس کا نگران اس نے اپنے بیٹے شہزادہ دانیال کو بنایا اور اس کے معاونت کیلئے اس عہد کے سب سے بڑے ملحد اور دین الٰہی کے اصل محرک ابوالفضل کو مقرر کیا، اس کے ساتھ نواب غازی خان بدخشی کو بھی ممبر کے طور پر رکھا، نواب صاحب کا انتقال ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء کو اودھ میں ہوا۔[1]

ولادت

خواجہ حسام الدین احمد کی ولادت بدخشان کے ایک مضافاتی قصبہ قندز[2] میں ۹۷۷ھ/ ۱۵۶۹ء کو ہوئی[3] ''شیخ جنید'' سے سالِ ولادت برآمد ہوتا ہے۔

---

[1] اسی مقدمہ میں ہم نے نواب غازی خان بدخشی کے مفصل حالات لکھے ہیں، یہاں صرف چند نکات تسلسل کے طور پر لکھے گئے ہیں [2] قندز کے محل وقوع کے لئے دیکھئے کتاب حاضر پر ہمارے تعلیقات: ۹/۵ [3] زادالمعاد، طبقاتِ شاہ جہانی: ۱۰/۱۰

Marfat.com

تعلیم

خواجہ حسام الدین احمد کی تعلیم کن اکابر اساتذہ کی نگرانی میں ہوئی ؟ اس کی کامل تفصیلات ہمیں معلوم نہیں ہیں ، صرف اتنا معلوم ہے کہ مشہور بزرگ حاجی عبدالرحمن رمزی بدخشی کی خدمت میں ''تعلیم سبق'' کا آغاز ہوا۔[۱]

ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ جب آپ اپنے والدین کے ہمراہ ہندوستان آگئے تو یہاں پہنچ کر بالغ ہونے سے قبل ہی آپ کے ہم وطن بزرگ حضرت حاجی رمزی کو مقرر کیا حاجی صاحب کب ہندوستان تشریف لائے؟ ہمارے پاس اس کی کوئی شہادت نہیں ہے ، موصوف کو حج کی سعادت نصیب ہوئی تھی ، حرمین الشریفین میں آپ نے شیخ سلطان علی دوسی اوبہی سے مصافحہ کیا تھا جنہیں مصافحہ کی جید سند حاصل تھی[۲] شیخ بدرالدین سرہندی لکھتے ہیں :

> (حاجی رمزی)...... با حافظ سلطان علی اوبہی در آں زمان کہ حافظ صدودہ سالہ بود مصافحہ کردند وقیل حاجی رمزی با مولانا محمد حاجی مصافحہ کردہ واو با شیخ حاجی محمد خبوشانی واو باشاہ علی بیدبازی واو با پیر عبداللہ البرزش آبادی واو با امیر حیدر اصفہانی واو با سعید معمر حبشی ...... وحضرت خواجہ محمد باقی کابلی دہلوی نقشبندی و شیخ تاج سنبھلی خلیفہ حضرت خواجہ و حضرت میر محمد نعمان بدخشی با حاجی رمزی مصافحہ کردو فقیر فقیر مولف ایں سنوات الاتقیاء بدرالدین عفی عنہ بشرف مصافحہ خدمت میر محمد نعمان سلمہ اللہ المنان مستسعد گشتہ ......[۳]

---

[۱] ایضاً: ۳۹/ ۱۲ [۲] نزہۃ الخواطر: ۵/ ۲۱۵ [۳] سنوات الاتقیاء ورق: ۲۴۳۔الف

Marfat.com

گویا خواجہ حسام الدین احمد کے دل میں درویشی اور خدا طلبی کا جذبہ کم سنی سے ہی اس قسم کے بزرگوں کی صحبت کے باعث پیدا ہوا تھا، دوسرے یہ جذبہ آپ کے اجداد مادری سے بھی آپ میں ودیعت ہوا تھا۔[۱]

حضرت خواجہ کے خلیفہ بزرگ مولانا محمد یوسف مرغینانی سمرقندی کی خدمت میں بھی خواجہ حسام الدین احمد نے کچھ تحصیل کی تھی[۲] لیکن یہ غالباً حضرت خواجہ سے بیعت ہونے کے بعد کی ہوگی۔

معاصر مورخ عبدالباقی نہاوندی نے لکھا ہے کہ نواب غازی خان کے ساتھ ہمیشہ علماء وصلحاء کی ایک جماعت رہتی تھی۔

وہمیشہ جمعی از اکابرِ علماء وصلحاء با او ہمراہی می بودہ اند[۳]

اس لئے خواجہ حسام الدین احمد کی تعلیم وتربیت انہی ''علماء وصلحاء'' کی نگرانی میں ہوئی، مآثر الامراء میں ہے کہ ''آپ علوم رسمیہ میں دست گاہ، کامل رکھتے تھے[۴]

فرید بھکری کا بھی یہی بیان ہے کہ ''از علم بہرہ داشت''[۵]

خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری نے لکھا ہے:

ازصغرِ سن بجودت طبع وحدتِ ذہن وکمال فراست وکیاست در علماء وفضلاء اشتہار داشت[۶]

---

[۱] زاد المعاد: ۳۹

[۲] ایضاً: ۲۸۱ مولانا محمد یوسف حضرت خواجہ کے حکم پر تکمیل کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں بھی گئے تھے، تعلیقات کتاب حاضر: ۲۸۱/ ۱۵-۲۰

[۳] مآثر رحیمی: ۳/ ۱۹

[۴] مآثر الامراء: ۳/ ۲۷۲

[۵] ذخیرۃ الخوانین: ۱/ ۲۴۳

[۶] طبقاتِ شاہ جہانی: ۱۰/ ۱۱

Marfat.com

شادی

خواجہ حسام الدین احمد کی شادی آپ کے والد نواب غازی خان بدخشی کی وفات ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء سے قبل نوجوانی میں اکبر بادشاہ کے حکم سے ملا مبارک ناگوری کی بیٹی بی بی فاطمہ سے ہوئی تھی جو فیضی اور ابوالفضل کی بہن تھیں۔

زادالمعاد میں اس نکاح کے بادشاہ کے حکم پر ہونے کا ذکر موجود ہے[1] لیکن معاصر کتب تاریخ میں اس رشتہ ازدواج کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔

حضرات القدس میں بھی اس قرابت داری کا ذکر کیا گیا ہے[2] لیکن معاصر ماخذ مآثر رحیمی کے مولف کو غلط فہمی ہوئی ہے اس نے لکھا ہے کہ ابوالفضل کی بہن کا نکاح خواجہ حسام الدین احمد کے والد نواب غازی خان بدخشی سے ہوا تھا اور ابوالفضل اس نسبت پر فخر کیا کرتا تھا، لکھتا ہے:

نسبت خویشی میانہ او (نوب غازی خان) و شیخ ابوالفضل بہم رسیدہ بود، چنانچہ شیخ موی الیہ باو نسبت کردن را فخر خود دانستہ ہمشیرہ خود را بحبالہ او در آوردند[3]

قریب العہد تذکرہ ذخیرۃ الخوانین (تالیف ۱۰۶۰ھ/ ۱۶۵۰ء) میں ہے:

منکوحہ ایشاں کہ ہمشیرۂ شیخ ابوالفضل بود[4] مآثر الامراء کے مولف کا بھی یہی بیان ہے۔[5]

---

[1] زادالمعاد: ۲۳۳ [2] حضرات القدس: ۱/ ۴۱۸۔الف [3] عبدالباقی نہاوندی: مآثر رحیمی؛ ۳/ ۱۹، دراصل ہدایت حسین نے مآثر رحیمی کا جو متن مرتب کیا ہے وہ اختلاف نسخ اور اغلاط سے پُر ہے، ممکن ہے متن میں مذکورہ سطر میں خواجہ حسام الدین احمد کا نام کتابت ہونے سے رہ گیا ہو۔ [4] فرید بھکری: ذخیرۃ الخوانین: ۱/ ۲۴۳

[5] شاہ نواز خان: مآثر الامراء: ۳/ ۲۷۲

Marfat.com

ابوالفضل کے سات بھائی تھے جن کے مختصر حالات اس نے آئین اکبری کے خاتمہ میں لکھے ہیں لیکن اپنی بہنوں کے نام اور حالات درج نہیں کئے، اس کی پانچ بہنوں کا ذکر ملتا ہے۔ بڑی بہن کی شادی اکبر بادشاہ کے حکم سے خداوند خان دکھنی (ف ۹۹۸ھ/ ۱۵۸۹ء) سے ہوئی جو رافضی تھا۔[۱]

ابوالفضل کی دوسری بہن بی بی فاطمہ کا نکاح خواجہ حسام الدین احمد سے ہوا ابوالفضل کی تیسری بہن کی شادی خاندیش کے حاکم راجہ علی خان (ف ۱۰۰۶ھ/ ۱۵۹۷ء) کے بیٹے سے ہوئی تھی۔

اس کی چوتھی بہن لاڈلی بیگم کا نکاح شیخ علاء الدین چشتی مخاطب بہ اسلام خان سے ہوا تھا، جو شیخ سلیم چشتی کے پوتے تھے[۲] اور جہانگیر کے عہد میں شش ہزاری منصب دار بنے تھے، ان کا ۴۲ سال کی عمر میں ۱۰۲۲ھ/ ۱۶۱۳ء کو انتقال ہو گیا۔[۳]

ابوالفضل کی پانچویں بہن افضل محمد بن یوسف انصاری سے بیاہی گئی تھی جس کے بطن سے عبدالصمد تولد ہوا جس نے اپنے ماموں ابوالفضل کے رقعات تین جلدوں میں جمع کئے تھے[۴] اور اس نے صوفیہ کا ایک اہم تذکرہ اخبار الاصفیاء بھی تالیف کیا تھا۔[۵]

ان بہنوں کے علاوہ ابوالفضل کے بھائی بھی تھے جن کا تذکرہ اس نے آئین

---

۱ منتخب التواریخ: ۲/ ۲۶۰ ۲ مآثر الامراء: ۱/ ۱۲۶

۳ توزک جہانگیری: ۱۲۵-۱۲۶ (مرتبہ سرسید احمد خان) ۴ انشائے ابوالفضل جلد اول ص: ۳

۵ اخبار الاصفیاء ۱۰۱۵ھ/ ۱۶۰۷ء کو تالیف ہوئی، اب تک اس کا فارسی متن شائع نہیں ہوا، خطی نسخوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے، سٹوری: ادبیات فارسی: ۱/ ۲/ ۹۸۳

ابوالفضل کی بہنوں کی یہ ترتیب محض قیاسی ہے، زاد المعاد کے مولف نے بھی وضاحت نہیں کی کہ خواجہ حسام الدین احمد کی منکوحہ ابوالفضل کی پہلی بہن تھی یا دوسری؟۔

Marfat.com

اکبری کے خاتمہ میں کیا ہے [۱] وہ سب کے سب صاحبِ حیثیت تھے۔ جن میں ابوالفیض فیضی اکبر کا ملک الشعراء اور ابوالفضل حکومت اکبری کا سب سے معتمد منصب دار تھا۔

خواجہ حسام الدین احمد کی یہ زوجہ محترمہ بی بی فاطمہ یعنی ابوالفضل کی بہن کا ۱۰۲۲ھ/ ۱۶۱۳ء کو انتقال ہوا تو خواجہ حسام الدین احمد نے ایک عرصہ کے بعد دوسرا نکاح کیا، وہ اس طرح ہوا کہ آپ نے اپنی زوجہ اول کی بیماری کے ایام میں بھی ان کی صحبت کے لئے دعا کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی لیکن ان کی وفات کے بعد یہ خیال ستانے لگا کہ کاش وہ زندہ ہوجائے، اس مقصد کے لئے دعا کی لیکن یہ جذبہ دل سے نہیں جاتا تھا ایک روز آپ شیخ محمد یوسف بخاری سجادہ نشین درگاہ شیخ عبدالوہاب بخاری دہلوی کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ انہیں اپنی یہ واردات سنائی تو انہوں نے یہ تجویز کیا کہ یہ تو آپ کے نکاح ثانی طرف روحانی اشارہ ہے، اب آپ کو دوسرا نکاح کرلینا چاہئے، آپ نے اسے پسند فرمایا [۲] اور بی بی زہری بنت شیخ الہ دیا انصاری (تربیت یافتہ حضرت خواجہ) سے نکاح کیا، جو ایک صالحہ خاتون تھیں اور تاحیات انہوں نے آپ کی خدمت کی۔ [۳]

خواجہ حسام الدین احمد کی یہ مواصلت دوم بی بی فاطمہ کے انتقال ۱۰۲۲ھ/ ۱۶۱۳ء کے ایک عرصہ بعد ہوئی ہمیں اس کا صحیح سنہ معلوم نہیں ہے تاہم قیاسات کا سہارا لے کر اس کا سنہ متعین کیا جارہا ہے وہ اس طرح کہ بی بی زہری کے بطن سے آپ کے اولین فرزند خواجہ سراج الدین محمد حدود ۱۰۲۷ھ کو تولد ہوئے آپ نے

---

[۱] آئین اکبری: ۳/ ۲۶۶۔۲۶۷ (طبع سر سید احمد خان) بمبئی ۱۸۵۵ء

[۲] زادالمعاد: ۳۱۵

[۳] ایضاً بی بی زہری کے حالات زادالمعاد کے لاحقہ کی قسم دوم میں ملاحظہ کریں

Marfat.com

اپنے وصال ۱۰۴۳ھ کے وقت اپنے بیٹے سے دریافت کیا کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا سولھویں سال میں پہنچ گیا ہوں[۱] گویا (۱۰۴۳-۱۶) ۱۰۲۷=ھ اس سے ایک سال قبل ۱۰۲۵ھ، ۱۰۲۴ھ میں آپ کا یہ نکاح ثانی بی بی زہری سے ہوا[۲] جن کی والدہ بی بی دولت حضرت خواجہ کی تربیت یافتہ، مجاز اور خواتین کی تربیت باطنی کے لئے مامور تھیں۔[۳]

اولاد

زادالمعاد کے مطالعہ سے ہمیں صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حسام الدین احمد کی زوجہ اول بی بی فاطمہ کے بطن سے ایک فرزند خواجہ جمال الدین حسین اور ایک دختر ماہ بوبو زندہ رہیں اور طویل عمر پائی خواجہ جمال الدین حسین کی ولادت حدود ۱۰۰۹ھ/ ۱۶۰۰ء سے قبل آپ کے کئی بیٹے کم سنی میں ہی فوت ہو گئے تھے لیکن خواجہ جمال الدین حسین حضرت خواجہ کی دعا سے بقید حیات رہے۔[۴]

جہانگیر بادشاہ نے خواجہ جمال الدین حسین کو منصب بھی دیا تھا لیکن کتب تاریخ میں ان کے منصب دار ہونے کا ذکر نہیں ملتا غالباً کم درجہ کا کوئی عہدہ ہوگا جو عام طور پر علماء و مشائخ کو یا ان کی اولاد کو دیا جاتا تھا۔[۵]

خواجہ حسام الدین احمد کی دختر ماہ بوبو کا نکاح ایک متقی سید زادہ میر سید ابراہیم حسین سے ہوا تھا۔ جو دہلی میں ہی رہتے تھے، ان کی ولادت مضافات بدخشان کے قصبہ کلاب میں ہوئی تھی، ۷ رمضان شب معراج ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء کو فوت ہو کر

۱۔ زادالمعاد: ۱۷۶

۲۔ اس سلسلہ میں ہمارے بعض قیاسات کے لئے زادالمعاد پر تعلیقات ملاحظہ کریں

۳۔ ان کے احوال زادالمعاد (لاحقہ قسم اول) میں دیکھئے

۴۔ زادالمعاد: ۱۷۴

۵۔ ایضاً تعلیقات: ۶۸/۷-۱۳

Marfat.com

خانقاہِ حضرت خواجہ میں خواجہ حسام الدین احمد کے جوار میں دفن ہوئے[1] یہی بزرگ آپ کا تابوت اکبر آباد سے لائے اور دہلی میں دفن کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔

شاہ جہان بادشاہ نے میر ابراہیم حسین کے تقوی سے متاثر ہو کر انہیں دہلی میں مقبرۂ ہمایوں کی تولیت پر مامور کیا تھا، لیکن ان کے تقوی کا یہ عالم تھا کہ مقبرہ کے باغ کے پھولوں کی خوشبو تک نہ سونگھتے تھے اور اپنے اقربا کو یہاں کی کوئی چیز نہیں لینے دیتے تھے، یہاں تک کہ باغ کے کنوؤں کا پانی تک نہیں پیتے تھے۔[2]

ماہ بوبو کے بطن سے اولاد بھی ہوئی تھی، زاد المعاد میں ہے کہ خواجہ حسام الدین احمد سنت نبوی کے مطابق پہلے اپنی اس بیٹی کے گھر جاتے اور اس کی اولاد پر بھی شفقت فرماتے تھے۔[3]

خواجہ حسام الدین احمد کی دوسری زوجہ محترمہ سے بھی ایک فرزند اور ایک دختر تولد ہوئیں۔ بیٹے خواجہ سراج الدین محمد تھے جو حدود ۱۰۲۷ھ/ ۱۶۱۸ء کو پیدا ہوئے، ان کی تعلیم و تربیت آپ نے خود کی تھی[4]، اسی زوجہ کے بطن سے ایک بیٹی سالمہ تولد ہوئیں جو کم سنی میں صرف سات سال کی عمر میں فوت ہو گئیں۔[5]

یقیناً خواجہ حسام الدین احمد کے مذکورہ دونوں فرزندوں کی اولاد بھی ہوگی، اسی طرح آپ کی صاحبزادہ ماہ بوبو کی اولاد پر آپ کی شفقت کا ذکر کیا جا چکا ہے زاد المعاد

---

[1] ایضاً　　[2] اسراریہ: ۲۵۳　　[3] زاد المعاد: ۹۹

خواجہ جمال الدین حسین نے سرہند حاضر ہو کر حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں سلوک کی تکمیل کی تھی اور مخدوم زادگان خواجہ کلاں و خواجہ خرد کے ساتھ ان کی تربیت ہوئی تھی، تفصیلات حضرت خواجہ کے احوال کے تحت ملاحظہ کریں۔

[4] خواجہ سراج الدین محمد کے حالات زاد المعاد کے لاحقہ کی قسم دوم میں درج ہیں۔

[5] زاد المعاد: ۹۳

Marfat.com

میں آپ کی اولاد کا اس سے زیادہ تذکرہ نہیں ملتا، اس سلسلہ کی سب سے زیادہ معلومات شیخ کمال محمد سنبھلی (مرید خواجہ خرد) نے جمع کی ہیں لیکن انہوں نے اپنی کتاب اسراریہ میں خواجہ حسام الدین احمد کی اولاد کی تفصیلات نہیں دی ہیں، اب شجرہ یوں ہوگا۔

خواجہ حسام الدین احمد

خواجہ جمال الدین حسین	ماہ بوبو	خواجہ سراج الدین محمد	بی بی سالمہ
(از زوجہء اول)	از زوجہء اول	(از زوجہء ثانی)	(زاد المعاد: ۹۳
	منسوب بہ میر سید ابراہیم حسین (ف ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء)		از زوجہء ثانی

خواجہ حسام الدین احمد کی اولاد کب تک بقید حیات رہی؟ ہمیں علم نہیں ہے، آپ کی اولاد کا سلسلہ کب منقطع ہوا؟ اس کا بھی ہمیں تا حال علم نہیں ہو سکا، ہم نے اپنے ایک سفرِ بھارت (۱۹۹۰ء) کے دوران خانقاہِ حضرت خواجہ کے سجادہ نشین اور دہلی کے اکابر اہل علم سے استفسار کیا لیکن جواب نفی میں ملا، ممکن ہے تقسیم ہند (۱۹۴۷ء) کے وقت آپ کی اولاد کے افراد پاکستان آگئے ہوں لیکن ہم نے اپنے ملک کی سلسلہ نقشبندیہ کی خانقاہوں اور مشائخ سے دریافت کیا تو کسی نے بھی اس سے واقفیت کا اقرار نہیں کیا۔ [۱]

[۱] احقر نے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مرحوم اور ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرحوم سے بھی سوال کیا لیکن ان بزرگ حضرات نے اس امر سے لاعلمی کا اظہار فرمایا۔

Marfat.com

ملازمت

اکبر بادشاہ خواجہ حسام الدین احمد کے والد مولانا نواب غازی خان بدخشی کے تبحر علمی سے بہت متاثر ہوا تھا، پھر ان کی بزرگ شخصیت ایسی تھی کہ اکبر کو ان سے خاص اُنس تھا، ان کی وفات پر اس نے جس غم و رنج کا اظہار کیا تھا وہ ہم ان کے احوال میں بیان کر چکے ہیں۔

جب نواب صاحب کا ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء کو انتقال ہوا تو اکبر نے ان کے فرزندِ بزرگ خواجہ حسام الدین احمد کو اکبر آباد طلب کیا اور انہیں ملازمت دی۔

معاصر مورخ عبدالباقی نہاوندی نے لکھا ہے کہ نواب غازی خان نے وفات کے وقت اپنے اس فرزند کو مرزا عبدالرحیم خانِ خانان کے سپرد کر دیا تھا:

چوں وداع ایں جہانِ فانی نمود فرزند خلف خود خواجہ حسام الدین احمد (محمد سہو کتابت) را بحمایت لطف و عنایت ایشاں (خانِ خانان) سپرد[1]

خود نواب صاحب خان خانان کے ساتھ ایک عرصہ تک گجرات میں رہے تھے وہ ان کی ''دانش مندی، خردمندی اور حال و مسکنت و جمعیت'' کا معترف تھا، اکبر بادشاہ نے جب نواب صاحب کی وفات کے بعد خواجہ حسام الدین احمد کو ملازمت دی تو انہیں خانِ خانان کے ساتھ ہی رہنے دیا، انہیں ہزاری منصب ملا۔[2]

خواجہ حسام الدین احمد اپنی ملازمت ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء سے ترک ملازمت

---

[1] مآثر رحیمی ۳/ ۲۰ (حاشیہ)

[2] ذخیرۃ الخوانین ۱/ ۲۴۲، مآثر الامراء: ۳/ ۲۷۲ چونکہ مغلوں کے ہاں یک بارگی بڑا منصب دینے کا طریقہ رائج نہیں تھا اس لئے آپ کو ابتداء میں ''سیصدی'' کا منصب ملا (طبقاتِ شاہ جہانی: ۱۰/ ۱۰) جو آٹھ سال کے بعد ہزاری ہوا تھا

Marfat.com

۹۹۹۔۱۰۰۰ھ/ ۱۵۹۰۔۱۵۹۱ء خانِ خانان کے ساتھ کہاں کہاں رہے؟

اس کی تفصیل معلوم نہیں ہے نہ ہی کتب تاریخ سے اس کی کوئی وضاحت ہوتی ہے یقیناً اپنی وفات کے قریب جب نواب صاحب نے آپ کو خانِ خانان کے سپرد کیا تو آپ اپنے والد کے ساتھ گجرات میں ہوں گے یہ ۹۹۱ھ/ ۱۵۸۳ء کا واقع ہے جب گجرات کی فتح کے لئے اقدام کیا گیا ۹۹۱ھ سے ۹۹۹ھ تک کیا آپ خانِ خانان کے ساتھ ہی متعین رہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس دوران کئی مقامات پر رہے، اپنے ایک قیام بہار کے دوران آپ نے صلحاء صوفیہ کے لئے بہار کے نواح میں فقر پورہ کے نام سے ایک بستی آباد کی تھی[1] جس میں خانِ خانان کا ذکر نہیں ملتا۔

اکبر بادشاہ نے ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء میں مرزا عبدالرحیم خانِ خانان کو سندھ فتح کرنے کیلئے بھیجا، اکبر کو اس مہم سے اتنی دلچسپی تھی کہ اس نے خود خان خانان کو لاہور سے کثیر فوج کے ساتھ روانہ کیا، مآثر رحیمی[2] اور ذخیرۃ الخوانین[3] میں اس مہم پر جانے والے امراء کی فہرست دی گئی ہے لیکن اس میں خواجہ حسام الدین احمد کا نام شامل نہیں ہے جس کی وجہ غالباً ان کی کم سنی ہوگی یعنی آپ اس وقت ۲۲ سالہ جوان تھے (ولادت ۹۷۷ + ۲۲=۹۹۹) اور منصب بھی صرف سیصدی تھا۔

البتہ اکبر نامہ میں خواجہ حسام الدین اور مرزا حسام الدین آیا ہے، جو فتح سندھ کے بعد دربار اکبری میں حاضر ہونے والوں میں شامل ہے[4] یقیناً یہاں کوئی اور حسام الدین مراد ہے کیوں کہ خواجہ حسام الدین احمد تو آغاز مہم میں ہی ترک ملازمت

---

[1] زاد المعاد   [2] مآثر رحیمی: ۲/ ۳۵۸   [3] ذخیرۃ الخوانین: ۱/ ۳۴

[4] اکبر نامہ: ۳/ ۶۰۶، ۶۳۳

یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر اطہر علی نے اکبری عہد کے امراء کی فہرست میں خواجہ حسام الدین احمد کا نام تک شامل نہیں کیا: M.Ather Ali:Apparatus of Empire

Marfat.com

کر کے دہلی جا کر گوشہ نشین ہو گئے تھے وہ بھلا فتح سندھ کے بعد دربار اکبری میں کیوں کر حاضر ہوتے؟

زاد المعاد میں جو خواجہ حسام الدین احمد کے پروردہ خواجہ کلاں کی تالیف ہے، لکھا ہے کہ آپ پر مہم سندھ (ٹھٹھہ) کے دوران ''جذبات الٰہی'' کا ورود ہوا اور آپ نے نوکری ترک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔[1]

تعجب ہے کہ بلوخمان جیسے فارسی کے ماہر مترجم نے یہ کیسے لکھ دیا کہ خواجہ حسام الدین احمد پر یہ جذبہ مہم دکن کے دوران طاری ہوا تھا[2] انہوں نے اس سلسلہ میں توزک جہانگیری کا حوالہ دیا ہے حالانکہ وہاں تو صاف لکھا ہوا ہے کہ میں (جہانگیر) نے سارنگ دیو اور دوسرے امراء کو مہم دکن کے لئے متعین کیا، پھر نئی بات شروع ہوتی ہے کہ میں نے شیخ حسام الدین بن غازی خان کو جنہوں نے درویشی اختیار کر لی ہے ایک ہزار روپے نقد اور ایک فرجی شال انعام کے طور پر دی۔[3]

اکبر کی مہم دکن کا تعلق فتح سندھ کے بعد ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء سے ہے جبکہ اس وقت تک خواجہ حسام الدین احمد ملازمت سے علیحدہ ہو کر پہلے دہلی اور پھر مذکورہ سنہ میں لاہور میں ان حضرات میں شامل ہو چکے تھے جو حضرت خواجہ باقی باللہ کے سمرقند سے خلافت یاب ہو کر واپس آنے کے منتظر تھے۔

دراصل بلوخمان کی غلط فہمی کا سبب مآثر الامراء کا یہ اندراج معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانے میں کہ ''وہ دکن میں تعینات تھا تو خانِ خانان مرزا عبدالرحیم کے ساتھ اس کی خوب نبھی اور ان کی مصاحبت کی خوب شہرت ہوئی۔[4]

اس طرح خواجہ حسام الدین احمد ۹۹۱ھ سپردگی بہ خانِ خانان اور ایک سال

---

[1] زاد المعاد: ۴۰ [2] آئین اکبری، تعلیقات بلوخمان: ۱/ ۴۸۸

[3] توزک جہانگیر مرتبہ سرسید احمد خان ص: ۸۰ [4] مآثر الامراء: ۳/ ۲۷۲

Marfat.com

بعد ۹۹۲ھ کو نواب صاحب کی وفات پر اکبر بادشاہ کی ملازمت سے ترکِ تعلق ۹۹۹ھ تقریباً سات سال تک ملازمت میں رہے۔[۱]

ترک ملازمت

جیسا کہ ہم خواجہ حسام الدین احمد کے حصولِ علم کے ضمن میں لکھ آئے ہیں کہ علماء و صلحاء کی ایک جماعت آپ کے والد گرامی کے ساتھ رہتی تھی، جن کی تربیت سے آپ پروان چڑھے، خود آپ کے والد سلسلہ کبرویہ سے تعلق رکھتے تھے اور وسطی ایشاء کے اکابر اولیاء کے فیض یافتہ تھے جب انہوں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر ''آثارِ ولایت'' کا مشاہدہ کیا تو وہ فرزندوں سے بڑھ کر آپ کی تعظیم وتوقیر کرنے لگے تھے۔[۲]

حاجی عبدالرحمن رمزی بدخشی کی صحبت سے جنہیں بہت ہی کم واسطوں سے مصافحہ نبوی ﷺ کی سعادت حاصل تھی کے متعلق حضرات القدس کے مولف نے لکھا ہے کہ حاجی رمزی کی برکات صحبت سے خواجہ حسام الدین احمد کے دل میں درویشی وخدا طلبی کا جذبہ پیدا ہوا تھا اور آپ ہمیشہ خلوت وگوشہ نشینی کے متلاشی رہنے لگے تھے۔[۳]

ایک اور معاصر خواجہ محمد ہاشم کشمی جنہیں آپ سے کئی مرتبہ ملنے کا اتفاق ہوا تھا لکھا ہے کہ ملازمت کے دوران ہی آپ کی اولیاء سے بہت عقیدت ہوگئی تھی، اور آپ تنہائی کے جویاں رہنے لگے تھے۔[۴]

زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کے مولفین کا بیان ہے کہ ترکِ ملازمت

---

[۱] تفصیل کے لئے مقدمہ ہذا کا عنوان ترک ملازمت ملاحظہ کریں۔

[۲] طبقاتِ شاہجہانی: ۱۰/۱۱ [۳] حضرات القدس: ۱/۴۴۴ [۴] زبدۃ المقامات: ۷۸

Marfat.com

سے قبل ہی آپ متعدد مرتبہ حضرت خواجہ باقی باللہ سے ملے تھے اور آپ کی توجہات کی برکت سے فقر و نیستی کا شوق آپ پر غالب آیا، جب حضرت خواجہ آخری مرتبہ ماوراء النہر گئے تو آپ پر جذبہ الٰہی کا غلبہ ہوا اور جاہ و حشمت ترک کر دی[1] اور بیعت ہونے سے پہلے ہی آپ حضرت خواجہ سے اتنا متاثر ہوئے تھے کہ مخلصین کی جو جماعت آپ لاہور میں چھوڑ کر گئے تھے ان کی کفالت کی ذمہ داری قبول کر لی تھی[2]

ترکِ ملازمت کا ایک سبب تو ''جذبہ الٰہی'' کا ورود تھا لیکن دوسری اہم وجہ یہ بھی تھی کہ آپ نے محسوس کیا کہ میرے والد بزرگوار تو اپنے خاندان کی ذمہ داریوں اور کفالت کے احساس سے اکبر اور اس کے حوزۂ ملحدین سے الگ نہ ہو سکے اور خود کو اس سے وابستہ کئے بغیر چارۂ کار نظر نہ آیا، اگر نواب غازی خان اکبر سے مذہبی روگردانی کرتے تو دوسرے علماء کی طرح انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا، دراصل اُس وقت یعنی آغاز ملازمت تا ترکِ تعلق (۹۹۲۔۹۹۹ھ/ ۱۵۸۴۔۱۵۹۰ء) علمائے سو، صوفیہ خام اور مسلمانانِ ہندو مزاج کا اکبر کے افکار پر اس قدر تسلط ہو چکا تھا کہ مندرجہ ذیل اقدامات کے سوا اور کوئی راستہ ہی نہیں نظر آتا تھا:

۱...... خواجہ حسام الدین احمد یا تو اپنے والد کی طرح مصلحتاً اس ماحول سے مطابقت اختیار کر لیتے۔

۲...... یا اعلانیہ اس کے خلاف اٹھ کر موت کو دعوت دیتے۔

۳...... یا کسی طور علیحدگی اختیار کر لیتے۔

اکبر کو آپ جیسے امیر زادہ کا ترک ملازمت کرنا بھی قبول نہیں ہو سکتا تھا، اگر حج پر جانے کی اجازت لے کر ہندوستان ہی چھوڑ جاتے تو اس کی بھی اجازت نہیں مل سکتی

---

[1] ایضاً: ۷۸ [2] تفصیلات اس سے قبل احوالِ حضرت خواجہ کے تحت دی جا چکی ہیں۔

Marfat.com

تھی[1] کیوں کہ وہ اکبر جو ہر سال حج کے لئے جانے والے افراد کے اخراجات خود ادا کرتا، قافلہء حجاج کو رخصت کرنے کے لئے خود احرام بستہ چند منزل تک ساتھ چلتا تھا اب حج کی رخصت طلب کرنے والے امراء واجب القتل شمار کئے جانے لگے تھے[2] اس لئے ان حالات میں خواجہ حسام الدین احمد نے اکبری ماحول سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے ''وضع سودائیان'' اختیار کرلی جس پر انہیں محاذِ سندھ سے دہلی جاکر گوشہ نشینی کی اجازت مل گئی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے خانِ خانان کے پاس ایک محرم خاص کو بھیجا کہ تم میرے ''جنون'' کی اطلاع اکبر بادشاہ کو کردو، پہلے تو اس نے انکار کیا، آخر بادشاہ کو لکھا تو اس نے ''تحقیق احوال'' کے لئے آپ کے برادر نسبتی ابوالفضل کو بھیجا، اس نے پہلے تو آپ کو ''لطف وعنایت'' سے سمجھانے کی کوشش کی پھر اس معاملہ میں سختی سے کام لیا لیکن آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور اس نے بادشاہ کو آپ کے ''جنون اور سودازدگی'' کی اطلاع دی تو اس نے آپ کی ملازمت سے علیحدگی تسلیم کرلی، جس پر آپ نے اللہ تعالیٰ کا بہت شکرادا کیا۔[3]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھی بادشاہ اور ابوالفضل تک برابر خفیہ خبریں پہنچتی رہیں کہ ''جنون اور وضع سودائیان'' آپ نے محض بادشاہ سے گلوخلاصی کے لئے اختیار کی تھی، ابوالفضل آپ کو واپس اکبری ملازمت اور ماحول میں لانے کے لئے اذیتیں پہنچاتا رہا، حضرات القدس کے مولف جو لاہور میں آپ سے ملے بھی تھے، لکھا ہے:

ابوالفضل وزیر سلطان (اکبر) حضرت خواجہ (حسام الدین احمد) سے نسبت

---

[1] ذخیرۃ الخوانین: ۱۔ ۲۷۲ [2] منتخب التواریخ: ۲/ ۱۶۵

[3] زادالمعاد: ۴۷

Marfat.com

مصاہرت رکھتا تھا، بادشاہ اور وزیر (ابوالفضل) دونوں نے آپ کو بہت تکلیفیں پہنچائیں۔[1]

زبدۃ المقامات کے مولف بھی جو کئی بار آپ سے ملے تھے، لکھا ہے:

بادشاہ اور اس کے وزیر (ابوالفضل) کو ملتِ احمدی اور اس کے ماننے والوں سے بہت دشمنی تھی اس لئے وہ لوگ چاہتے تھے کہ آپ فقر وفنا سے غنا کی طرف آجائیں، اس سلسلہ میں آپ کو بہت تکلیفیں پہنچائی گئیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے آپ نے جادۂ استقامت سے پائے ہمت کو نہیں چھوڑا...... ابوالفضل نے آپ سے بہت مزاحمت کی اس کی ایذ رسانی کی وجہ سے آپ نے حضرت خواجہ سے اپنی دل تنگی کا اظہار کیا، حضرت خواجہ نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھو جلد ہی اس کا کام درہم برہم ہوجائے گا، چنانچہ جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔[2]

صاحبِ حضرات القدس نے ابوالفضل کے قتل کو حضرت خواجہ کی کرامات میں شامل کیا ہے: اور قتل کا مادۂ تاریخ

تیغِ اعجاز رسول اللہ سر باغی برید

لکھا ہے[3]

یہ مادۂ تاریخ اکبر بادشاہ کے رضاعی بھائی خانِ اعظم مرزا محمد عزیز کوکلتاش نے کہا تھا[4]

---

[1] حضرات:۱/۴۴۵ [2] زبدۃ المقامات:۷۹ [3] حضرات القدس:۱/۴۱۹

[4] ذخیرۃ الخوانین:۱/۷۵، مآثر الامراء:۲/۶۱۹ یہ مادۂ عجب نوعیت کا ہے ایک مفہوم تو اس کا واضح ہے کہ ابوالفضل رسول اکرم ﷺ کی شریعت سے اعلانیہ باغی تھا، دوسرا مطلب علم اعداد کا بھی ہے کہ ''سر باغی برید'' میں باغی کا سر ب ہے جس کے عدد دو ہوتے ہیں سارے مادہ سے ۱۰۱۳ھ برآمد ہوتا ہے اور اس میں سے دو نکال دیئے جائیں تو قتل کا صحیح سال ۱۰۱۱ھ بنے گا۔ (مستفاد از انگریزی ترجمہ ذخیرۃ الخوانین از ضیاء الدین دیسائی تعلیقہ:۱۲۰ ص:۱۹۸)

Marfat.com

گویا اکبر کا یہ امیر الامراء اور رضائی بھائی بھی ابوالفضل کی بے دینی اور اشاعت الحاد کا معترف تھا۔

خواجہ کلاں نے خواجہ حسام الدین احمد کی اکبر اور مسلمانانِ ہندو مزاج سے علیحدگی کا سبب واضح الفاظ میں ''ابناء وقت'' سے خلاصی بتائی ہے۔

از تفرقہاء ابناء وقت خلاص گشتند [1]

حضرت خواجہ کے حضور

خواجہ حسام الدین احمد ترک ملازمت کے بعد ویرانوں میں زندگی بسر کرتے رہے وہاں یاد الٰہی اور وظائف آپ کا معمول رہا، آپ لاہور میں حضرت خواجہ سے کئی بار مل چکے تھے اس دوران حضرت خواجہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ' کے روحانی اشارہ پر سمرقند روانہ ہو گئے اور کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولانا خواجگی امکنگی سے خلافت یاب ہو کر واپس لاہور تشریف لائے تو خواجہ حسام الدین احمد پہلے ہی آپ کے واپس آنے کی صدق دل سے دعائیں کر رہے تھے کہ آپ کی تشریف آوری کا شہرہ سن کر حاضر خدمت ہوئے، حضرت خواجہ سے آپ کی موانست تو پہلے ہی بہت تھی اب آپ سے بیعت کے بعد یہ تعلق عشق کی منزل تک پہنچ گیا اور آپ ہمہ وقت حضرت خواجہ کی خدمت میں رہنے لگے۔

حضرت خواجہ کی سمرقند حاضری کے دوران آپ کے متوسلین کی جو جماعت لاہور میں تھی ان کی کفالت کی ذمہ داری بھی خواجہ حسام الدین احمد نے لے لی تھی [2]

---

[1] زاد المعاد: ۴۰ [2] تفصیلات حضرت خواجہ کے احوال میں ملاحظہ کریں، خود بتایا ہے کہ حضرت خواجہ کے ایام طلب کے دوران میں آپ کی ''ملازمت و مصاحبت'' میں رہتا تھا (زاد المعاد)

Marfat.com

حضرت خواجہ نے آپ کو خلافت مطلقہ سے نواز کر مریدین کی تعلیم و تربیت کے لئے فرمایا تو آپ نے معذرت کرتے ہوئے خود کو اس بار عظیم سے جدا کر لیا، حضرت خواجہ نے اس عذر میں آپ کو صادق جان کر معذرت قبول کر لی اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فرمایا:

تم نے اچھا کیا اور خود کو خلاصی دے دی ''خوب کردو خود در خلاص ساخت'' [1]

اس عذر کا ایک سبب اور بھی تھا اور وہ یہ کہ خواجہ حسام الدین احمد نے ''وضع سودائیان'' اختیار کر کے اکبر کی ملازمت سے علیحدگی اختیار کی تھی، اگر آپ حضرت خواجہ کے حکم پر تربیتِ طالبان میں مستعد ہو جاتے تو اکبر اور آپ کا ملحد برادر نسبتی ابوالفضل کی طرف سے ایسی کاروائی متوقع تھی جو زیادہ نقصان کا سبب بن سکتی تھی، اس خفیہ روحانی مصروفیت کے باوجود ابوالفضل اپنے قتل ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء تک مسلسل آپ کو واپس لانے کے لئے پریشان کرتا رہا۔

خواجہ حسام الدین احمد نے اس امر عظیم سے علیحدگی کے باوجود چند قریبی اعزہ کی تربیت بھی کی تھی [2] اور پھر دہلی کی اس مرکزی درگاہ حضرت خواجہ میں آپ کے پروردہ دونوں مخدوم زادگان (خواجہ کلاں اور خواجہ خرد) حضرت مجدد الف ثانی سے خلافت یاب ہو کر تربیت مریدین میں مصروف تھے، آپ طالبوں کو سرہند حاضر ہو کر حضرت مجدد الف ثانی سے فیض یاب ہونے کے لئے بھیجا کرتے تھے۔

سلاطین و امراء کے ساتھ تعلقات

خواجہ حسام الدین احمد نے تین مغل بادشاہوں کا زمانہ پایا تھا، جلال الدین محمد

---

[1] زبدۃ المقامات: ۸۰ [2] ان حضرات کے احوال زاد المعاد کے لاحقہ کی قسم دوم میں ملاحظہ کریں

Marfat.com

اکبر (۹۶۴۔۱۰۱۴ھ/۱۵۵۶۔۱۶۰۵ء)، نورالدین محمد جہانگیر (۱۰۱۴۔۱۰۳۷ھ/ ۱۶۰۵۔۱۶۲۸ء) اور شہاب الدین شاہ جہان (۱۰۳۷۔۱۰۶۸ھ/ ۱۶۲۸۔ ۱۶۵۸ء)

وہ امراء جو حضرت خواجہ کی خدمت میں نیاز مندانہ آیا کرتے تھے ان کے ساتھ بھی راہ ورسم قائم رہی، ان میں سے خانِ خانان، مرتضیٰ خان فرید بخاری اور خانِ اعظم عزیز کوکہ کی عقیدت کا ذکر حضرت خواجہ کے احوال میں کیا جاچکا ہے، دیگر امراء کے ساتھ تعلیقات کے زادالمعاد میں جابجا اشارے ملتے ہیں۔

اکبر بادشاہ نے آپ کے والد گرامی کی وفات (۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء) کے بعد آپ کو منصب دیا لیکن آپ نے اس کے الحاد اور خلافِ اسلام نظریات کی وجہ سے ملازمت ترک کردی، جس کی تفصیلات بیان کی جاچکی ہیں۔

اکبر کے جانشین جہانگیر کے زمانہ میں حضرت مجدد الف ثانی کی مساعی جمیلہ سے حالات بدلنا شروع ہوگئے تھے اور اکبر کی پھیلائی ہوئی بدعات میں بھی کمی ہونے لگی تھی لیکن ان کو دور کرنے کے لئے ابھی بہت جدوجہد کی ضرورت تھی جسے ان حضرات نے جاری رکھا[1]

جہانگیر نے خواجہ حسام الدین احمد کو دو مرتبہ اپنے حضور طلب کرکے سختی کی، زادالمعاد میں جسمانی سزا تک کا ذکر ہے، پھر نرمی اختیار کی اور انعامات دینے کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

جہانگیر اپنے بیٹے سلطان خسرو (ولادت ۹۹۵ھ/۱۵۸۶ء وفات ۱۰۳۱ھ/ ۱۶۲۱ء) کی بغاوت (۸۔ ذی الحج ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء گرفتاری محرم ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء) فرو کرنے کے لئے فوج کے ساتھ خود روانہ ہوا، سب سے معتمد امیر نواب مرتضیٰ خان

[1] تفصیل کے ملاحظہ ہو کتاب حاضر کا عنوان ''تجدید واحیاءِ دین اور نقشبندی مشائخ''

Marfat.com

فرید بخاری نے اس مہم کی کامیابی سے کمان کی [۱] خسرو کی گرفتاری کے بعد جہانگیر لاہور سے ۱۰۱۵ھ/ ۱۶۰۶ء کو دہلی پہنچا، خانِ اعظم مرزا عزیز کوکہ (ف ۱۰۳۳ھ/ ء) اکبر کا رضاعی بھائی تھا اس کی والدہ جے جے آنگہ نے مرزا کوکہ کے ساتھ ہی اکبر کو بھی دودھ پلایا تھا جس کا اکبر آخر وقت تک معترف رہا، وہ مذہب کے معاملہ میں خاصا متصلب سنی تھا اور اکبر کے دین الٰہی کی اس نے پیروی نہیں کی بلکہ وہ برملا اکبر کو برا کہا کرتا تھا، زمانہ سازی اور مصلحت پسندی اس میں نام کو بھی نہیں تھی [۲] بلکہ زاد المعاد میں اسے سادہ لوح کہا گیا ہے اس نے اپنی اسی سادگی میں جہانگیر سے خواجہ حسام الدین احمد کی دنیا سے بے نیازی اور حضرت خواجہ کے ساتھ عشق کا تذکرہ کردیا، جس پر جہانگیر غضب ناک ہوگیا اور کہا کہ وہ ہماری دہلی آمد پر ہمارے استقبال کے لئے کیوں نہیں آیا؟ [۳]

زاد المعاد کے اندراج سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہانگیر نے آپ کی طلبی کا حکم اجمیر سے جاری کیا تھا، حالانکہ آپ اس واقع بغاوت سے پندرہ سال قبل ۱۰۰۰ھ/ کو ترک ملازمت کے بعد گوشہ نشین ہوگئے تھے، یہ محض حاسدوں اور مسلمانانِ ہندو مزاج مقربین کی سازش تھی جنہوں نے جہانگیر کے کان بھرے کہ آپ نے تو اکبر سے محض خلاصی حاصل کرنے کے لئے ''وضع سودائیان'' اپنائی تھی۔

جہانگیر کا یہ غضب کئی روز تک جاری رہا آخر اس میں کمی ہوئی اس نے دل جوئی کرتے ہوئے دو ہزار بیگھا املاک اور ایک ہزار روپیہ آپ کے خادموں کی امداد کے لئے سالانہ دینا منظور کیا، لیکن ساتھ یہ شرط بھی عائد کردی کہ آپ کو ہر نوروز کے موقع پر دربار میں حاضر ہونا ہوگا۔ [۴]

---

[۱] آئین اکبری، تعلیقات بلوخمان: ۱/ ۴۵۵-۴۵۶ [۲] مآثر الامراء: ۱/ ۶۸۶
[۳] زاد المعاد: ۵۹-۶۰ (بعض تاملات کے لئے دیکھئے اس کتاب پر ہمارے تعلیقات) [۴] ایضاً

Marfat.com

کتب تاریخ میں اس املاک اور ایک ہزار روپیہ سالانہ کی تفصیلات نہیں ملتیں۔ البتہ آپ کا جہانگیر کے پانچویں سال جلوس (۱۰۱۸ھ/ ۱٦۰۱ء) میں جشن نوروز کے موقع پر پرگنہ باری کے ایک قصبہ ناگ تھل[1] میں خود جہانگیر نے آپ کی حاضری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

به شیخ حسام الدین ولد غازی خان بدخشی که طریقهٔ درویشی و گوشه نشینی اختیار نموده هزار روپیه وفرجی شال شفقت نمودم[2]

یہاں جہانگیر کے اپنے الفاظ کہ خوجہ حسام الدین احمد نے طریقہ درویشی وگوشہ نشینی اختیار کرلی ہے سے عیاں ہے کہ وہ اس امر سے بخوبی واقف تھا کہ خواجہ حسام الدین احمد نے میرے والد (اکبر بادشاہ) سے خلاصی حاصل کرنے کے لئے جو طریقہ (وضع سودائیان) اختیار کیا تھا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے اکسانے پر آپ کے حاضر ہونے اور ترکِ ملازمت کے لئے دیوانگی کا بہانہ بنانے کا علم ہوگیا تھا، لیکن جب اسے یقین ہوگیا کہ آپ واقعی دنیا سے تعلق نہیں رکھتے تو انہیں معاف کردیا لیکن آپ کے ہر سال نوروز کے موقع پر حاضر ہونے کی پابندی لگادی۔

اسی طرح اس نے جب حضرت مجدد الف ثانی کو قلعہ گوالیار میں قید کیا، پھر نرمی سے کام لیتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ رہنے کی پابندی بھی عائد کردی تھی، جب

---

[1] اس قصبہ کے نام میں اختلاف کیلئے دیکھئے زاد المعاد، تعلیقات: ۵۴/ ۹۔۱۴

[2] توزک جہانگیری طبع ایران: ۹۵، طبع سر سید احمد خان: ۸۰

یہاں ایرانی ایڈیشن میں خربی شال بالکل بے معنی ہے اور سرسید احمد خان کے مرتبہ نسخہ میں ''فردے شال'' بھی غیر واضح ہے، البتہ بیورج جس نے اس کا ترجمہ فرجی شال کیا ہے جو مفہوم کے قریب ہے، یعنی جہانگیر نے آپ کو ایک ایسی شال دی جسے ڈھیلے لباس کے طور پر اوڑھ لیا جاتا ہے جو صوفیہ کے طریقہ کے مطابق ہے (تعلیقاتِ زاد المعاد: ٦۰۔٦۱/ ۱۳۔۲۰

Marfat.com

شکوک رفع ہوئے تو سرہند جانے کی اجازت دے دی اور معافی بھی مانگی:

سلطان آں وقت کہ بایں طائفہ بی مناسبتی تمام داشت حضرت ایشاں (مجدد الف ثانی) راطلب نمودہ ایذا نمودہ حبس فرمود، اگرچہ بعد ازاں سلطان ازیں نادم و پشیمان شد و عذرہا خواست[1]

اب رہا املاک دو ہزار بیگھا تو اس کا ذکر جہانگیر نے توزک میں نہیں کیا اور نہ ہی سالانہ مدد معاش کا تذکرہ کیا ہے، اس نے خواجہ حسام الدین احمد کو سزا دینے کا بھی ذکر نہیں کیا، یہ صرف کتابِ حاضر یعنی زاد المعاد کے ذریعہ علمی و روحانی دنیا کو پہلی بار معلوم ہوا ہے کہ جہانگیر درگاہِ حضرت خواجہ باقی باللہ کے لئے املاک اور ایک ہزار روپے درویشوں کے مصارف کے لئے سالانہ دیتا تھا۔

خواجہ حسام الدین احمد کا کچھ وقت تو اسی طرح گذرا اور نوروز کے جشنوں میں شرکت سے آپ عاجز آگئے اور آپ کے روحانی معاملات میں بھی ''تفرقہ تمام'' پیدا ہو گیا، جس پر آپ نے اپنے متعلقین سمیت ہندوستان سے حرمین الشریفین منتقل ہونے کا فیصلہ کرلیا، تاکہ ''اہل دولت سے اختلاط'' کی پریشانی سے نجات مل سکے، اس سلسلہ میں آپ نے استخارہ کیا بزرگوں کی ارواح مبارک سے استمداد بھی چاہی اور اپنے پیر بھائی حضرت مجدد الف ثانی سے بھی اس سفر کے لئے کشفی طور پر معلوم کیا تو اس کے جواب میں حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا:

میرے مخدوم مکرم! متعلقین کا جانا نظر نہیں آتا بلکہ نزدیک ہے کہ ان کو روکنا معلوم ہو، اگر آپ تنہا جائیں تو نظر میں اچھا معلوم ہوتا ہے اور امید ہے کہ خیریت سے پہنچ جائیں گے اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔[2]

---

[1] زبدۃ المقامات: ۳۴۸ [2] مکتوبات امام ربانی: ۳/۴۰

Marfat.com

یہ مکتوب، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کی تیسری جلد میں شامل ہے جو ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱ء کو مرتب ہو کر مقبول ہو چکی تھی، اسی لئے خواجہ حسام الدین احمد کے سفر حجاز کے ارادہ کی تاریخ بھی حدود یہی ہوگی گویا مذکورہ سنہ تک آپ برابر نوروز کے جشنوں میں شرکت کرنے پر مجبور رہے گویا شہزادہ خسرو کی بغاوت ۱۰۱۵ھ/۱۶۰۶ء سے ۱۰۳۱ھ تک سولہ سال سے ''اہل دولت'' کے ساتھ اختلاط کی مصیبت میں مبتلا تھے......جس کے باعث تنگ آ کر آپ نے سفرِ حجاز کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لئے اکبر آباد تک چلے گئے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی کا مذکورہ مکتوب ملنے پر واپس دہلی تشریف لے آئے۔

دارا شکوہ نے جب وہ ایک صوفی دوست شہزادہ تھا لکھا ہے کہ جب جہانگیر کشمیر گیا تو بعض لوگوں نے مرزا حسام الدین احمد کے بار میں بے سر پا باتیں (سخنانِ غیر واقع) بادشاہ کے کانوں میں ڈال دیں[1]، جس سے اس نے آپ کو کشمیر طلب کیا، لیکن ابھی آپ کشمیر نہ پہنچے تھے کہ جہانگیر کا انتقال ہو گیا اور آپ واپس دہلی آ گئے۔

اس دوران (۱۰۳۳ھ/۱۶۲۳ء) ایک اور افسوسناک واقعہ پیش آیا کہ شہزادہ خرم (شاہ جہان) بن جہانگیر نے بغاوت کر دی، جس کی وجہ یہ ہوئی کہ ملکہ نور جہان کا مغل حکومت کی سیاست پر عمل دخل بڑھ گیا، نور جہان شیر افگن خان کی بیوی تھی جو ایک لڑائی میں مارا گیا، یہ ایرانی نژاد خاتون جب شاہی محل میں لائی گئی تو جہانگیر اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گیا اور اس سے شادی کر لی، وہ نہایت زیرک خاتون تھی آہستہ آہستہ ملکی امور میں اتنا اثر بڑھ گیا کہ تمام امور مملکت اسی کے مشورہ سے ہونے لگے، جہانگیر خود شراب کے نشے میں رہنے لگا تھا......

جب جہانگیر زیادہ بیمار ا ہوا تو جانشینی کا مسئلہ سنگین صورت حال اختیار کر گیا،

---

[1] سکینۃ الاولیاء، ص ۱۱۵

Marfat.com

ہوا یوں کہ نور جہان کے پہلے شوہر شیر افگن خان سے اس کی ایک بیٹی مہر النساء (لاڈلی بیگم) تھی جس کی شادی جہانگیر کے فرزند شہریار سے ۱۰۳۰ھ/۱۶۲۱ء کو ہوئی، نور جہاں چاہتی تھی کہ جہانگیر کے بعد اس کا یہ داماد بادشاہ بنے، جہانگیر کا ایک اور قابل بیٹا خرم (شاہ جہان) بھی تھا جس کی شادی نور جہان کے بھائی مرزا ابوالحسن آصف جاہ چہارم کی بیٹی ممتاز محل سے ہوئی تھی، یہ پورا خاندان سیاست میں بہت رسوخ کا مالک تھا، آصف جاہ چاہتا تھا کہ میرا داماد شاہ جہان جانشین ہو، جہانگیر کے آخری ایام میں نور جہان نے چالاکی کرتے ہوئے شاہ جہان کے مرکز سے دور جانے کے احکام جاری کروائے جس پر اس نے عمل کرنے سے انکار کر دیا اور اس سلسلہ میں اس کے خدشات بھی درست تھے، ناچار اس نے ان مخدوش حالات میں جہانگیر کے خلاف بغاوت کر دی، بادشاہ علیل ہونے کے باوجود خود اس بغاوت کو ختم کرنے کے لئے روانہ ہوا، تاہم آصف جاہ کے سمجھانے سے یہ بغاوت دب گئی۔[1]

اسی طرح شہزادہ شہریار نے بھی بغاوت کی تھی جو سخت کوشی کے بعد فرو ہوئی۔[2]

شاہ جہان ایک دیندار اور پابند شرع شہزادہ تھا، جانشینی کے مسئلہ میں اسے راسخ العقیدہ علماء و مشائخ کی حمایت بھی حاصل تھی، خود خواجہ حسام الدین احمد اپنی درگاہ میں اس کی کامیابی کے لئے دعائیں اور باقاعدہ وظائف کیا کرتے تھے۔[3]

جب شہزادہ نے ان حالات میں بغاوت کی تو حاسدین و مخالفین نے منفی انداز میں جہانگیر تک یہ خبر پہنچائی جس پر اس نے رنجیدہ خاطر ہو کر آپ کو طلب کر لیا، چونکہ

۱۔ آئین اکبری، تعلیقات بلوخمان: ۱/ ۳۹۸، ۵۷۲۔۵۷۶

۲۔ جہانگیر: توزک، جہانگیری (جہانگیر نامہ) ۵۱۰ طبع ایران

Muhammad Shajauddin: Life and times of Noor Jahan, Lahore, 1967,

Findly, E.B: Nurjahan, Dehli 2005. ۳۔ زادالمعاد

Marfat.com

جہانگیر کی طرف سے آپ پہلے بھی ایذائیں برداشت کر چکے تھے اس لئے دربار میں حاضر ہونے سے پہلے آپ نے بعض اکابر فوجی امراء جو آپ کے دوست بھی تھے، سے رابطہ قائم کر کے حالات سے آگاہ کر دیا تھا خوش قسمتی سے اس وقت جہانگیر کو ضیق النفس جیسے مرض سے قدرے افاقہ ہوا تھا، اس نے اسے آپ کی توجہ اور تشریف آوری کی برکت پر محمول کرتے ہوئے آپ کو معاف کر دیا[1] لیکن اسی دوران ایک عجیب واقعہ یہ پیش آیا کہ مرزا محمد حکیم (برادر اکبر بادشاہ) کی بیٹی کابلی بیگم جو ایک تقویٰ شعار خاتون تھی اور مرزا شاہ رخ بن مرزا ابراہیم بن مرزا سلیمان والی بدخشان کے عقد میں تھی، اس نے حج بھی کیا تھا، وہ خواجہ حسام الدین احمد اور آپ کے خاندان سے بخوبی واقف تھی اس لئے اس نے کسی امیر کے ذریعہ آپ کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیج دیا جس پر آپ بہت پریشان ہوئے کیوں کہ آپ تو پہلے ہی جہانگیر کے زیر عتاب تھے، اس سلسلہ میں آپ نے ملکہ نور جہان اور آصف خان وکیل السلطنت سے بھی مدد کی درخواست کی لیکن جہانگیر سے ملاقات کے وقت وہ موجود نہیں تھا اور محض تائید ایزدی سے یہ معاملہ درست ہو گیا اور آپ کو اس مواصلت سے نجات ملی۔[2]

جہانگیر نے نہ صرف اس معاملہ میں آپ سے درگذر کیا بلکہ آپ کی سابقہ املاک دو ہزار بیگھا اور فقرائے خانقاہ کے لئے ایک ہزار روپے کی امداد کو بھی دوگنا کر دیا۔[3] آپ کے فرزند بزرگ خواجہ جمال الدین حسین اور داماد میر ابراہیم حسین کو بھی مناصب مناسب دیئے[4]

---

[1] ایضاً [2] ایضاً [3] ایضاً [4] طبقاتِ شاہ جہانی: ۲۰۔۱۲

خواجہ جمال الدین حسین اور میر ابراہیم حسین کے حالات خواجہ حسام الدین احمد کی اولاد کے تحت لکھے جا چکے ہیں۔ آصف خان کے حالات زاد المعاد کے تعلیقات (۱۱۰/۵۔۱۰) میں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

اس طرح آپ اس مرتبہ بھی جہانگیر کے پنجہ استبداد سے بچ کر دہلی آ گئے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جہانگیر جیسا جابر جس درویش کو طلب کرتا تھا اس کا زندہ بچ کر آنے کا امکان بہت ہی کم ہوتا تھا۔[1]

جہانگیر کے بعد اس کا قابل ترین فرزند شہزادہ خرم شاہ جہان کے لقب سے ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۸ء کو تخت نشین ہوا، وہ ایک دیندار بادشاہ تھا، تخت شاہی پر بیٹھتے ہی اس نے جو پہلا فرمان جاری کیا وہ بادشاہ کو سجدۂ تحیت کی ممانعت تھی۔[2]

علماء ومشائخ کے ساتھ اس کے مراسم تھے وہ ان کو انعامات کے علاوہ مددِ معاش کے طور پر جاگیریں بھی دیتا رہتا تھا جن کا ذکر کتب تاریخ اور تذکروں میں عام ملتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ اس کے قریبی روابط تھے[3] خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ شہزادگی کے زمانہ سے ہی اس کے دیرینہ مراسم تھے اور آپ اس کی جانشینی میں کامیابی کے لئے خانقاہ میں جس طرح صوفیہ سے اوراد و وظائف پڑھوایا کرتے تھے۔[4] سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ دہلی میں حضرت خواجہ کی اس مرکزی خانقاہ میں بھی آیا کرتا تھا۔

چونکہ شاہ جہان ''فقراء دوست'' تھا اس لئے اس کی تخت نشینی پر اکابر مشائخ اسے مبارک باد دینے کے لئے گئے، لیکن خواجہ حسام الدین احمد اپنے استغناء، ضعف وناتوانی'' کے باعث اس کے پاس نہیں گئے، مگر غائبانہ توجہ ودعا کا سلسلہ جاری رکھا، جہانگیر کے خلاف بغاوت کے دوران اس کی حمایت کے شعبہ میں اس نے آپ کو دربار میں طلب کیا تھا، اب شاہ جہان کی تخت نشینی پر کسی قسم کے مواخذہ کا خدشہ

---

[1] طبقاتِ شاہ جہانی: ۹/ ۲۹۔۳۰   [2] عبدالحمید لاہوری: پادشاہ نامہ: ۱/ ۱/ ۱۱۰

[3] محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین: ۳/ ۱۷۱، الف۔ب   [4] زاد المعاد: ۶۵

Marfat.com

نہیں تھا، اس دوران آپ حاجتمندوں کے لئے شاہ جہان کے نام برابر سفارشی رقعات بھی لکھتے رہے۔[1]

اس دوران مرکز (اکبر آباد) سے یہ خبر آئی کہ شاہ جہان حجاج کا ایک قافلہ حجاز مقدس بھیجنا چاہتا ہے اور اس کے لئے کسی متقی شخص کو میر حاج بنانے کا خواہش مند ہے، خواجہ حسام الدین احمد کے دل میں عرصہ دراز سے حرمین الشریفین جانے کی تمنا تھی، آپ جہانگیر کی گرفت اور پھر اس کے ہر نوروز کے جشن پر حاضری کی پابندی سے آپ کے روحانی معمولات میں جو خلل آیا تھا، کی وجہ سے ہندوستان سے حجازِ مقدس قیام کے ارادہ سے روانہ ہوئے تھے لیکن روحانی طور پر ارواح اولیاء کی طرف سے اجازت نہ ملنے کے باعث واپس آگئے تھے، اب اس خواہش نے پھر عملی صورت اختیار کی اور آپ اس مبارک سفر کے ارادہ سے اکبر آباد تک گئے تو شاہ جہان نے آپ کے اس اقدام کو ''نعمتِ غیر مترقبہ'' جانتے ہوئے حکم دیا کہ آپ کے ہمراہیوں کے لئے زادِ راہ کے انتظامات کئے جائیں، ابھی یہ معاملات زیر نظر تھے کہ یہ خبر آئی کہ اس سال فرنگیوں کے ساتھ بحری راستہ سے اہل ہند کی کشتیوں کے گذرنے کے ''قول وقرار'' کی تجدید ہی نہیں ہوئی، اس لئے راستہ مسدود ہے، اس طرح آپ نے ''رضا بقضا'' کے تحت اس سفر مقدس کا ارادہ ملتوی کر دیا۔[2]

مغل حکومت اور انگریزوں کے مابین بحری سفر کے لئے معاہدات باقاعدہ ہوتے رہتے تھے۔[3]

---

[1] ایضاً: ۷۰ [2] زاد المعاد: ۷۱

[3] ہندوستانی مورخین نے انگریزوں اور مغل حکومت کے تعلقات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور پھر تجارتی معاملات پر بھی جدید دور میں بہت کچھ لکھا گیا ہے، بعض امور کے لئے زاد المعاد پر ہمارے تعلیقات ۷۰/۵۔۷ ملاحظہ کریں

Marfat.com

چونکہ بادشاہ آپ سے نہایت ہی ''شیفتگی'' سے ملا تھا اور اس کے حسنِ سلوک کا تقاضا بھی تھا اور آپ کے اس کے مراسم قدیم کے باعث آپ نے چند روز اکبرآباد میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا، اس دوران آپ کی شاہ جہان سے برابر ملاقاتیں ہوتی رہیں بادشاہ نے دربار کی غیر شرعی رسوم ''کورنش اور تسلیم'' کی بجا آوری سے آپ کو منع کر دیا۔[۱]

کورنش کی رسم کا آغاز ہمایوں بادشاہ نے کیا تھا، جس میں دربار شاہی میں تخت کے قریب آ کر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو پیشانی پر رکھ کر اپنا سر جھکاتا تھا، اسی طرح تسلیم میں دائیں ہاتھ کی پشت کو زمین پر رکھ کو اس کو اٹھاتے اور سیدھا کھڑے ہو کر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو سر پر رکھتے تھے۔[۲]

خواجہ حسام الدین احمد ہر ملاقات میں بادشاہ کو مفید نصائح کرتے[۳] اور اسلامی مسائل میں سے کوئی مسئلہ بھی بیان فرماتے رہتے تھے جو آپ اپنا عین فرض اور دعوت وارشاد کا اصول خیال کرتے تھے۔

اس دوران کچھ ایسے سیاسی حالات ہوئے کہ دکنیوں نے قوت جمع کر لی، شاہجہان کی اپنے باپ کے خلاف بغاوت، جہانگیر کی وفات اور پھر شاہ جہان کی تخت نشینی نے باغیوں کو سر اٹھانے کا موقع دیا دکن میں خان جہان کی بغاوت بھی اسی دوران ہوئی تو خود شاہ جہان دکن کی طرف متوجہ ہوا، اسی دورانِ قیام میں شاہ جہان کی محبوب ترین بیوی ارجمند بانو بیگم مخاطب بہ ممتاز محل کا برہان پور (دکن) میں ۱۷ ذی قعد ۱۰۴۰ھ/ ۱۶ جون ۱۶۳۱ء کو انتقال ہو گیا[۴] شاہ جہان کو اس کا بہت صدمہ ہوا وہ دکن کی مہمات کا سلسلہ ختم کر کے واپس دارالسلطنت آیا، جہاں اس نے ملکہ کی یادگار کے طور پر اس کا مقبرہ تاج محل کے نام سے بنوایا جو دنیا کے عجائبات میں سے

[۱] زادالمعاد: ۱۷ [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] تاریخ محمدی: ۲/ ۵/ ۲۰۲

Marfat.com

ہے، وہ مدتوں اس کی موت کے صدمہ سے نہ نکل سکا۔[1]

شاہ جہان مہمات دکن کے بعد واپس آگرہ براستہ دہلی آیا تو خواجہ حسام الدین احمد حسب سابق اس کے استقبال کے لئے نہ گئے جس سے بادشاہ ناخوش ہوا اور اس کی ناراضگی میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا کیوں کہ آپ کے ساتھ اس کے جس نوعیت کے تعلقات تھے کی بنیاد پر آپ کی حاضری اور استقبال کی توقع رکھتا تھا۔ اس دوران بدقسمتی سے ایک اور واقعہ پیش آیا کہ دہلی کے تحقیق آراضی کے عہدہ دار اور قانون گو جو خواجہ حسام الدین احمد کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے کہ جہانگیر نے آپ کو املاک دی تھی اور پھر اسے دوگنا بھی کر دیا تھا جب ان لوگوں نے املاک کے کاغذات اور دستاویزات دیکھیں تو منفی طور پر سوچنے لگے، مخالفین نے اسے غلط رنگ دے کر شاہ جہان کے سامنے پیش کیا جس سے بادشاہ کا رویہ مزید سخت ہو گیا اگرچہ شاہ جہان نے ملاقات کے وقت اس کا اظہار نہ کیا لیکن خلوت میں ناراضی ظاہر کی، آپ دوستوں کے اصرار کرنے پر اکبر آباد گئے اور وہاں جا کر ایک مضافاتی بستی میں قیام کیا، وہاں بادشاہ کے مقربین کے ذریعہ املاک کے طومار کی تحقیق کی کوشش کرتے رہے، یہاں تک کہ بادشاہ کے ''غبارِ ملال'' میں تبدیلی آئی، جب آپ ''درویشانہ وبے غرضانہ'' اس کے پاس گئے تو اس نے حسب سابق بہت ہی ''اعزاز اور احترام'' کیا آپ نے اسے بزرگانہ نصائح سے نوازا۔[2]

اس کے بعد بادشاہ نے کہا کہ آپ کا جب تک اکبر آباد میں قیام ہے آپ اس مسجد میں ٹھہریں جو حرم معلی[3] میں ہے، بادشاہ نے بعض اکابر امراء کو بھی وہاں آپ

---

[1] Yar Muhammad Khah: Deccan policy of the Mughals PP.166-264 , 169-176

[2] تعلیقات زاد المعاد: ۷۴/۱۵-۱۹ زاد المعاد: ۷۳ [3] یہ مسجد آج بھی موجود ہے اور نگینہ مسجد کے نام سے مشہور ہے (تعلیقات زاد المعاد: ۷۵/۱۰-۱۴)

Marfat.com

کی خدمت میں حاضر رہنے کا حکم دیا۔ ان میں سے نواب خان عالم کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے جس کا نام مرزا برخوردار بن مرزا عبدالرحمن دولدی تھا، اس کے اجداد تیموری سلاطین کے ہاں معزز عہدوں پر رہے، خانِ عالم نے اکبر کی ملازمت سے اپنی خدمات کا آغاز کیا، جہانگیر کے عہد میں بھی ترقی ہوئی، جب شاہ جہان تخت نشین ہوا تو وہ چھ ہزار ذات اور پانچ ہزار سوار کے منصب اور علم ونقارہ سے بھی سرفراز کیا گیا تھا۔ جب خواجہ حسام الدین احمد اکبرآباد میں تھے تو وہ ملازمت سے سبکدوش ہوکر وہاں مقیم تھا۔ [1]

شاہ جہان امورِ مملکت سے فراغت کے بعد رات گئے اس مسجد میں آپ کے پاس جاتا اور دیر تک وہاں بیٹھ کر دینی مسائل پر آپ سے تبادلہء خیال کرتا اور بہت ہی مسرور ہوتا تھا، بادشاہ ان صحبتوں میں کبھی آپ کے واپس دہلی جانے کا ذکر نہ کرتا بلکہ آپ کے سامنے اشارۃً اور آپ کی غیر موجودگی میں واضح طور پر آپ کے دارالسلطنت اکبرآباد میں قیام پر زور دیتا رہتا تھا اگرچہ آپ کو جسمانی اور روحانی طور پر وہاں وہ سکون اور اطمینانِ قلب میسر نہیں تھا جو دہلی میں جوار حضرتِ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ میں ملتا تھا تاہم آپ نے اسلام کی سربلندی، مسلمانوں کے فائدے اور فریضہء تبلیغ اسلام کی خاطر وہاں قیام کرنا پسند کیا۔ [2]

یہاں تک کہ آپ کا وہیں یکم صفر ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء کو وصال ہوگیا اور وہیں آپ کو آپ کے آباد کردہ معمورہ صوفی آباد میں دفن کردیا گیا، پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ کا تابوت مبارک آپ کے داماد میر ابراہیم حسین نے وہاں سے لاکر دہلی میں حضرت خواجہ کے قدموں میں دفن کیا۔

جب آپ وہاں نہایت علیل تھے تو شاہ جہاں عیادت کے لئے گیا تھا اور دیر

---

[1] Ather Ali: Apparatus of Empire (بامداد اشاریہ)   [2] زادالمعاد: ۷۵

Marfat.com

تک وہاں مقیم رہا وہیں نماز پڑھ کر شاہی محل کی طرف روانہ ہوا۔[۱]

جیسا کہ ہم نے زادالمعاد کے تعلیقات میں وضاحت کی ہے کہ شاہ جہان ممتاز محل کے انتقال کے بعد برہان پور میں ۹ ماہ کے قیام کے بعد ۱۰۴۱ھ/ ۱۶۳۲ء کو اکبر آباد پہنچا تو انہی دنوں خواجہ حسام الدین احمد بھی اکبرآباد گئے تھے اور وہیں ۱۰۴۳ھ کو آپ کا وصال ہوا گویا آپ اپنی زندگی کے آخری تین سال شاہ جہان کے اصرار پر وہیں ٹھہرے رہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین مغلیہ کا دل خواجہ حسام الدین احمد کی طرف سے کبھی بھی صاف نہیں ہوسکا اکبر اور ابوالفضل کا آپ کو واپس اپنے حوزۂ الحاد میں لانے کے لئے کوششوں اور آپ کی ثابت قدمی کا ذکر کیا جاچکا ہے۔

جہانگیر کے مرتے دم (۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۸ء) تک کان بھرے گئے تھے کہ آپ نے اکبر کی ملازمت سے علیحدگی کے لئے وقتی طور پر ''وضع سودائیان'' اختیار کی تھی اور دہلی میں ورود کے دوران اس کا استقبال نہ کرنے کا بہانہ بنا کر آپ کو طلب کیا پہلے سختی پھر انعامات سے نوازنے کے باوجود آپ کو ہر جشن نوروز کے موقع پر حاضر ہونے کا حکم اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ اس کے شکوک وشبہات ختم نہیں ہوئے تھے۔

دراصل دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی اس خانقاہ کو مرکزی روحانی حیثیت حاصل تھی اور بادشاہوں کو اس حقیقت کا علم تھا کہ دینی امور کی کمان انہی حضرات کے ہاتھوں میں ہے اور انہوں نے ہی اکبر کے خلاف فکری طور پر صف آراء ہوکر اس کے لادینیت کے نظریات کا مقابلہ کیا تھا۔ جس کے باعث اسے ناکامی ہوئی تھی۔[۲]

---

[۱] ایضاً ۱۸۶ [۲] پروفیسر محمد حبیب جیسے مارکسی مورخ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اکبر کو دین الٰہی کے نفاذ میں ناکامی ہوئی تھی۔

Muhammad Habib: Politics and Sociaty during early medieval period, ed , K.A. Nizami, Introduction by prof. Nizami.vol. p.

Marfat.com

اس روحانی مرکز کے سب سے بڑے مجاہد حضرت مجدد الف ثانی پہلے ہی جہانگیر کی حراست میں تھے پہلے قید کیئے گئے اور پھر رہائی کے بعد آپ کے اس کے لشکر شاہی میں رہنے پر پابندی بھی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ وہ راسخ العقیدہ حضرات سے خاصا خوفزدہ تھا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو بھی جو حضرت خواجہ کے ''جرگہء مردانِ دولتِ اسلام'' کے اہم رکن تھے، جہانگیر نے طلب کیا تھا اور اسی دوران خواجہ حسام الدین احمد کو بھی دوبارہ بلا بھیجا تھا، اور آپ نے اس سلسلہ میں پریشانی کے عالم میں حضرت مجدد الف ثانی سے بھی رابطہ قائم کیا تھا جس کی تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں۔

دراصل سارے ہندوستان کے راسخ العقیدہ منصب داروں اور علماء و مشائخ کا اس مرکزی خانقاہِ حضرت خواجہ سے تعلق تھا اور مغل حکومت کو ہمیشہ اس طرف سے اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں یہ حضرات جن کے مریدین ہر شعبہ زندگی خصوصاً فوج میں موجود ہیں، جمع ہو کر ہماری سلطنت کا خاتمہ نہ کر دیں۔

مخدوم زادگان کی تربیت

حضرت خواجہ باقی باللہ کے دو فرزندان گرامی تھے، اول عبیداللہ ملقب بہ خواجہ کلاں اور دوم محمد عبداللہ ملقب بہ خواجہ خرد، جب حضرت خواجہ کا ۱۰۱۲ھ کو وصال ہوا تو خواجہ کلاں دو سال چار ماہ کے تھے اور خواجہ خرد صرف دو سال کے تھے۔

ان دونوں مخدوم زادگان کی تعلیم و تربیت خواجہ حسام الدین احمد کے نصیب میں ہوئی، یہ دونوں صاحبزادگان بہت ہی کم سن تھے تو حضرت خواجہ نے جب حضرت مجدد الف ثانی آپ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے تو ان دونوں پر توجہ کرنے کا امر فرمایا جس کے اثرات کا ظہور بھی ہوا، ساتھ ہی آپ نے حضرت مجدد الف ثانی سے فرمایا کہ

Marfat.com

دونوں بچوں کا خیال رکھنا مجھے مزید زندگی کی توقع بہت کم ہے، لیکن حضرت خواجہ کے وصال کے بعد درگاہ حضرت خواجہ میں معتقدین کے درمیان کچھ اختلافات ہوئے جن کے باعث آپ سرہند سے دہلی آکر اپنے ان مخدومزادوں کی تربیت نہ کر سکے۔

حضرت خواجہ کے سب سے مقرب رفیق خواجہ حسام الدین احمد ہی تھے اس لئے یہ سعادت آپ ہی کو ملی، حضرت خواجہ کے حین حیات کم سنی میں جب خواجہ کلاں آپ کو بابا بابا کہتے ہوئے آپ سے لپٹ گئے تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ تمہیں بابابابا اس لئے کہہ رہا ہے کہ اس تربیت کی میں نہیں کر سکوں گا یہ تمہارے حصے میں آئی گی۔

چنانچہ خواجہ حسام الدین احمد نے ابتدائی تعلیم و تربیت کا حق ادا کر دیا جس کا اعتراف حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں کیا ہے، آپ نے اپنے فرزندوں خواجہ جمال الدین حسین اور خواجہ سراج الدین محمد کے ساتھ اپنے بچوں سے بڑھ کر توجہ دی اور تربیت کی، جوان ہو کر دونوں صاحبزادے تکمیل سلوک کے لئے سرہند حاضر ہو کر مرتبہ کمال و تکمیل پر فائز ہوئے اور حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ کی حیثیت سے خانقاہ حضرت خواجہ میں دعوت و ارشاد کا فریضہ انجام دیا۔[1]

حضرت مجدد الف ثانی اور خواجہ حسام الدین احمد

حضرت خواجہ کے وصال کے بعد حضرت مجدد الف ثانی اور خواجہ حسام الدین احمد کے مابین کچھ عرصہ کیلئے اختلافات پیدا ہو گئے تھے جن کے اسباب معاصر تذکروں میں نہیں بتائے گئے، لیکن مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور زاد المعاد وغیرہ سے حسب ذیل وجوہ کا قیاس کیا جا سکتا ہے:

---

[1] ان امور کی تمام تر تفصیلات ہم نے مخدوم زادگان کے احوال کے ضمن میں بیان کر دی ہیں۔

Marfat.com

۱...... حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مخالفت

۲...... کشفی ونظری اختلافات

۳...... مخالفین کی افواہیں

جیسا کہ ہم حضرت خواجہ کے احوال میں ''حضرت خواجہ کی جانشینی'' کے تحت تفصیل سے ان اسباب کا تجزیہ کر چکے ہیں کہ کس طرح حضرت خواجہ کے وصال ۱۰۱۲ھ کے بعد خانقاہِ دہلی کے متوسلین اور حضرت مجدد الف ثانی کے مابین اختلافات ہوئے جو محض وقتی تھے اور وہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ختم ہو گئے۔

معاصر مولف خواجہ محمد ہاشم کشمی جو خواجہ حسام الدین احمد سے گہری دوستی و موانست رکھتے تھے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد کچھ عرصہ کے لئے خواجہ حسام الدین احمد اور حضرت مجدد الف ثانی کے درمیان کسی بات پر کچھ ''ملال'' پیدا ہو گیا تھا لیکن اللہ سبحانہ کی عنایت سے وہ ''غبارِ ملال'' دور ہو گیا۔ اور دونوں بزرگوں کے ہاں ''صفا اور اخلاص'' پھر سے قائم ہو گیا، یہاں تک کہ خواجہ حسام الدین احمد نے اپنے فرزند بزرگ خواجہ جمال الدین حسین کو تربیت اور تکمیل کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں سرہند بھیجا اور آپ اس نور چشم پر نظر عنایت مبذول فرماتے رہے، مولف نے خواجہ حسام الدین احمد کا ایک مکتوب بنام شیخ تاج الدین سنبھلی بھی نقل کیا ہے، جس میں ہے کہ خانقاہِ حضرت خواجہ کے مقیموں نے اپنے مکشوفات کی بنیاد پر جو راستہ اختیار کیا ہے وہ بہت زیادہ دوری کا ہے، اسی مکتوب میں خواجہ حسام الدین احمد حضرت مجدد الف ثانی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ کے خاندان (فرزندان یعنی خواجہ کلاں وخواجہ خرد) کے ساتھ اخلاص کا اظہار جیسا کہ مخدومی شیخ احمد (مجدد الف ثانی) کی طرف سے دیکھا جاتا ہے وہ بہت ہی شکر کا باعث ہے......اور دین کے ظواہر کی رعایت (پابندی) کی توفیق جس قدر ان

Marfat.com

کو حاصل ہے ان کے مخالفین اور منکرین بھی اعتراض کی گنجائش نہیں پاتے۔[۱]

خود خواجہ محمد ہاشم کشمی جب برہان پور سے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے سرہند جاتے ہوئے دہلی سے گزرے تو خواجہ حسام الدین احمد سے ملے جب انہیں ان کا سرہند جانے کا ارادہ معلوم ہوا تو بہت ہی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مجدد الف ثانی جیسا طالبانِ حق کی تربیت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔[۲]

پھر حضرت مجدد الف ثانی کے وصال پر خواجہ حسام الدین احمد نے جو تعزیت نامہ خواجہ محمد ہاشم کشمی کو لکھا ہے وہ انہوں نے نقل کر کے محفوظ کر لیا ہے[۳] جس سے اس نتیجہ پر پہنچنا دشوار نہیں رہ جاتا کہ ان دونوں حضرات کے مابین نزاع مکمل طور پر ختم ہو چکا تھا۔

معترضین یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت خواجہ نے اپنی زندگی میں کسی کو اپنی مسندِ مشیخت پر نہیں بٹھایا تھا اور حضرت مجدد الف ثانی کسی کو اس کا اہل نہیں سمجھتے تھے اس لئے خانقاہِ دہلی اور سرہند کے درمیان پہلا اختلاف یہی تھا، اسلئے آپ کے خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ اختلاف ہو گیا کیوں کہ حضرت خواجہ کے سب سے زیادہ قریبی رفیق آپ ہی تھے، لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے کیوں کہ جیسا کہ ہم تفصیلات بیان کر چکے ہیں کہ حضرت خواجہ نے جب خواجہ حسام الدین احمد کو تربیت مریدین کا حکم دیا تو آپ نے اس سے معذرت کر لی جسے حضرت خواجہ نے قبول فرما لیا۔ لیکن ان کے علاوہ کون تولیت خانقاہ کے فرائض انجام دیتا؟ وہ بھی خواجہ حسام الدین احمد کی اجازت کے بغیر ممکن نہیں تھا۔

جب خواجہ حسام الدین احمد نے اس مقصد کیلئے میاں شیخ الہ داد کا نام تجویز

---

[۱] زبدۃ المقامات: ۸۱۔۸۲ ملخصاً [۲] ایضاً: ۸۳۔۸۴ [۳] ایضاً: ۸۴۔۸۵

Marfat.com

کیا تو حضرت مجدد الف ثانی نے واضح الفاظ میں اس سے انکار کر دیا، ظاہر ہے کہ اس پر قدرے ملال ان تینوں اصحاب میں پیدا ہوا۔

خواجہ حسام الدین احمد کے تربیت یافتہ اور زاد المعاد کے مولف خواجہ کلاں نے لکھا ہے کہ خود خواجہ حسام الدین احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے اور میاں شیخ احمد قدس سرہ (حضرت مجدد الف ثانی) کے مابین بعض متشابہات پر گفت وشنید (مباحث واختلاف) ہوا تھا اور ان امور کے باعث ہمارے ''دلِ آئینہ مصفا'' میں ''غبار کدورت'' حائل ہو گیا تھا، اگرچہ حضرت مجدد الف ثانی کے مریدین کی طرف سے اس مسئلہ میں مجھے ''تہمت اور مذمت'' کا بھی سامنا کرنا پڑا اور میرا بھی دل چاہتا تھا کہ ان کے روحانی مشاغل کو غلو سے تشبیہ دوں لیکن میرا دل کسی طرح بھی یہ کرنے کو راضی نہیں ہوتا تھا، میں ہمیشہ ان ''متشابہات'' کی توجیہہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے کرم کا منتظر رہتا تھا کہ انہی ایام میں حضرت مجدد الف ثانی کی طرف سے ''واضح بیان'' سننے میں آیا جس سے وہ مقام ''کدورت وملالت'' دور ہو گیا اور اب اس کا نشان تک نہیں ہے۔[1]

ہمیں تو زاد المعاد کے اس جملہ ''کثرت توغل ایشان بہ مشاغل روحانی'' سے واضح اشارہ حضرت مجدد الف ثانی کے مرید حسن افغان کا آپ کی تحریرات میں تحریف کرنے اور پھر ان محرف معارف سے متاثر ہو کر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا رسالہ اعتراضات لکھنا اور اسے مخالفین کے شہرت دینے کی طرف معلوم ہوتا ہے، جس سے خواجہ حسام الدین احمد سب سے زیادہ متاثر ہوئے تھے جس کی وجہ یہی ہے کہ آپ حضرت خواجہ کے روحانی مرکز میں تولیت کے فرائض انجام دے رہے تھے اور حضرت مجدد الف ثانی کی تمام تر روحانیت اسی مرکز سے مقتبس تھی۔

---

[1] زاد المعاد: ۹۷

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی کے مخالفین وحاسدین حسن خان افغان کی قیادت میں ہندوستان کی بڑی بڑی خانقاہوں اور علماء کی خدمت میں وہ محرف مواد لے کر گئے جس سے خانقاہِ حضرت خواجہ اور آپ کے حوزۂ روحانی کے سب سے بڑے عالم ومحدث شیخ عبدالحق متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے آخری ایام حیات میں خواجہ حسام الدین احمد کو جو خطوط لکھے تھے ان میں سے ایک مکتوب میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا نام لئے بغیر یہ برادرانہ شکوہ کیا ہے کہ انہوں نے مجھے براہِ راست لکھنے کی بجائے محض شبیہ (بمجرد اشتباہ) کی بنا پر مجھ پر اعتراضات کر کے مشتہر کیا اور اس کی ''شہر شہر منادی'' کرائی یہ کہاں کی دین داری ہے؟ میں نے کوئی بات بھی ایسی نہیں لکھی جس کی ابتداء واختراع اس فقیر نے کی ہو۔...... اس لئے یہ سارا ''شوروغوغا'' کیسا ہے؟ اگر کوئی ایسا لفظ مجھ سے صادر ہو گیا تھا جو ظاہر علوم شرعیہ سے مطابقت نہیں رکھتا تھا تو تھوڑی سے توجہ سے اس کی شریعت سے مطابق تاویل کر لیتے، اسی مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی نے لکھا ہے کہ آپ کے مکتوب سے یہ مفہوم بھی ہوتا ہے کہ اس عزیز (مکتوب الیہ مولانا محمد صالح کولابی) سے میرا مکتوب (۳/۸۷) سن کر آپ کے خادموں میں بھی ''اشتباہ وانحراف'' پیدا ہوا...... چاہئے تو یہ تھا کہ مشتبہ مقامات کو آپ خود حل کر لیتے اور اس فقیر پر نہ چھوڑتے اور فتنہ کو ختم کر دیتے، دوسرے دوستوں سے کیا شکایت کی جائے کہ ان میں سے بعض نے شبہہ دور کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود ایسا نہیں کیا بلکہ خاموشی اختیار کر لی۔[1]

تو یہ وہ ''موانع معلومہ'' تھے جن کے باعث حضرت مجدد الف ثانی سرہند سے دہلی آ کر حضرت خواجہ کے فرزندوں کی تعلیم وتربیت نہ کر سکے اور آپ کے اور خواجہ

[1] مکتوبات: ۳/۱۲۱/۵۶۶

Marfat.com

حسام الدین احمد کے مابین وجہ نزاع رہے۔

جب مخالفین کی یہ شورش بڑھ گئی تو حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے معارف کے اصل مسودات حضرت شیخ محدث کی خدمت میں ارسال کئے جنہیں پڑھ کر آپ مطمئن ہو گئے اور اپنے اعتراضات سے رجوع کرلیا، شیخ محدث نے رجوع کے سلسلہ کا ایک مکتوب بھی ان اختلافات میں سب سے زیادہ نشانہ بننے والی شخصیت خواجہ حسام الدین احمد کے نام ارسال کیا۔[1]

شیخ محدث علیہ الرحمۃ کا یہ مکتوب پڑھ کر خواجہ احسام الدین احمد کا ''غبارِ ملال'' تو جاتا رہا لیکن حاسدین ومخالفین کی کاروائیاں جاری رہیں، حضرت مجدد الف ثانی کے معارف کے خلاف کئی رسائل لکھے گئے اور معاندین کے جواب میں مخلصین نے بھی کئی کتابیں لکھیں[2] ہر مخالف نے شیخ محدث کے رسالہ کو آڑ بنایا۔

گویا حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث کے مابین اختلافات پیدا کرنے کی کوششیں کی گئیں لیکن آپ نے ثابت قدمی کے ساتھ ان معاملات پر غور فرمایا اور تعلقات معمول پر آ گئے۔

حضرت خواجہ کے دونوں فرزندان گرامی ابتدائی تعلیم کے بعد تکمیل کے لئے خواجہ حسام الدین احمد کی اجازت وتحریک پر سرہند گئے اور فراغت کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ کی حیثیت سے خانقاہِ حضرت خواجہ میں تاحیات دعوت ارشاد

---

[1] یہ مکتوب پہلی بار اخبار الاخیار کے مجتبائی ایڈیشن کے آخر میں خاتمہ کے طور پر شامل ہوا، مخالفین کا الزام ہے کہ یہ مکتوب معتقدین کا خود ساختہ ہے آپ کے مجموعہ مکاتیب میں موجود نہیں ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ رجوع کے معاملہ کا یہ مکتوب کلیات خواجہ کلاں میں موجود ہے۔ (روضۃ القیومیہ: ۱/۲۱۱) جس سے مخالفین واقف نہیں ہیں

[2] ''حضرت مجدد الف ثانی کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں''، مقالہ مشمولہ جہان امام ربانی (جلد پنجم)

Marfat.com

میں مصروف رہے، خواجہ حسام الدین احمد کے فرزند بزرگ خواجہ جمال الدین حسین بھی حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر ہو کر بہرہ یاب ہوئے۔[1]

حضرت مجدد الف ثانی کے فرزند اصغر شاہ محمد یحییٰ کا عقد مبارک خواجہ کلاں کی صاحبزادی سے ہوا[2] گویا ان حضرات کے مابین وہ تمام اختلافات مخالفین و معاندین کے پیدا کئے ہوئے تھے جو وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ رفع ہو گئے۔

وصال

خواجہ حسام الدین احمد یہ سن کر کہ شاہ جہان حجاج کا ایک قافلہ حجاز مقدس روانہ کرنے والا ہے اور کسی متقی عالم کو میر حاج بنا کر بھیجنے کا خواہش مند ہے آپ اس کے ساتھ قدیمی عقیدت مندانہ تعلقات کے باعث ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء کو اکبر آباد پہنچ گئے لیکن فرنگیوں کے ساتھ سفر کے معاہدہ کی تجدید نہ ہونے کے باعث آپ حرمین الشریفین نہ جا سکے۔

بادشاہ کے خلوص اور انتہائی عزت واحترام کی وجہ سے آپ نے کچھ عرصہ وہاں قیام کرنے کا فیصلہ کرلیا، بادشاہ امورِ مملکیت سے فراغت کے بعد رات گئے تک آپ کی خدمت میں بیٹھ کر مذہبی مسائل پر تبادلہء خیال کرتا تھا لیکن واپس دہلی جانے کی اجازت نہیں دیتا تھا، جب آپ شدید علیل ہوئے تو شاہی حرم کی مسجد سے اپنے آباد کردہ شہر صوفی آباد منتقل ہو گئے، آپ کو کئی امراض لاحق تھے آخری ایام میں اسہال

---

[1] تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں۔ [2] ہدیہء احمدیہ ص: ۸۷

حضرت شیخ محدث کا اعتراضات سے رجوع کرنا اور اس قسم کے دیگر امور کے تفصیلات کے لئے رسائل در دفاع حضرت مجدد الف ثانی مولفہ مولانا وکیل احمد سکندر پوری پر ہمارا مفصل مقدمہ ملاحظہ کریں۔ مشمولہ ہفت مجالس علمیہ مرتبہ محمد عالم مختار حق، لاہور، حوزۂ نقشبندیہ: ۲۰۰۹ء

Marfat.com

کبدی کا غلبہ ہوا اور اسی بیماری میں یکم صفر ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء کو اکبر آباد میں ہی وصال ہوا[۱]، اپنے اسی معمورہ میں دفن کر دیئے گئے، ولادت ۹۷۷ھ/۱۵۶۹ء کو بدخشان میں ہوئی تھی وصال کے وقت عمر مبارک ٦٦ سال تھی۔

آخری ایام میں آپ کی خدمت کے لئے مخدوم زادہ سراج الدین محمد، خواجہ محمد افضل، میاں شیخ رستم اور مولانا دوست محمد[۲] موجود تھے۔

اس دوران علاج کا سلسلہ بھی جاری رہا، آپ اپنا علاج خود کرتے تھے لیکن افاقہ نہیں ہوتا تھا، آپ اپنی بیماری کی اطلاع کسی کو نہیں دینا چاہتے تھے لیکن خان عالم کو جن کے ساتھ آپ کے بچپن سے تعلقات تھے، اس کی خبر ہو گئی تو اس نے شاہ جہان بادشاہ کو اطلاع دی، وہ عیادت کے لئے صوفی آباد آیا اور مغرب کی نماز وہاں پڑھ کر رخصت ہوا تھا۔[۳]

آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو اکبر آباد کے صوفی آباد میں دفن کر دیا گیا اور پھر فرمایا کہ میری نعش دہلی منتقل کرنے میں جلدی نہ کرنا۔[۴]

اس سوال کے جواب میں کہ دہلی میں کیا آپ کو آپ کے والد نواب غازی خان بدخشی کے مقبرہ میں دفن کریں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں مجھے میرے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ کے صفہ شریف کے قریب دفن کرنا۔[۵]

متعلقین کے اختلاف کی وجہ سے آپ کی نعش مبارک دہلی منتقل کرنے میں چھ ماہ کی تاخیر ہو گی خاصا تردد ہوا دو ماہ مزید لگے گویا آٹھ ماہ بعد شوال میں آپ کا

۱۔ مولف زاد المعاد نے تاریخ وصال واضح طور سے نہیں دی بلکہ ان کے بیان سے یکم صفر کا مفہوم نکلتا ہے (تعلیقات: ۱۵۹/ ۱۴۔۱۵) نیز اسراریہ: ۳۸، تاریخ محمدی: ۲/ ۵/ ۲۱۹

۲۔ ان خدام کے حالات زاد المعاد کے لاحقہ میں ملاحظہ کریں۔ ۳۔ زاد المعاد: ۱۸۶

۴۔ ایضاً: ۱۸۷ ۵۔ ایضاً

Marfat.com

تابوت شریف آپ کے داماد میر ابراہیم حسین دہلی لے کر آئے اور دفن کیا آپ کے جسم مبارک پر آٹھ ماہ گذرنے کے باوجود کوئی فرق نہیں پڑا تھا[۱]۔ اہل دہلی خصوصاً اکابر علماء و مشائخ نے استقبال کیا۔[۲]

آپ کو حضرت خواجہ کے صفہ منورہ کے مشرق رویہ دفن کیا گیا آپ کی اہلیہ محترمہ بی بی زہری نے آپ کا الگ صفہ تعمیر کروایا جو طول و عرض میں حضرت خواجہ کے صفہ شریف کے برابر تھا۔[۳]

مرتب کتاب حاضر احقر محمد اقبال مجددی اگست ۱۹۹۰ء کو دہلی گیا تو معروف محقق ڈاکٹر نثار احمد فاروقی مرحوم (سابق صدر شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی) کے ہمراہ حضرت خواجہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوا، اس وقت خواجہ حسام الدین احمد کی قبر مبارک کسی صفحہ پر نہیں ہے بلکہ حضرت خواجہ کے مزار شریف کے پاس قدرے دور بفاصلہ تقریباً بیس گز ایک عام قبر ہے، جس پر کوئی کتبہ تک نہیں ہے، تاہم ڈاکٹر فاروقی مرحوم نے اس کی فوٹو تیار کر لی جو کتاب حاضر میں شامل ہے۔

حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے وصال پر کئی اکابر اہل علم نے قطعاتِ تاریخ کہے، جن میں سے مندرجہ ذیل اصحاب کے قطعات خواجہ کلاں نے نقل کئے ہیں:

۱...... مولانا حسن ہمدانی کشمیری ۵ قطعات

۲...... شجاعی ۶ قطعات

۳...... خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری ۶ قطعات[۴]

---

[۱] ایضاً: ۱۹۴ [۲] زاد المعاد میں خاتمہ کے عنوان سے آپ کے وصال کے واقعات تفصیل سے لکھے گئے ہیں اس لئے ہم نے یہاں اختصار سے کام لیا ہے۔

[۳] زاد المعاد: ۱۹۵۔۱۹۶ [۴] ان چھ قطعات میں سے پانچواں قطعہ خواجہ محمد صادق ہمدانی نے طبقاتِ شاہجہانی (۱۰/۰) میں نقل کیا ہے۔

Marfat.com

۴...... مولانا حافظ محمد خیالی ۲ قطعات (ایک قطعہ بصورت دائرہ)

۵...... میر سید محمد زاہد، ایک قطعہ [1]

ایک قطعہ تاریخ خواجہ خرد کے مرید شیخ کمال محمد سنبھلی نے بھی کہا تھا۔[2]

خواجہ حسام الدین احمد کی تالیفات

زادالمعاد سے خواجہ حسام الدین احمد کی جو تصویر زندگی لوحِ ذہن پر مرتسم ہوتی ہے، سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس تصنیف و تالیف کے لئے وقت ہی نہیں تھا۔

فرید بھکری نے لکھا ہے کہ ترک دنیا کے بعد کتابوں کو طاق پر کھ دیا اور ''نماز وروزہ وذکر وقیام'' آپ کا شیوہ زندگی بن گیا[3] ہر ماہ پندرہ مرتبہ قرآن مجید ختم کرتے تھے[4] ۔لیکن اس کے باوجود آپ کی تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ رہی، آپ نے تصوف وسلوک کے موضوع پر ایک کتاب شواہد اخلاص کے نام سے مرتب کی، جس میں اپنے نام موصول ہونے والے اکابر اہل علم کے مکاتیب بھی جمع کئے۔[5]

زادالمعاد کے مؤلف خواجہ کلاں کو حکم دیا تھا کہ وہ تمام خطوط جو میرے نام ہیں جمع کریں تو انہوں نے اس میں آپ کی تحریرات اپنے نام موصول ہونے والے مکاتیب اور مختلف رسائل یک جا کر دیئے، اس کا نام کلیات خواجہ کلاں بھی ہے۔[6]

آپ کی مبارک زندگی جس طرح روحانیت سے عبارت تھے اسی طرح دہلی کی

---

[1] ان اکابر کے حالات زادالمعاد کے تعلیقات میں ملاحظہ کریں۔

[2] اسراریہ: ۳۸ [3] ذخیرۃ الخوانین: ۱/ ۲۴۳

[4] عمل صالح: ۲/ ۲۸۷، بادشاہ نامہ محمد امین قزوینی (بخش تراجم مرتبہ محمد سلیم اختر مشمولہ رسالہ اردو، کراچی، ج ۵۵ ش ۳ ص: ۱۷ (مآثر الامراء ۳/ ۷۳ ۳، حضرات القدس ۱/ ۴۴۹

[5] زادالمعاد [6] رک احوال خواجہ کلاں مقدمہ حاضر

Marfat.com

ادبی فضا کا بھی تقاضا تھا کہ آپ کبھی کبھی شعر خوانی کی طرف بھی راغب ہو جاتے تھے۔

آپ نے ایک بیاض تیار کر رکھی تھی جس کا آپ ذوق وشوق کے ساتھ مطالعہ بھی کرتے رہتے تھے[1] اگرچہ آپ کی تالیفات و مرتبات کے وجود کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے تاہم تذکروں میں ان کی جس قدر تفصیلات ملتی ہیں وہ آپ کے اعلیٰ ذوق کی ترجمانی کرتی ہیں۔

اسی طرح اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ کے رسائل وکلام شیخ محمد اسماعیل رشدی دہلوی سے مرتب وجمع کروائے[2] اپنے شیخ ''حضرت خواجہ کے احوال'' پر ایک رسالہ بھی لکھا تھا۔[3]

خواجہ حسام الدین احمد کے تربیت یافتگان

جب حضرت خواجہ نے خواجہ حسام الدین احمد کو خلافت سے نوازا اور مریدین کی تربیت کا حکم دیا تو آپ نے معذرت کر لی، لیکن آپ کے وصال کے بعد حکماً چند اصحاب کی ابتدائی تعلیم و تربیت فرمائی ان میں سے بعض کو تکمیل کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں سرہند بھیجا، خواجہ کلاں نے زاد المعاد کے لاحقہ کی قسم دوم میں ان اصحاب کے مختصر روحانی حالات لکھے ہیں جن کی تربیت آپ نے کی تھی، ان کے اسماء زاد المعاد کی ترتیب کے مطابق یہ ہیں:

۱......خواجہ محمد عبداللہ (ملقب بہ خواجہ خرد بن حضرت خواجہ)

۲...... بی بی زہری (زوجہ خواجہ حسام الدین احمد)

---

[1] زاد المعاد: ۸۰ خواجہ حسام الدین احمد عام طور پر مثنوی مولانا اور مکتوبات شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کا مطالعہ کرتے تھے [2] اس احوال حضرت خواجہ تالیفاتِ حضرت خواجہ مقدمہ ءہذا

[3] زاد المعاد: ۱۹۸

Marfat.com

۳...... ابوالنصر خواجہ جمال الدین حسین (فرزند بزرگ خواجہ حسام الدین احمد)

۴...... ابوالمعالی خواجہ سراج الدین محمد (فرزند دوم خواجہ حسام الدین احمد)

۵...... خواجہ محمد قاسم (خالہ زاد حضرت خواجہ باقی باللہ)

۶...... میر سلطان منصور (از اولاد مرزایان بدخشان)، شیخ الاسلام عہد جہانگیر (ورک بہ فہرست خلفائے حضرت خواجہ)

۷...... خواجہ محمد افضل بدخشی (از اقربای خواجہ حسام الدین احمد) تکمیل بخدمت حضرت مجدد الف ثانی

۸...... خواجہ عبداللطیف (خالہ زاد خواجہ حسام الدین احمد)

۹...... مولانا محمد دوست بن مولانا محمد یوسف مرغینانی

۱۰...... میر سید ابراہیم

۱۱...... خوشحال بیگ (خادم خواجہ حسام الدین احمد)

۱۲...... شیخ محمد شریف

۱۳...... شیخ محمد شریف اکبر آبادی

۱۴...... ملا عبدالرحیم سلامی

۱۵...... مولانا محمد حیدر کشمیری (خواجہ خرد کی والدہ کے قریبی رشتہ دار تھے)

۱۶...... میاں شیخ محمد حارث بن شیخ تاج الدین سنبھلی ثم مکی

۱۷...... میاں شیخ احمد (طغائی خواجہ سراج الدین محمد)

۱۸...... میر محمد صادق بن خواجہ قلیج خان

۱۹...... حافظ عنایت اللہ

۲۰...... خواجہ محمد صدیق بن خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری

۲۱...... میاں محمد قلی بن شیخ رستم

Marfat.com

۲۲......خواجہ محمد صوفی (شاگرد خواجہ حسام الدین احمد)

۲۳...... خواجہ ابوالمدین (نبیرۂ خواجہ ابوالفیض بدخشی) خواجہ ابوالمدین کے والد خواجہ احمد حضرت مجدد الف ثانی کے مرید تھے۔

۲۴......میر سید کاظم بدخشی

۲۵......میر سید زین العابدین بدخشی

۲۶......میاں محمد باقر بن شیخ طاہر فیروز آبادی

۲۷......شیخ رکن الدین

۲۸......شیخ احمد گجراتی

۲۹...... میاں شیخ ولی محمد (از اولاد صوفی بدہنی)

۳۰...... شیخ ابراہیم دکھنی

۳۱...... ملا حسن گجراتی

۳۲...... میاں شیخ ولی محمد بن شیخ عبدالواحد اجودھنی

۳۳......میاں محمد یوسف (برادر زادہ و داماد میاں شیخ الہ داد امروہوی)

۳۴......سید میراں جوان

۳۵......ملا عبدالسلام

۳۶......سبحان قلی

۳۷......رحمت اللہ

۳۸...... خواجہ عبیداللہ (ملقب بہ خواجہ کلاں بن حضرت خواجہ) مولف زاد المعاد (خودنوشت حالات)

Marfat.com

حیات خواجہ حسام الدین احمد کے مآخذ

یہ مآخذ دو قسم کے ہیں پہلا حصہ کتب تاریخ کے تعارف پر مشتمل ہے جن میں زیادہ تر خواجہ حسام الدین احمد کے والد گرامی نواب غازی خان بدخشی کے حالات اور ان کی ملکی مہمات کا تذکرہ ہے، جہانگیر اور شاہ جہان کے عہد میں لکھی جانے والی کتب تاریخ میں خواجہ حسام الدین احمد کے احوال بیان کئے گئے ہیں۔

دوسرے حصہ میں ہم نے صوفیہ کے ان تذکروں کا تعارف کروایا ہے جن میں خواجہ حسام الدین احمد کے روحانی حالات ومناقب بیان کئے گئے ہیں۔

ان سب کا مختصر تعارف ترتیب زمانی سے کروایا جا رہا ہے تا کہ آپ کے احوال پر لکھی جانے والی مستقل کتاب زاد المعاد کی اہمیت واضح ہو سکے:

تاریخ اکبری

یہ حاجی محمد عارف قندھاری کی تالیف ہے، جس میں اکبر بادشاہ کی ولادت سے ۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء تک واقعات درج ہیں، بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء تک مولف اس میں اضافہ کرتا رہا، یہ پہلی کتاب ہے جس میں خواجہ حسام الدین احمد کے والد قاضی نظام غازی خان بدخشی کی کابل سے ۹۸۲ھ/ ۱۵۷۴ء کو آمد اور اکبر بادشاہ کے حضور پیش ہونے کا ذکر ہے، یہ پوری کتاب دستیاب نہیں ہو سکی صرف مذکورہ سنین کے حوادث پر مشتمل کچھ حصہ ملا ہے، جس کا متن معین الدین ندوی، سید اظہر علی دہلوی اور امتیاز علی خان عرشی کی تحقیق وتعلیقات کے ساتھ رضا

Marfat.com

لائبریری رام پور سے ۱۹۶۲ء کو طبع ہوئی، اس کا انگریزی ترجمہ تسنیم احمد نے کیا جو دہلی سے ۱۹۹۳ء کو شائع ہوا۔

طبقاتِ اکبری

مولفہ خواجہ نظام الدین احمد ہروی بخشی (ف ۱۰۰۳ھ/ ۱۵۹۴ء)

یہ ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کی ایک عام تاریخ ہے محمود غزنوی کے حملوں سے لے کر اکبر بادشاہ کے ۳۸ سال جلوس ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۹۳ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے، مولف اکبر کے مقرب ترین افراد میں سے تھا اور اکبر کے مذکورہ سال جلوس تک کے واقعات کے لئے اس کی خاص اہمیت ہے، اس میں نواب غازی خان بدخشی کے ان معرکوں کا ذکر ملتا ہے جو انہوں نے مغل حکومت کے باغیوں کے خلاف کئے، اس کا فارسی متن مطبع نولکشور لکھنو سے ۱۸۷۵ء کو طبع ہوا پھر اس کا تحقیقی ایڈیشن ۱۹۱۳ تا ۱۹۳۱ء ایشیاء تک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ سے شائع ہوا، اس کے مکمل متن کا انگریزی ترجمہ بی ڈے (Be De) نے کیا جو مذکورہ ناشر نے ۱۹۱۳ تا ۱۹۳۶ء طبع کیا۔ اس کا اردو ترجمہ محمد ایوب قادری نے کیا جو لاہور سے شائع ہوا، مولف نے اکبر کو خوش کرنے کے لئے کتاب کے آغاز میں نعت نہیں لکھی۔

اکبر نامہ

یہ اکبر کے سب سے معتمد درباری ابوالفضل علامی کی تصنیف ہے جو خواجہ حسام الدین احمد کا بہنوئی تھا، یہ تین جلدوں میں ہے جلد اول میں بابر سے ہمایوں کے عہد تک کے واقعات ہیں جلد دوم اور سوم کا تعلق اکبر کی تاریخ سے ہے، جس میں اس کے پہلے سال جلوس سے ۱۷ تک کے درمیان کے حوادث درج ہیں، یعنی

Marfat.com

۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۶ء تک واقعات، مشاہیرِ عصر کے مختصر حالات اور واقعات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

اس کی تیسری جلد میں نواب غازی خان کی کابل سے آمد ۹۸۲ھ/ ۱۵۷۴ء سے ان کی اودھ میں وفات ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء کے تحت ان کا مختلف جنگوں میں شریک ہو کر سخت کوشی کا تذکرہ ملتا ہے، فتح سندھ بسرکردگی عبدالرحیم خانِ خانان کے دوران خواجہ حسام الدین احمد کا ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء کو لشکر کے ساتھ جانے اور وہاں جذبہ الٰہی کے آپ پر وارد ہونے کا تو درکنار فوجیوں کی فہرست میں آپ کا نام تک نہیں لکھا[1] حالانکہ وہ آپ کا برادر نسبتی تھا، اگر وہ اس کی تفصیل دیتا تو اسے اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑتا کہ خواجہ حسام الدین احمد نے اکبر اور مسلمانانِ ہندو مزاج کے حوزۂ الحاد سے خلاصی حاصل کرنے کیلئے علیحدگی اختیار کی تھی، ابوالفضل نے عمداً ایسا کیا اور اپنے قتل ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء تک مسلسل آپ کو تنگ کرتا اور واپس ملازمت پر آنے پر مجبور کرتا رہا، اکبر نامہ پہلے مطبع نولکشور لکھنو سے ۱۸۶۷ء کو تین جلدوں میں چھپا، پھر ایشاٹک سوسائٹی، کلکتہ نے اسے مرتب کروا کر ۱۸۷۳ء سے ۱۸۸۷ء شائع کیا، مشہور مترجم بیورج (H. Beveridge) نے حواشی کے ساتھ انگریزی ترجمہ کیا جو مذکورہ ناشر نے طبع کروایا۔

آئینِ اکبری مولفہ ابوالفضل علامی

یہ دراصل اکبر نامہ کا تکملہ ہے جس میں عہد اکبر کے انتظامی امور کی تفصیلات ملتی ہیں، اس میں مختلف صوبوں میں سے شامل دیہاتوں، سرکاروں وغیرہ کی فہرستیں بھی

---

[1] فتح سندھ کے بعد خواجہ حسام الدین اور مرزا حسام الدین نام کا جو شخص اکبر کے حضور پیش ہوا انعام سے نوازا گیا وہ کوئی دوسرا فرد تھا۔ (تعلیقاتِ زاد المعاد)

Marfat.com

ہیں، منصب داروں کی عہدہ وار فہارس کے علاوہ علماء و مشائخ اور شعراء کی فہرستیں بھی درج ہیں، اس میں ہزاری امراء کی فہرست میں نواب غازی خان بدخشی کا نام بھی درج ہے۔[1]

آئین اکبری پہلے سر سید احمد خان نے مرتب کی مطبع اسماعیلی سے ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۵ء کو اس کی صرف پہلی اور تیسری جلد طبع ہوئی، پھر اس کا دوسرا ایڈیشن لکھنو سے کامل تین جلدوں میں شائع ہوا ۱۸۶۷۔ ۱۸۷۷ء ایشاٹک سوسائٹی کلکتہ سے بلوخمان کی تصحیح سے بھی اس کا فارسی متن طبع ہوا، اس کی صرف جلد اول پر بلوخمان نے بہت تفصیلی تعلیقات لکھ کر انگریزی ترجمہ شائع کیا، اسی طابع نے اس کی دوسری دو جلدوں کے انگریزی ترجمے بھی شائع کروائے۔

منتخب التواریخ مولفہ عبدالقادر بدایونی

یہ ہندوستان کے مسلم عہد کی عام تاریخ ہے، جس کا آغاز سبکتگین کے عہد سے ہوتا ہے اور اکبر بادشاہ کے ۴۰ سال جلوس ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۶ء تک کے واقعات پر ختم ہوجاتی ہے[2] اس کتاب کے مجاہد مورخ نے جو اکبری دربار سے وابستہ تھے بہت سے ایسے واقعات درج کئے ہیں جن کا تعلق اس وقت کے بدلے ہوئے مذہبی

---

[1] آئین اکبری: ۱/ ۲۸۳ (شمارہ ۱۴۳) [2] بدایونی نے اکبر کے خوف سے اپنی اس کتاب کو خفیہ طور پر لکھا اور اس کی زندگی میں اس کی تشہیر نہ کی، جہانگیر نے منتخب التواریخ میں اپنے والد کے خلاف مواد کے باعث اس کی نقل واشاعت پر پابندی لگادی تھی۔ (مآثر الامراء: ۱/ ۶۸۷) طبقاتِ شاہ جہانی (۹/ ۵۸) میں بدایونی کا سال وفات ۱۰۲۴ھ غلط معلوم ہوتا ہے۔ اگر موصوف اپنی کتاب کی تالیف کے بیس سال بعد تک زندہ رہتے تو جہانگیر ان پر ضرور گرفت کرتا بلکہ موت کی سزا دیتا، تاریخ محمدی (۲/ ۵/ ۳۰) میں بدایونی کا سال انتقال ۱۰۰۴ھ ہی ہے جو درست سمجھنا چاہئے۔

Marfat.com

حالات سے تھا، جس کسی نے بھی اسلام کے خلاف کوئی قدم اٹھایا مولف نے اس کے بیان سے دریغ نہیں کیا، محض اسی کتاب سے نواب غازی خان بدخشی کی اکبر کے دین الٰہی کے معاملات میں دخل کا علم ہوتا ہے، مثلاً بدایونی نے لکھا ہے کہ بادشاہ کو سجدہ کرنے کا جواز سب سے پہلے نواب غازی خان بدخشی نے ہی وضع کیا جس پر دوسرے علمائے سو خصوصاً ملا علی کابلی حسد کرتا تھا کہ یہ عزت وسعادت اسے کیوں نہیں ملی؟ اس طرح جب ۹۸۷ھ/ ۱۵۷۹ء کو ایک محضر نامہ کے ذریعہ اکبر کو مجتہد تسلیم کروانے کے لئے قدم اٹھایا گیا تو نواب غازی خان بدخشی نے بھی اس پر اثباتی دستخط کئے [۱]۔ تعجب ہے کہ بدایونی نے خواجہ حسام الدین احمد کی اکبر کی ملازمت سے علیحدگی جس کا واضح سبب اس کی مذہبی پالیسی تھا کی طرف کیوں توجہ نہ کی حالانکہ آپ ۹۹۹ھ /۱۵۹۰ء کو ترکِ علائق کر چکے تھے، حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی کی روحانی شہرت اس کتاب کی تکمیل ۱۰۰۴ھ کے بعد ہوئی، اس لئے ان حضرات کا ذکر نہ ہونا تو سمجھ میں آتا ہے۔

یہ کتاب بھی تین جلدوں میں ہے پہلی جلد میں عمومی تاریخ اور دوسری جلد میں اکبر کے عہد کے مذکورہ سنہ تک واقعات لکھے ہیں، تیسری جلد میں مولف نے معاصر مشائخ، علماء، حکماء اور شعراء کے حالات وکمالات بیان کئے ہیں۔ کلکتہ سے ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۹ء طبع ہوئی، مطبع نولکشور لکھنو سے ۱۸۶۸ء کو بھی اس کا ایک ایڈیشن چھپا، اس کی تینوں جلدوں کا انگریزی ترجمہ جو تین مختلف برطانوی مترجمین نے کیا تھا، شائع ہوا، ۱۸۸۹ء کو مطبع نولکشور سے اس کا اردو ترجمہ چھپا، پھر مذکورہ انگریزی ترجمہ کی بنیاد پر محمود احمد فاروقی کا اردو ترجمہ دو مرتبہ لاہور شائع ہوا لیکن مترجم نے انگریزی سے ترجمہ کا اعتراف نہیں کیا۔

---

[۱] تفصیل کیلئے دیکھئے مقدمہ ہذا میں نواب غازی خان کے احوال

Marfat.com

منتخب التواریخ کا ایرانی ایڈیشن جو طبع کلکتہ کی محض نقل ہے اور بہت سے اغلاط سے پر ہونے کے علاوہ اس کا اشاریہ بھی قابل اعتماد نہیں ہے۔

مآثر رحیمی مولفہ عبدالباقی نہاوندی

اس کی تکمیل ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء کو ہوئی، یہ میرزا عبدالرحیم خانِ خانان کے اجداد اور اس کے کمالات وحالات پر مشتمل ہے، اس کی دوسری جلد میں خانِ خانان کے فتح سندھ کے لئے جانے (۹۹۹۔۱۰۰۰ھ/ ۱۵۹۰۔۱۵۹۱ء) کی سب سے مفصل روداد درج ہے اور خواجہ حسام الدین احمد پر جذبہ الٰہی کا ورود اسی محاصرۂ سندھ کے دوران ہوا تھا جس کا مولف نے ذکر نہیں کیا۔

مآثر رحیمی کی تیسری جلد جو خانِ خانان سے متوسل علماء، مشائخ اور شعراء وغیرہ کے حالات کا مفصل تذکرہ ہے، میں نواب غازی خان بدخشی کے حالات وکمالات بھی عمدہ پیرایہ بیان میں لکھے ہیں، لیکن مولف کو معلوم نہیں کس وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہے کہ اس نے ابوالفضل کی بہن کے نواب غازی خان کے ساتھ نکاح اور ابوالفضل کا اس پر فخر کرنے کا تذکرہ کر دیا ہے، یہ بھی لکھا ہے کہ نواب غازی خان نے اپنی وفات ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۴ء کے قریب اپنے فرزند خواجہ حسام الدین احمد کو خانِ خانان کے سپرد کر دیا تھا۔[1]

یہ کتاب تین جلدوں میں ہے ہدایت حسین نے اس کا جو متن مرتب کر کے ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ سے شائع کیا تھا وہ ناقص نسخوں پر مبنی ہے، خواجہ حسام الدین احمد کا ذکر کسی دوسرے نسخہ سے اس کے حاشیہ میں اضافہ کیا گیا ہے یہ بھی لکھا ہے کہ ان

---

[1] ان تمام امور کی تفصیلات ہم نے نواب غازی خان اور خواجہ حسام الدین احمد کے احوال میں دی ہیں۔

Marfat.com

کا تذکرہ الگ کیا جائے گا لیکن پوری کتاب میں آپ کے احوال کہیں نہیں ملتے۔

مجالس جہانگیری (۱۰۱۷ تا ۱۰۲۰ھ) مولفہ عبدالستار لاہوری اور مآثر جہانگیری مولفہ خواجہ کامگار حسینی میں خواجہ حسام الدین احمد کا کہیں نام نہیں آیا، اسی طرح اقبال نامہ جہانگیری مولفہ معتمد خان بخشی میں بھی فہرست فضلاء میں آپ کا نام درج نہیں ہے۔

توزک جہانگیری

یہ خود جہانگیر بادشاہ کی نوشتہ ڈائری ہے، جس کے پہلے دو حصے جہانگیر کے لکھے ہوئے ہیں جو اس کے پہلے ۱۷، سال جلوس تک کے واقعات پر مشتمل ہیں، اس کے بعد اس کی نگرانی میں محمد خان نے لکھنا شروع کیا، جو صرف ۱۹ سال جلوس کے آغاز تک ہے، پھر بہت بعد میں محمد شاہ بادشاہ کے عہد (۱۱۳۱۔۱۱۶۱ھ/ ۱۷۱۹۔۱۷۴۸ء) میں ازسرنو اسے مرتب کیا گیا، یہ کام محمد ہادی نے کیا جس میں ایک مقدمہ اور بقیہ حالات جہانگیر کی وفات تک اس میں اضافہ کئے۔

اس کے ابتدائی تین سال کے وقائع پر مبنی ایک نسخہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں ہے جس کا عکس لائبریری کی طرف طبع ہو چکا ہے، جو ۱۰۲۰ھ/ ۱۶۱۱ء کا مکتوبہ ہے پوری کتاب سرسید احمد خان نے ایڈٹ کر کے اپنے مطبع غازی پور سے ۱۸۶۴ء کو شائع کی، اس کتاب کے کئی انگریزی ملخص تراجم بھی چھپے، لیکن کامل ترجمہ روجرز (A. Rogers) نے کیا جسے بیورج کے حواشی کے ساتھ ۱۹۰۹ء۔ ۱۹۱۴ء دو جلدوں میں لندن سے شائع کیا گیا[1] توزک کے اردو ترجمے بھی طبع ہو چکے ہیں۔

---

[1] حال ہی میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس امریکہ سے تھیکسٹن کا جو انگریزی ترجمہ مع خوب صورت معاصر تصاویر کے شائع ہوا ہے وہ اس کے ایرانی ایڈیشن (مرتبہ محمد ہاشم) پر مبنی ہے چونکہ یہ متن سرسید احمد خان کے ایڈیشن کی محض نقل ہے اور دیگر نسخوں سے تقابل کے دوران مرتب سے بہت سی غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہیں اس لئے یہ ترجمہ بھی زیادہ قابل اعتنا نہیں ہے۔

Marfat.com

جہانگیر نے اپنے پانچویں سال جلوس (۱۰۱۹ھ/۱۶۱۰ء) کے واقعات کے تحت خواجہ حسام الدین احمد کی دربار میں حاضری کا ذکر کیا ہے لیکن آپ کو طلب کرنے، سزا دینے اور ہر نوروز کے موقع پر حاضری لازم قرار دینے کا اس نے قصداً ذکر نہیں کیا کیوں کہ اس سے اس کی روحانی دنیا میں بدنامی ہوتی تھی اس لئے اسے اس نے چھپالیا، فقط آپ کو ایک ہزار روپے انعام اور ایک فرجی شال دینے کا ہی تذکرہ کیا ہے[1]، اسی طرح شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے متعلق تہذیب وشائستگی سے گرے ہوئے جو کلمات اس نے لکھے تھے وہ محض اپنی محبوبہ نور جہان کی برادری کو خوش کرنے کیلئے تھے۔

شاہ جہان کے عہد میں نظم ونثر دونوں میں اس کے دور کی تاریخیں لکھی گئی تھی، ہم صرف ان کتابوں کا تعارف کروا رہے ہیں جن میں اس زمانہ کے علماء ومشائخ کا تذکرہ کیا گیا ہے:

پادشاہ نامہ مولفہ محمد امین بن ابوالحسین قزوینی معروف بہ امینا قزوینی

وہ ۱۰۴۵ھ/۱۶۳۵ء کو شاہ جہان کے عہد کی تاریخ لکھنے پر مامور ہوا، اور اس کے پہلے دس سالوں کے واقعات لکھے تھے کہ اسے "جمع وقائع" کی خدمت سونپ دی گئی جس کے باعث وہ تاریخ نویسی کے کام کو جاری نہ رکھ سکا۔

اس کا مرتبہ پادشاہ نامہ تین حصوں پر مشتمل ہے مقدمہ میں شاہ جہان کی تخت نشینی سے پہلے کے حالات ہیں، مقالہ کے دوسرے حصہ میں اس کے پہلے دس سال کے حالات بیان کئے گئے ہیں، آخر میں ایک خاتمہ ہے جس میں اس عہد کے مشائخ، علماء، حکماء اور شعراء کے حالات تحریر کئے گئے ہیں[2]

اس کا خاتمہ ڈاکٹر محمد سلیم اختر نے مرتب کر کے رسالہ اردو، کراچی میں شائع کر

---

[1] تفصیل اس سے پہلے بیان کی جاچکی ہے۔ [2] خطی نسخوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے سٹوری کی ادبیات فارسی: ۱/۱/۵۶۷

Marfat.com

دیا ہے[۱]، اس کے باب مشائخ وعلماء میں خواجہ حسام الدین احمد کے حالات بھی دیئے ہیں، لکھا ہے:

اصلش از بدخشان است وتولد ونشو ونما در ہند یافتہ ......[۲]

اس میں غلطی یہ ہے کہ آپ کا مقام ولادت ہندوستان لکھا ہے، جو خاندانی روایات کے خلاف اور محض سماعی ہے، آپ کی ولادت بدخشان میں ۹۷۷ھ/۱۵۶۹ء کو ہوئی اور صرف پانچ سال کے تھے کہ اپنے والد کے ہمراہ ہندوستان آ گئے۔[۳]

پادشاہ نامہ

مولفہ عبدالحمید لاہوری ومحمد وارث

اس میں شاہ جہان کے عہد کے پہلے تیس سال کے واقعات ہیں، جس کے تین دفتر ہیں جو ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ سے ۱۸۶۸۔۱۸۷۶ء طبع ہوا۔

ان معاصر مورخین کے بیان میں دو غلطیاں ہیں اول یہ کہ خواجہ حسام الدین احمد کے والد قاضی نظام بدخشی اکبر کے اوائل عہد حکومت میں ہندوستان آئے، حالانکہ معاصر کتب تاریخ میں واضح طور پر ان کی آمد کا سنہ ۹۸۲ھ تحریر ہے، جو اکبر کا انیسواں سال جلوس ہے، اسی طرح دوسری غلطی یہ کی ہے کہ خواجہ حسام الدین احمد ''مدتی در سلک منصب داران انسلاک داشت''[۴] جبکہ آپ صرف سات سال اکبر کی ملازمت میں رہے[۵]

---

۱ عہد شاہ جہانی کے بعض ممتاز مشاہیر، مقالہ مشمولہ اردو، کراچی، ج: ۵۵ ش، ۳ (۱۹۷۹ء)

۲ ایضاً شمارہ ۳ ص: ۷۰۔۷۱ ۳ رک مقدمہ ہذا احوال ولادت خواجہ حسام الدین احمد

۴ بادشاہ نامہ جلد اول: ۳۳۵ ۵ یہ تمام امور کتب تاریخ کی روشنی میں نواب غازی خان اور خواجہ حسام الدین احمد کے حالات میں ہم لکھ چکے ہیں

Marfat.com

عمل صالح

مولف محمد صالح کنبولاہوری

یہ شاہ جہان کے عہد کی سب سے مفصل تاریخ ہے، جو ۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء کو مکمل ہوئی مولف اس میں ۱۰۸۰ھ/۱۶۶۹ء تک اضافات کرتا رہا، یہ کتاب تین جلدوں میں ڈاکٹر غلام یزدانی کی تحقیق سے، ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ سے شائع ہوئی، پھر ڈاکٹر وحید قریشی کی ترمیم وتصحیح سے مجلس ترقی ادب لاہور میں طبع ہوئی۔

اس کی جلد سوم میں عہدِ شاہ جہانی کے اعیان کے احوال ہیں، جس میں خواجہ حسام الدین احمد کے حالات عمدہ پیرایہ بیان میں لکھے گئے ہیں، اس کے آغاز میں اپنا قزوینی والی غلطی کا اعادہ کیا گیا ہے کہ آپ کا مولد ہندوستان ہے:

اصل گوہر اصیلش از معدن بدخشان است ومولد ومنشائش خاک پاک ہندوستان جنت نشان [1]

اس کے علاوہ آپ کے سال وصال کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ یعنی مولف کو آپ کے احوال کی کوئی تحقیق نہیں تھی۔

کتب تاریخ کے بعد امراء کے بعض ان تذکروں کا تعارف جارہا ہے جن میں آپ کے حالات ملتے ہیں:

ذخیرۃ الخوانین

مولفہ شیخ فرید بھکری

یہ سلاطین مغلیہ کے عہد کے امراء کا ایک تذکرہ ہے جو ۶۱-۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰-۱۶۵۱ء کو مکمل ہوا، ڈاکٹر سید معین الحق کی تصحیح سے تین جلدوں میں پاکستان ہسٹاریکل

---

[1] عمل صالح: ۳/۲۸۶

Marfat.com

سوسائٹی، کراچی سے ۱۹۶۱ء کو شائع ہوا، اس کی جلد اول کا انگریزی ترجمہ مختصر حواشی کیساتھ ڈاکٹر ضیاء الدین دیسائی نے کیا جو دہلی سے طبع ہو چکا ہے۔

اس میں خواجہ حسام الدین احمد کے حالات ملتے ہیں ابتداء میں آپ کا اکبر کی ملازمت اختیار کرنے اور پھر اس سے خلاصی حاصل کرنے کے لئے وضع "دیوانگی" اپنانے کا تذکرہ ہے، یہ اطلاع بھی اہم ہے کہ خانِ خانان کی طرف سے درگاہ حضرت خواجہ کے خرچ کے لئے بارہ ہزار روپے بلاناغہ ملتے تھے، آپ کی زوجۂ محترمہ جو ابوالفضل کی بہن تھیں کے متعلق بھی واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ جب آپ نے ترک علائق کر کے فقر اختیار کیا تو اس نے بھی غربت کی زندگی بسر کرنے اور اپنے بھائی کی بزرگی کو "بے وقر" قرار دیا اور ان کے ساتھ تعلقات منقطع کر لئے۔ [۱]

مآثر الامراء

مولفہ عبدالرزاق صمصام الدولہ شاہ نواز خان (ف ۱۱۷۱ھ/ ۱۷۵۸ء)

یہ سلاطین مغلیہ کے عہد کے منصب داروں کا تذکرہ ہے، ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء کو نامکمل حالت میں چھوڑ دیا گیا، جسے غلام علی آزاد بلگرامی نے مکمل کیا، اس کا فارسی متن تین ضخیم جلدوں میں ایشاٹک سوسائٹی، کلکتہ سے ۱۸۸۸ء ۔ ۱۸۹۱ء کو طبع ہوا ہنری بیورج نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا، بینی پرشاد نے اس پر نظر ثانی کی اور مذکورہ ادارہ سے شائع ہوا، ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو اردو سائنس بورڈ لاہور سے دو مرتبہ چھپا۔

مآثر الامراء میں نواب غازی خان بدخشی [۲] اور خواجہ حسام الدین احمد کے حالات ملتے ہیں [۳] اور آپ کی ولادت کے متعلق وہی غلط روایت اس میں بھی آ گئی

---

[۱] ذخیرۃ الخوانین: ۱/ ۲۴۲۔ ۲۴۳ [۲] مآثر الامراء: ۲/ ۸۵۳ [۳] ایضاً: ۳/ ۲۷۲، ۲۷۳

Marfat.com

ہے کہ آپ کا مولد و منشاء ہندوستان ہے، ترک ملازمت کے بعد دہلی جا کر آپ کی روضہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء پر گوشہ نشینی کا ذکر بھی کیا ہے اس کے علاوہ اس میں تین اور غلطیاں پائی جاتی ہیں کہ جس زمانہ میں عبدالرحیم خانِ خانان کو فتح دکن پر مامور کیا گیا تو خان خانان کے ساتھ آپ کی خوب نبھی اور ان کی مصاحبت کو خوب شہرت ہوئی۔

جیسا کہ ہم بدلائل لکھ آئے ہیں خانِ خانان کی ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۹۳ء کو نظامتِ دکن کا آغاز ہوا جبکہ آپ اس سے بہت پہلے ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء کو ترک علائق کر کے دہلی میں گوشہ انزوا اختیار فرما چکے تھے۔

دوسری غلطی مآثر الامراء میں یہ ہے کہ آپ پر جاذبہ الٰہی تسخیر دکن کے دوران طاری ہوا یہ بھی درست نہیں ہے بلکہ وہ تو محاصرہ ٹھٹھہ کے دوران کا واقع ہے، اس میں مولف سے ایک اور غلطی یہ بھی سرزد ہوئی ہے کہ اس نے آپ کے متعلق لکھا ہے کہ آخری زمانے میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرید ہو گئے تھے[۱] حالانکہ آپ تو مہم سندھ کے دوران ۹۹۹ھ کو ملازمت سے الگ ہوئے اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۲ سال کی تھی اس سنہ کے چند سال بعد ہی ۱۰۰۲ھ کو آپ حضرت خواجہ سے منسلک ہوئے پھر خلافت کا زمانہ ۱۰۰۷ھ کا ہے۔[۲]

کتب تاریخ کے علاوہ صوفیہ کے تذکروں میں بھی خواجہ حسام الدین احمد کے حالات و مناقب بیان کئے گئے ہیں، چونکہ حضرت خواجہ کے خادم و رفیق خاص کی حیثیت سے آپ کی شخصیت ایک اعلیٰ مقام کی حامل تھی اس لئے تذکروں میں آپ کا ذکر عام ملتا ہے، تمام تذکرہ کا احاطہ ممکن نہیں ہے نقشبندی سلسلہ کے چند معروف

---

۱ ایضاً: ۳/۳۷۲

۲ تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں۔ کیوم رام نے تذکرۃ الامراء میں خواجہ حسام الدین احمد کا تذکرہ نہیں کیا۔

Marfat.com

تذکروں کا مختصر تعارف ملاحظہ کریں۔

کلیات خواجہ باقی باللہ

اس کے مندرجات کی تفصیل حضرت خواجہ کی تصانیف کے تحت بیان کی جا چکی ہے، یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ کا ذکر خیر حضرت خواجہ کے مکتوبات اور ملفوظات دونوں میں ہے، ظاہر ہے کہ ان میں درج اشارات درجہ اول کی معلومات کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے ہم زاد المعاد کے تعلیقات اور آپ کے احوال کے ضمن میں ان روایات کی مدد سے کئی نکات بیان کر چکے ہیں۔

مکتوبات امام ربانی

یہ حضرت خواجہ کے سب سے نامور خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے مکتوباب کا مجموعہ ہے جسے آپ کے خلفاء نے تین جلدوں میں ۱۰۲۵، ۱۰۲۸ اور ۱۰۳۱ھ/۱۶۱۶ء، ۱۶۱۸ء، ۱۶۲۱ء میں مدون کیا اور آپ کے حین حیات ہی اہل علم و عرفان میں مروج ہو گیا، اس کی تینوں جلدوں میں خواجہ حسام الدین احمد کے نام مکاتیب ہیں[۱] جن کے مطالعہ سے ان حضرات کی روحانی سرگرمیوں کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، متعدد مرتبہ طبع ہو چکے ہیں آخری ایڈیشن مولانا نور احمد امرتسری (ف ۱۹۳۰ء) کا ہے، اردو و انگریزی تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔

[۱] رک احوال خواجہ حسام الدین احمد، ان حضرات کے تعلقات پر بحث کرتے ہوئے ہم نے ان کی نشاندہی کر دی ہے۔

Marfat.com

کلمات الصادقین

یہ خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) کی تالیف ہے جس میں دہلی میں ۱۰۲۳ھ/ ۱۶۱۴ء) تک فوت ہو کر دفن ہونے والے علماء و مشائخ و شعراء کا تذکرہ ہے، اس کے مولف حضرت خواجہ کے پروردہ، آپ کے برادر نسبتی اور اس سلسلہ کی روایات کے امین تھے۔

اس کتاب میں مولف نے نواب غازی خان بدخشی، حضرت خواجہ اور خواجہ حسام الدین احمد کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ان کے اپنے مشاہدات ہیں، نواب صاحب کے بارے میں ان کے ایک شاگرد خاص حاجی غیاث الدین محمد کے نوشتہ رسالہ مناقب مولانا غازی خان بدخشی سے استفادہ کیا ہے جو اب مفقود ہے، اسی طرح نواب صاحب کی ایک تصنیف مراصد العنایۃ ہمایونیہ کے بھی اقتباسات دیئے ہیں، اس کتاب کے وجود سے بھی آج ہم بے خبر ہیں۔

مولف نے نواب صاحب کا ایک طویل مکتوب بنام خواجہ حسام الدین احمد بھی نقل کیا ہے جو اور کہیں نہیں ملتا، حضرت خواجہ باقی باللہ سے متعلق سب سے اہم معلومات پہلی بار اسی کتاب میں درج ہوئی ہیں۔

مولف کے خواجہ حسام الدین احمد سے قریبی روابط تھے، دونوں حضرات حضرت خواجہ کی خانقاہِ شریفہ میں رہتے تھے انہوں نے خواجہ خرد کی تربیت خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ مل کر کی تھی[1] کلمات الصادقین کا فارسی متن ڈاکٹر محمد سلیم اختر نے مرتب کیا جو مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد سے ۱۹۸۸ء کو طبع ہوا، اسی مرکز کی طرف سے اس کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔

---

[1] خواجہ محمد صادق ہمدانی کے حالات کیلئے ملاحظہ ہو زاد المعاد کا لاحقہ اور اس پر ہمارے مفصل تعلیقات

Marfat.com

خلاصة المعارف

مولفہ شیخ آدم نبوڑی (ف ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۳ء)

آپ حضرت مجدد الف ثانی کے سب سے نامور خلیفہ تھے، یہ کتاب نقشبندی سلسلہ کے سلوک کے لئے بہترین کتاب ہے، دو ضخیم جلدوں میں ہے، ابھی تک اس کا فارسی متن شائع نہیں ہوا، علماء و صوفیہ کے ہاں یہ کتاب بہت مقبول رہی ہے، اس کے متعدد خطی نسخے پاکستان اور دنیا کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں[1]

شیخ آدم نبوڑی نے اس کتاب میں ''دائرۂ تکمیل بکمالِ مطلق ای الکرامۃ عنداللہ'' کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے کشف کے ذریعہ جن اصحاب کو اس دائرہ میں داخل دیکھا ان کے نام لکھے ہیں ان میں خود مولف، شیخ تاج الدین سنبھلی، خواجہ حسام الدین احمد اور حضرت مجدد الف ثانی شامل ہیں پھر ان حضرات کو آپ نے دائرہ کمال مطلق میں بھی دیکھا۔[2]

معلوم ہوتا ہے کہ شیخ آدم نبوڑی کا حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلفاء سے خصوصی ربط وضبط تھا جو ان کی اس کتاب سے عیاں ہے۔

زبدۃ المقامات

مولفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی

اس کے مولف حضرت خواجہ باقی باللہ کے مریدِ خاص میر محمد نعمان بدخشی کے تربیت یافتہ اور داماد تھے، ان کی زوجہ محترمہ نے حضرت خواجہ سے تربیت حاصل کی

---

[1] خلاصة المعارف کے قدیم خطی نسخے کا عکس ہمارے مفصل مقدمہ کے ساتھ شائع ہونے والا ہے۔ جس میں تمام تر معلومات یکجا کر دی گئی ہیں

[2] خلاصة المعارف، خطی نسخہ مذکورہ ورق: ۲۷۵۔ الف۔ب

Marfat.com

تھی، وہ میر محمد نعمان بدخشی کے حکم پر ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱ء کو تکمیل کیلئے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں سرہند حاضر ہوئے تھے [۱] اور مسلسل دو سال تک سفر و حضر میں آپ کی خدمت میں رہے اور اس حاضری کے تمام فوائد کو انہوں نے زبدۃ المقامات میں شامل کیا۔ [۲]

خواجہ محمد ہاشم کشمی نے لکھا ہے کہ جب میں میر نعمان بدخشی سے سرہند شریف جانے کی رخصت لے کر روانہ ہوا تو راستہ میں دہلی میں خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں بھی حاضر ہوا تو آپ نے مجھے بہت ہی شفقت سے حضرت مجدد الف ثانی کے حضور حاضر ہونے کی تلقین فرمائی، گویا مولف خواجہ حسام الدین احمد سے نہ صرف ملے تھے بلکہ ان سے روایت بھی کی ہے۔ انہوں نے خواجہ حسام الدین احمد کا ایک مکتوب بنام حضرت مجدد الف ثانی بھی زبدۃ المقامات میں نقل کیا ہے [۳]، حضرت مجدد الف ثانی کے وصال پر خواجہ حسام الدین احمد نے خواجہ محمد ہاشم کو جو ایک پُر درد تعزیت نامہ بھی لکھا تھا وہ انہوں نے نقل کر کے محفوظ کر لیا ہے۔ [۴]

خواجہ حسام الدین احمد مولف پر بہت ہی شفقت فرماتے تھے، اس لئے آپ نے انہیں بہت سے خطوط بھی لکھے تھے، آپ کو خواجہ محمد ہاشم کے اشعار سے بھی ''رغبت'' تھی اس لئے خطوط لکھ کر آپ ان کے اشعار طلب فرماتے تھے، ایک اور سفر کے دوران جب وہ دہلی آپ کی خدمت میں پہنچے تو پہلا سوال ہی یہی کیا کہ کوئی تازہ کلام لکھا ہے؟ جس کے جواب میں انہوں نے اپنی ایک رباعی سنا کر آپ کو محظوظ کیا۔ [۵]

مولف نے خواجہ حسام الدین احمد کے بعض معارف بھی براہِ راست سن کر نقل کئے [۶] زبدۃ المقامات کی تالیف کے دوران آپ بقید حیات تھے، لکھا ہے کہ اس

---

[۱] زبدۃ المقامات: ۳۰ [۲] ایضاً [۳] ایضاً: ۸۳ [۴] ایضاً: ۸۴

[۵] ایضاً: ۸۵ [۶] ایضاً: ۸۵

Marfat.com

وقت ۱۰۴۰ھ ہے اور آپ کی عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر گئی ہے۔[1] زبدۃ المقامات کا سال تالیف آغاز کتاب میں مولف نے ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء لکھا ہے لیکن موصوف اس میں تاحیات اضافات کرتے رہے۔[2]

زادالمعاد

یہ یہی کتاب حاضر ہے جو خواجہ حسام الدین احمد کے احوال پر پہلی سوانح ہے جسے آپ کے پروردہ خواجہ کلاں بن حضرت خواجہ نے آپ کے وصال ۱۰۴۳ھ سے صرف ایک سال بعد ۱۰۴۴ھ/ ۱۶۳۵ء کو مکمل کیا۔[3]

شواہد الاخلاص میں خواجہ کلاں نے خواجہ حسام الدین احمد کے نام موصول ہونے والے مکاتیب جمع کئے[4]۔ جس کے کسی خطی نسخے کا علم نہیں ہے جس سے آپ کے احوال کا براہ راست علم ہوسکتا ہے۔

رباعیات وشرح رباعیاتِ خواجہ خرد

یہ خواجہ خرد بن حضرت خواجہ باقی باللہ کی تصنیف ہے، خواجہ خرد نے وحدت الوجود کے اثبات میں چالیس سے زیادہ رباعیات لکھیں اور پھر بقدر ضرورت ان کی شرح بھی کی، یہ شرح ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء کو مکمل ہوئی، اس میں ضمناً مولف نے حضرت خواجہ کے منتسبین کے احوال بھی لکھے ہیں جن میں سے کئی ایک کے ساتھ ان کی صحبت رہی[5] چونکہ ان کی تربیت و پرورش ہی خواجہ حسام الدین احمد نے کی تھی اس لئے

---

[1] ایضاً: ۸۶ [2] تفصیل کیلئے دیکھئے مقامات معصومی: ۱/ ۲۷۰۔ ۲۷۳ [3] تفصیل خواجہ کلاں کے احوال کے تحت دی جاچکی ہے۔ [4] رک خواجہ حسام الدین احمد کی تالیفات۔ [5] اس شرح کے تفصیل خواجہ خرد کی تصانیف کے تحت گذر چکی ہے، جہاں ہم نے حضرت خواجہ سے متعلق ۳۳ ان حضرات کے اسماء کی فہرست دی ہے جن کا کسی نہ کسی طرح حضرت خواجہ سے تعلق رہا ہے۔

Marfat.com

آپ سے کئی اہم روایات بھی جابجا ملتی ہیں۔

خواجہ حسام الدین احمد کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ ولایت کے ارفع مقام ''عبودیت'' پر فائز ہیں۔

ازمقامِ عبودیت کہ نہایت مقاماتِ ولایت است مستقر داشتند[۱]

حضرات القدس

تالیف ملابدرالدین بن شیخ ابراہیم مخزنی سرہندی

یہ نقشبندی مشائخ کا ایک تذکرہ ہے جس میں آغاز سلسلہ سے لے کر حضرت مجدد الف ثانی تک بزرگوں کے حالات لکھے گئے ہیں، اس کا آغاز ۱۰۳۹ھ/ ۱۶۲۹ء کو ہوا اور مولف اس میں تاحیات اضافات کرتے رہے اس کی اندرونی شہادتوں سے ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء تک اضافات کے ثبوت ملتے ہیں۔[۲]

حضرات القدس کے مولف نے براہ راست زادالمعاد سے استفادہ کیا ہے اور حضرات القدس میں خواجہ حسام الدین احمد کے حالات اسی کتاب سے ملخصاً ماخوذ ہیں، تاہم بعض اہم امور کا اندراج بھی ہوا ہے جو عصری شہادت کا درجہ رکھتے ہیں۔[۳]

---

۱ شرح رباعیات، خطی نسخہ مملوکہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی مرحوم، دہلی ورق: ۹۰

۲ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مقامات معصومی: ۱/ ۲۷۳، ۲۷۶

یہاں ڈاکٹر غلام مصطفی خان مرحوم کو سہو ہوا ہے، موصوف حضرات القدس کی عبارت سے یہ سمجھے ہیں کہ خود خواجہ حسام الدین احمد جوانی کے زمانہ میں حضرت خواجہ سے ملنے کیلئے لاہور گئے تھے (باقیات باقی حاشیہ ص: ۱۵) حالانکہ یہاں تو خود مولف کے سرہند سے لاہور جانے کا اشارہ بھی واضح ہے، خواجہ حسام الدین حضرت مجدد الف ثانی کے صحبت یافتہ نہیں تھے بلکہ مولف حضرات القدس ہی آپ کے مرید خاص تھے، ڈاکٹر صاحب نے زبدۃ المقامات کے اردو ترجمہ ص: ۱۳۳ (حاشیہ) میں لکھا ہے کہ شیخ بدرالدین کی خواجہ حسام الدین احمد سے ملاقات ہوئی تھی۔

۳ تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمہء ہذا میں ''خواجہ کلاں کی تالیفات''

Marfat.com

مجمع الاولیاء

یہ بھی ملا بدرالدین سرہندی (مولف حضرات القدس) کی تالیف ہے جو صوفیہ کرام کے متداول اور معروف سلاسل کا ایک عمومی تذکرہ ہے، مولف کا تعلق چونکہ سلسلہ نقشبندیہ سے تھا اس لئے اس سلسلہ کے مشائخ کے حالات قدرے تفصیل سے لکھے ہیں، یہ تذکرہ ۱۰۴۴ھ/ ۱۶۳۴ء کو مکمل ہوا[1]۔ گویا خواجہ حسام الدین احمد کے وصال ۱۰۴۳ھ کے صرف ایک سال بعد تالیف ہوا، یہی سال تکمیل زادالمعاد کا بھی ہے۔

مجمع الاولیاء میں مولف نے حضرت خواجہ کے احوال میں جہاں آپ کے خلفاء کا تذکرہ کیا ہے وہاں خواجہ حسام الدین احمد کا بھی ذکر کیا ہے، لیکن نہایت اجمال کے ساتھ، جس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس سے قبل حضرات القدس میں آپ کے حالات مفصل طور پر لکھ چکے تھے۔

سنوات الاتقیاء

یہ کتاب بھی صاحبِ حضرات القدس ملا بدرالدین سرہندی کی تالیف ہے جس میں علماء و مشائخ اور دیگر اعیان کے مختصر حالات سنین وفات کے اعتبار سے یکجا کئے گئے ہیں۔[2]

اس کتاب میں صوفیہ و علماء کے شیخ سعید معمر حبشی سے مصافحہ کی تفصیلات بھی درج ہیں کہ کتنے اصحاب نے ان سے مصافحہ کی سعادت حاصل کی۔ ان میں حاجی عبدالرحمن بدخشی معروف بہ حاجی رمزی کے مصافحہ کا بھی ذکر ہے، جو خواجہ حسام الدین احمد کے استاد بھی تھے اور انہی کی صحبت کی برکت سے آپ نے اکبر کی ملازمت

---

[1] دیگر تفصیلات اور خطی نسخوں کے لئے دیکھئے مقامات معصومی: ۱/ ۲۷۶۔۲۷۸

[2] ایضاً: ۱/ ۲۷۸۔۲۷۹

Marfat.com

سے علیحدگی اختیار کی تھی، حضرت خواجہ باقی باللہ، شیخ تاج الدین سنبھلی، میر محمد نعمان بدخشی اور خواجہ حسام الدین احمد نے بھی اس مصافحہ کی سعادت حاصل کی تھی۔[1]

طبقاتِ شاہ جہانی

یہ خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) کی تالیف ہے جو کلمات الصادقین کے مولف تھے، طبقاتِ شاہ جہانی میں مولف نے امیر تیمور (۷۷۰۔۸۰۷ھ/ ۱۳۶۹۔۱۴۰۵ء) سے لے کر شاہ جہاں بادشاہ کے آغاز حکومت ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء سے سال تالیف ۱۰۴۶ھ/ ۱۶۳۶ء تک کے اکابر واعیان کا تذکرہ لکھا ہے یہ کتاب دس طبقات پر مشتمل ہے جو ابھی تک پوری شائع نہیں ہوئی ہے۔[2]

اس کے دسویں طبقے میں مولف نے خواجہ حسام الدین احمد کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ عینی شاہد کی حیثیت سے تحریر کیا ہے، مولف کی کم سنی سے ہی حضرت خواجہ نے پرورش کی اور خواجہ حسام الدین احمد کے حوزۂ تربیت میں پروان چڑھے، لکھا ہے کہ جب آپ کے والد نے آپ کے چہرۂ مبارک پر ولایت کے آثار دیکھے تو وہ اپنے اس فرزند کی بیٹوں سے بڑھ کر تعظیم وتوقیر کرنے لگے۔[3]

مولف نے آپ کی وفات پر قطعہ ء تاریخ وصال بھی کہا تھا جو انہوں نے طبقات میں نقل کیا ہے، اور لکھا ہے کہ سلاطین سے اختلاط پسند نہ کرنے کے باوجود خواجہ حسام الدین احمد شہزادۂ شاہ جہان کو بہت دوست رکھتے تھے اور اس کی بادشاہت کے لئے خفیہ اور علانیہ فاتحہ خوانی کرواتے رہتے تھے۔[4]

---

[1] سنوات الاتقیاء، خطی ورق: ۲۴۲۔الف [2] خواجہ محمد صادق ہمدانی کے احوال وآثار کے لئے زاد المعاد کے لاحقہ کی قسم اول پر ہمارے تعلیقات ملاحظہ کریں۔

[3] طبقات شاہ جہانی: ۱۰/ ۱۰ [4] ایضاً: ۱۰/ ۱۲

Marfat.com

سکینۃ الاولیاء

تالیف شہزادہ داراشکوہ بن شاہ جہان

داراشکوہ نے یہ کتاب اپنے شیخ میاں میر لاہوری کے احوال ومناقب کے موضوع پر ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء کو تالیف کی اور ۱۰۵۹ھ/۱۶۴۹ء تک اس میں اضافات کرتا رہا۔ یہ کتاب داراشکوہ نے اس وقت تالیف کی تھی جب اس کا میلان طبع صوفیہ کی طرف تھا بعد میں وہ ہندو دھرم کے مطالعہ سے جب آزاد خیال ہوا تو اس کے رنگ ہی جدا ہو گے۔

سکینۃ الاولیاء میں خواجہ حسام الدین احمد اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بارے میں اہم اشارات ملتے ہیں کہ جہانگیر جب کشمیر میں تھا تو بعض لوگوں نے ''سخنانِ غیر واقع'' اس کے کان میں ڈالے تو وہ برانگیختہ ہو گیا اور دونوں کو دہلی سے کشمیر حاضر ہونے کا حکم دیا، شیخ محدث کے فرزند شیخ نورالحق کو کابل جانے کا حکم دیا، لیکن یہ حضرات ابھی راستہ میں ہی تھے کہ جہانگیر کی وفات کی خبر ملی جس سے پریشانی دور ہوئی اور وہ واپس دہلی چلے گئے [1]

داراشکوہ نے یہاں سخنانِ غیر واقع لکھ کر معاملہ الجھا دیا ہے، لیکن خواجہ حسام الدین احمد کے بارے میں ہم زادالمعاد کے متن کی مدد سے اس کے تعلیقات اور پھر مقدمہ کتاب حاضر میں خواجہ حسام الدین احمد کے سلاطین سے تعلقات کے ضمن میں ان ''سخنانِ غیر واقع'' کی بھی قدرے وضاحت کر چکے ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ خواجہ حسام الدین احمد حضرت مجدد الف ثانی کے مرید تھے جو درست نہیں ہے۔

---

[1] سکینۃ الاولیاء مرتبہ تاراچند و سید محمد رضا جلالی نائینی، تہران ص: ۱۱۵

Marfat.com

اسراریہ

یہ سید کمال محمد سنبھلی واسطی کی تالیف ہے جسے انہوں نے ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۹ء کو مکمل کیا، لیکن تکمیل کے بعد بھی وہ اس میں اضافات کرتے رہے اور حدود ۱۰۷۱ھ تک اصلاح کا یہ سلسلہ جاری رہا۔

اس کے مولف حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال ۱۰۱۲ھ سے ایک سال قبل ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء کو پیدا ہوئے، ان کے والد سید لعل بن سید بدھ......کو حضرت خواجہ کی صحبت میسر آئی تھی، ان کے شیخ تاج الدین سنبھلی (خلیفہ حضرت خواجہ) سے بھی قریبی تعلقات تھے سید لعل خوشاب میں ۱۰۳۹ھ/۱۶۲۶ء کو شہید ہوئے وہ لشکر میں ملازم تھے۔

اسراریہ کے مولف خواجہ خرد بن حضرت خواجہ کے مرید خاص تھے جوان سے عمر میں صرف آٹھ ماہ چھوٹے تھے، مولف حضرت خواجہ خرد سے بہت ہی انس رکھتے تھے اور جدائی برداشت نہیں رسکتے تھے۔ وہ ۱۰۳۵ھ/ ۱۶۲۵ء کو خواجہ خرد سے بیعت ہوئے، اور ہر سال سنبھل سے دہلی آکر اپنے شیخ کے پاس تین ماہ قیام کرتے تھے۔ مولف کے بھائی سید حامد کو شیخ عبدالحق ومحدث دہلوی سے اجازت حاصل تھی[1] مولف کی خانقاہ حضرت خواجہ (دہلی) سے طویل اور گہری مناسبت تھی، ان کو خانقاہ میں آنے والے ہر بزرگ کا علم تھا، اس مرکزی روحانی درگاہ کی سب سے زیادہ ثقہ روایات اسی کتاب اسراریہ میں ملتی ہیں اس کتاب سے ہمیں زادالمعاد پر تحقیق وتعلیق کے دوران بہت مدد ملی اوران براہ راست روایات کا اس کے تعلیقات میں اندراج ہوچکا ہے، مولف نے خواجہ حسام الدین احمد کو متعدد مرتبہ دیکھا تھا خواجہ کلاں اور خواجہ خرد سے خصوصی تعلق تھا، ان حضرات کے بارے میں مولف نے جو کچھ لکھا ہے

[1] مولف نے اپنے خودنوشت حالات اسراریہ کے خاتمہ میں لکھے ہیں۔

Marfat.com

وہ درجہ اول کے عینی شاہد کی حیثیت رکھتا ہے۔

مولف نزہۃ الخواطر نے قیاسی طور پر سید کمال محمد کا سال وفات ۱۰۶۹ھ لکھا ہے[1] جو اس لئے درست نہیں ہے کہ وہ اسرار یہ میں ۱۰۷۴ھ کے بعد تک اضافات کرتے رہے[2]۔ اسرار یہ ایک ضخیم تذکرہ ہے جس کا فارسی متن تا حال شائع نہیں ہوا ہے اس کے خطی نسخے رضا لائبریری، رام پور، نیشنل آرکائیوز، دہلی اور کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنو میں پائے جاتے ہیں موخر الذکر نسخہ سے ہم نے ۱۹۹۰ء کو استفادہ کیا تھا۔

مقامات معصومی

مولف میر صغر احمد معصومی (مولفہ بسال ۱۱۳۴ھ/ ۱۷۲۲ء)

یہ حضرت خواجہ محمد معصوم (ف ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے احوال و آثار و تعلیمات پر مشتمل ایک اہم تذکرہ ہے، چونکہ آپ خواجہ حسام الدین احمد کے معاصر اور ایک ہی مبارک سلسلہ سے منسلک تھے، اس لئے اس کتاب کا آپ کے افکار کی فہم و تفہیم سے خاص تعلق ہے۔ اس کے مقدمہ میں مرتب نے جہاں مجددی تحریک کا تفصیلی خاکہ پیش کیا ہے وہاں خواجہ حسام الدین احمد کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے کہ موصوف اس عہد کی ''جماعت شوم'' میں گھر کے بھیدی تھے اور اس جماعت کے مکر و فریب کے اجتہاد سے بخوبی واقف تھے، انہوں نے نہایت متانت کے ساتھ احیاء دین کی تحریک جاری رکھی۔[3]

---

[1] نزہۃ الخواطر: ۵ / ۳۱۸ [2] مولف نے تکمیل کے بعد اپنے شیخ خواجہ خرد کا سال وصال ۱۰۷۴ھ لکھا ہے، اسرار یہ ص: ۲۹

[3] مقامات معصومی: ۱/ ۴۱ کا فارسی متن احقر کی ترتیب کے ساتھ شائع ہو چکا ہے جس کی ایک جلد متن، ایک میں تعلیقات و توضیحات، ایک جلد اردو ترجمہ اور جلد اول میں اس پر مفصل مقدمہ ہے

Marfat.com

روضۃ القیومیہ

مولفہ ابوالفیض کمال الدین محمد احسان (آغاز تالیف ۱۱۵۴ھ تکمیل حدود ۱۱۶۴ھ/ ۱۷۶۱ء) روضہ القیومیہ، نقشبندی مشائخ کا ایک عمومی تذکرہ ہے، اس کی جلد اول متقدمین نقشبندی مشائخ کے احوال سے شروع ہوتی ہے اور حضرت مجدد الف ثانی کے مناقب پر ختم ہو جاتی ہے، دوسری جلد حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے احوال کے لئے مخصوص ہے، اسی طرح تیسری جلد حضرت حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند ثانی اور چوتھی جلد خواجہ محمد زبیر سرہندی کے حالات کے لئے مختص ہے، اس میں متعدد مقامات پر حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت خواجہ حسام الدین احمد کا ذکر آیا ہے، روضۃ القیومیہ کا فارسی متن ابھی تک شائع نہیں ہوا، فقط اس کا اردو ترجمہ ولی اللہ صدیقی نے حدیقہ محمودیہ کے نام سے کیا جس کا صرف پہلا حصہ فرید کوٹ سے ۱۳۱۸ھ کو طبع ہوا تھا، دوسرا اردو ترجمہ ملک فضل الدین لاہور نے ۱۳۳۵ھ کو کروا کر شائع کیا۔[۱]

تاریخ محمدی

تالیف مرزا محمد بن رستم مخاطب بہ معتمد خان بدخشی حارثی دہلوی

یہ کتاب ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء کو مکمل ہوئی، یہ ضخیم وحجیم کتاب ہے جس میں صرف مشاہیر اہل علم واعیان کے سنین وفات اور نہایت مختصر حالات لکھے گئے ہیں۔

یہ کتاب دو جلدوں میں ہے جلد اول ایک ہجری سے سنہ ہجری ۸۹۹ھ تک کی وفیات پر مشتمل ہے دوسری جلد چھ حصوں میں ہے، اب تک اس کی دوسری جلد کے آخری تین حصے طبع ہوئے ہیں حصہ چہارم ۹۰۰ھ سے ۹۹۹ھ تک فوت ہونے والے

---

[۱] یہ ترجمہ مولانا احمد حسین خان امروہوی کا ہے مکتبہ نبویہ لاہور نے دوبارہ شائع کردیا ہے

Marfat.com

مشاہیر کے سنین وفات اور حالات ہیں۔ پہلے موخر الذکر شائع ہوا جس پر مولانا امتیاز علی خان عرشی نے بہت عمدہ حواشی لکھے، اس کے بعد دو اول الذکر حصے طبع ہوئے جنہیں ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے مرتب کیا ان پر کوئی حاشیہ نہیں ہے، اس کے خطی نسخہ رضا لائبریری رام پور پر کسی عالم نے ۱۱۶۲ سے ۱۲۰۸ھ تک چند اصحاب کے سنین وفات تحریر کئے تھے اسے جلد دوم کے حصہ ہفتم کے طور پر ڈاکٹر فاروقی نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

تاریخ محمدی کے مولف خواجہ حسام الدین احمد کے ہم وطن تھے یعنی ان کا تعلق آپ کے مستقر بدخشاں سے تھا، اس لئے ہمارا خیال تھا اس خانوادہ کے سب سے زیادہ حالات اسی کتاب میں ہوں گے لیکن اس میں صرف خواجہ حسام الدین احمد اور آپ کے والد نواب غازی خان بدخشی کے مختصر احوال کے سلسلہ میں اہم مآخذ کا ذکر کیا ہے نواب صاحب کے احوال میں منتخب التواریخ بدایونی، طبقات اکبری، اکبرنامہ، کلمات الصادقین اور تحفۃ المدار کے حوالے دیئے ہیں[1] موخر الذکر تذکرہ میں نواب صاحب کے احوال کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ آپ اپنے اودھ کے قیام کے دوران سلسلہ مداریہ میں بھی بیعت ہوئے ہوں، لیکن ہمیں کسی اور ذریعہ سے اس کی تصدیق نہیں ہوسکی۔ خواجہ حسام الدین احمد کے احوال میں مآثر رحیمی کا حوالہ بھی دیا ہے[2]۔ جس سے ہمارے اس تردد کو تقویت ملتی ہے کہ ہدایت حسن کا مرتبہ نسخہ ناقص ہے یعنی جو نسخہ مولف تاریخ محمدی کے پیش نظر تھا وہ کامل ہوگا اور مطبوع ایڈیشن ناقص ہے اس طرح حضرت خواجہ باقی باللہ کے سال وصال میں تمام معاصر مآخذ کا ذکر کیا ہے۔[3]

---

[1] تاریخ محمدی: ۲/ ۴/ ۴۴۰ [2] ایضاً: ۲۔ ۵۔ ۲۱۹ [3] ایضاً: ۲/ ۵/ ۷۵

Marfat.com

انفاس العارفین

تالیف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۲۲ء)

یہ دراصل حضرت شاہ ولی اللہ کے خاندانی حالات کے لئے مخصوص ہے، اس میں ضمناً حضرت خواجہ، حضرت مجدد الف ثانی اور خواجہ خرد کے احوال بھی آئے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کے والد گرامی شاہ عبدالرحیم دہلوی شیخ ابوالرضا محمد کے شاگرد تھے یہ دونوں متعدد مرتبہ خواجہ خرد کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، انفاس العارفین میں ان سے متعلق کئی سماعی حکایات بھی درج ہیں۔

اس میں ضمناً خواجہ حسام الدین احمد سے متعلق یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے کس طرح ملازمت ترک کی جو زاد المعاد سے قدرے مختلف ہے یقیناً سماعت کے دوران اس میں کچھ تغیر واقع ہو گیا ہے، اس طرح حضرت خواجہ کے دونوں فرزندان گرامی کی پرورش کا بھی ذکر ہے کہ وہ خواجہ حسام الدین احمد نے کی، اور پھر یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں سرہند جا کر تکمیل کی اور وہاں سے خلافت یاب ہو کر واپس خانقاہِ حضرت خواجہ میں آ کر دعوت وارشاد میں مصروف ہوئے[1]۔

انفاس العارفین کا فارسی متن دہلی سے ۱۳۳۵ھ کو طبع ہوا۔

دور آخر میں اردو زبان میں حضرت خواجہ باقی باللہ پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں آپ کے خلیفہ اور رفیق خاص کی حیثیت سے خواجہ حسام الدین احمد کا ذکر بھی آیا ہے، ان میں سے بعض کتابوں کا مختصر تعارف کروایا جا رہا ہے۔

ان میں سے حیاتِ باقیہ مع کلمات طیبات مولفہ مولوی حافظ محمد رحیم بخش دہلوی ہے جو دہلی سے ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۳ء کو طبع ہوئی، دراصل اس میں مرتب کتاب نے حضرت خواجہ کے ملفوظات کے مروجہ نسخہ کا فارسی متن اور حاشیہ میں اس کا اردو ترجمہ

[1] انفاس العارفین: ۱۷-۱۸

Marfat.com

بھی دیا ہے، اس کے آغاز میں مرتب کتاب نے ۳۴ صفحات کا ایک ابتدائیہ بھی لکھا ہے، جس میں حضرت خواجہ اور آپ کے بعض اکابر خلفاء کے مختصر حالات لکھے ہیں، خواجہ حسام الدین احمد کے احوال میں ان سے کئی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں آپ کے ترک ملازمت کا قصہ جو انہوں نے لکھا ہے محض سماعی معلوم ہوتا ہے، ابوالفضل کو آپ کا خسر بتایا ہے جو غلط محض ہے وہ تو آپ کا بہنوئی تھا، اس طرح اس میں دیگر سہو بھی پائے جاتے ہیں۔

دوسری کتاب معروف ادیب عزیز حسن بقائی (ف ۱۹۵۷ء) کی ہے جو دہلی سے ۱۹۳۳ء کو سیرت باقی کے نام سے شائع ہوئی تھی، اس کے مولف حضرت خواجہ کی اولاد میں سے تھے۔

مولوی محمد عالم شاہ فریدی نے مزارات اولیائے دہلی (۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء) میں خواجہ حسام الدین احمد کا سال وفات ۱۰۱۴ھ لکھا ہے جو بالکل غلط ہے (ص: ۱۰۵) یہ انتہائی بے خبر مولف ہیں، حضرت خواجہ کا حال بھی افسانوی نوعیت کا تحریر کیا ہے ایک مقام پر لکھا ہے کہ خواجہ خرد ایک روز آئینہ دیکھ رہے تھے، انہوں نے حضرت خواجہ کی سفید اور اپنی سیاہ داڑھی دیکھی (ص: ۱۰۳) حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت خواجہ کے وصال کے وقت خواجہ خرد صرف دو سال کے تھے، ان کی سیاہ داڑھی کہاں سے آ گئی۔

عربی زبان میں مولانا عبدالحی حسنی نے نزہۃ الخواطر کے نام سے آٹھ جلدوں میں ہندوستان کے علماء و مشائخ کا ایک قابل قدر تذکرہ لکھا، اس میں خوجہ حسام الدین احمد کے حالات بھی مختصراً تحریر کئے جو اسراریہ سے ماخوذ ہیں، زبدۃ المقامات سے بھی قدرے نقل کیا ہے لیکن ایک سہو ان سے یہ ہوا ہے کہ خواجہ حسام الدین احمد نے اکبر بادشاہ کو کئی بار اپنا استعفاء پیش کیا لیکن اس نے قبول نہ کیا تو مجنونانہ وضع اختیار

Marfat.com

کرلی۔[1]

مولف کی محولہ دونوں کتابوں اسراریہ اور زبدۃ المقامات میں ایسا نہیں ہے بلکہ ایک ہی بار خانِ خانان کے ہمراہ لشکر میں جانے اور جذبہ الٰہی کے ورود اور ترک علائق کا حوالہ ملتا ہے، یقینا مولانا عبدالحی کو اس معاملہ میں سہو ہوا ہے۔

افغانستان کے مشہور محقق و مورخ پروفیسر عبدالحی حبیبی (ف ۹ مئی ۱۹۸۴ء) تاریخ افغانستان در عصر گورگانی ہند فارسی میں تالیف کی تھی یہ کتاب علمی اعتبار سے اتنی کمزور ہے کہ حبیبی جیسے درجہ اول کے محقق سے اس کا انتساب کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا، کتاب کا موضوع نہایت اہم ہے لیکن مولف نے چند انگریزی کتب تاریخ سامنے رکھ کر یہ کتاب تالیف کردی جو اغلاط سے پُر ہے۔

اس میں نواب غازی خان بدخشی کے حالات ایک مقام پر صحیح لکھے ہیں تو ان کے فرزند خواجہ حسام الدین احمد کے ضمن میں سب کچھ غلط لکھ ڈالا ہے جس کا سبب معلوم نہیں کیا ہے، حبیبی مرحوم لکھتے ہیں:

> حسام الدین بدخشی پدرش قاضی نظام در اوائل زمانہ بابر بابہند رفت رتبہ امارت وخطاب قاضی خان یافت، میر حسام الدین پسرش در بدخشان زاد، واز خواجہ عبدالباقی کابلی استفاضہ روحانی نمود وی واز عصر بابر و بعد از اں قاضی بودہ وہمچو پدر خطاب قاضی خان داشت[2]

اس اقتباس میں مندرجہ ذیل غلطیاں ہیں:

۱......خواجہ حسام الدین احمد کے والد قاضی نظام بدخشی بابر بادشاہ کے اوائل حکومت

---

[1] نزہۃ الخواطر: ۵/۱۲۹

[2] تاریخ افغانستان، کابل ۱۳۴۱ش/ ۱۹۶۲ء ص: ۲۳۳۔۲۳۴

Marfat.com

میں ہندوستان گئے تھے۔

۲......خواجہ حسام الدین احمد بابر کے زمانہ میں اوراس کے بعد بھی قاضی رہے تھے۔

۳......ان کو بھی اپنے والد کی طرح قاضی خان کا خطاب ملا تھا۔

لطف یہ ہے کہ خود حبیبی مرحوم نے اسی کتاب میں قاضی خان بدخشی کا کابل سے ہندوستان آنے کا سال ۹۸۲ھ لکھا ہے؟ جو درست ہے۔

ہم اس سے پہلے معاصر کتب تاریخ کے حوالوں سے نواب غازی خان بدخشی کا سال ورود ہند ۹۸۲ھ تحریر کر چکے ہیں

حبیبی صاحب کی تحریر میں دوسری غلطی یہ ہے کہ خواجہ حسام الدین احمد بھی بابر اوراس کے بعد کے زمانہ میں قاضی رہے۔

حالانکہ وہ تو اکبر سے منصب ملنے کے صرف سات سال بعد ہی ۹۹۹ھ کو ملازمت ترک کر کے گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

تیسری غلطی یہ ہے کہ حبیبی نے خواجہ حسام الدین احمد کو بھی اپنے والد کا خطاب ''قاضی خان'' قیاسی طور پر دے دیا، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے پروفیسر حبیبی کی محولہ کتاب بادشاہ نامہ مولفہ عبدالحمید لاہوری [۱] میں اس قسم کی کوئی معلومات نہیں ہیں۔

حافظ رشید احمد ارشد نے حضرت خواجہ کے احوال پر ایک مختصر کتاب حیاتِ باقی لکھی ہے۔[۲]

مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی نے ''تذکرہ خواجہ باقی باللہ اور صاحبزادگان وخلفاء'' کے نام سے اردو میں ایک اہم کتاب لکھی تھی جو ان کے مقالات کا مجموعہ ہے۔

۱؎ حبیبی نے بادشاہ نامہ کی جلد دوم کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ خواجہ حسام الدین احمد کے حالات تو اس کی جلد اول (ص: ۳۳۵) میں ہیں ۲؎ مطبوعہ کراچی: ۱۹۶۹ء

Marfat.com

یہ کتاب الفرقان، لکھنو سے ۱۹۷۸ء کو شائع ہوئی، اردو میں حضرت خواجہ پر یہ پہلی تحقیقی کتاب ہے، مولف نے معاصر مآخذ کی بنیاد پر آپ کے احوال مرتب کئے ہیں۔

خواجہ کلاں اور خواجہ خرد کے حالات بھی تفصیل سے لکھے ہیں، خواجہ خرد کے ملفوظات مرتبہ سلام اللہ بن خواجہ خرد کے خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ آصفیہ، حیدرآباد، دکن کا بھی تعارف کروایا ہے۔

خواجہ کلاں اور خواجہ خرد کے اصل ناموں یعنی خواجہ عبیداللہ اور خواجہ عبداللہ میں خفیف سا فرق ہے اس میں تذکرہ نویسوں کے سہو کا تفصیلی ذکر کیا ہے؟

لیکن افسوس کہ مولف خود اس معاملہ میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔

موصوف نے خود ہی زبدۃ المقامات سے ایک درویش کا یہ خواب نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ کے ہاں جب بچہ کے تولد کا موقع تھا تو خواب میں حضرت خواجہ عبیداللہ احرار نے فرمایا کہ اس فرزند کا نام میرے نام پر رکھنا، تمام معاصر تذکرے زبدۃ المقامات، حضرات القدس، زادالمعاد اور مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی میں بھی بڑے فرزند کا نام خواجہ عبیداللہ اور چھوٹے کا نام محمد عبداللہ ہی درج ہوا ہے۔[1]

مولانا فریدی نے خواجہ حسام الدین احمد کے حالات مسلسل لکھنے کی بجائے معاصر تذکروں اسراریہ اور زبدۃ المقامات کے اقتباسات دے دیئے ہیں، حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات بنام خواجہ حسام الدین احمد کی بھی نشاندہی کر دی ہے، انہوں نے اسراریہ میں سے آپ کا سال وصال ۱۰۴۲ھ نقل کیا ہے جو غلط محض ہے، اسراریہ میں آپ کا سال انتقال واضح طور پر ۱۰۴۳ھ درج ہے۔[2]

حضرت خواجہ پر اردو میں آخری کتاب ڈاکٹر غلام مصطفی خان (ف ۲۵ ستمبر

---

[1] ڈاکٹر غلام مصطفی خان مرحوم نے بھی مولانا نسیم کی اس غلط فہمی کی طرف اشارہ کیا ہے (باقیاتِ باقی: ۲۸-۳۰)

[2] اسراریہ: ۳۴-۳۵

Marfat.com

۲۰۰۵ء) کی ہے جسے باقیاتِ باقی کے نام سے انہوں نے اپنے مستقر حیدر آباد سندھ سے شائع کیا اس پر کوئی سال اشاعت درج نہیں ہے۔[۱]

یہ دراصل مرحوم کے مقالات کا مجموعہ ہے ۱۹۸۹ء کو دہلی میں حضرت خواجہ سے متعلق ایک تقریب میں وہ مقالہ پڑھنا تھا لیکن آپ شرکت نہ کر سکے، بعد میں اسے اس کتاب کا جز بنا دیا، اس کتاب میں انہوں نے حضرت خواجہ، آپ کے صاحبزادگان اور خلفاء کے حالات الگ ابواب کے تحت لکھے ہیں، مروجہ تمام معاصر تذکرے ان کے پیش نظر تھے بعض خلا بھی پر کرنے کی کوشش کی ہے، آخری ابواب بھی کسی نہ کسی طرح حضرت خواجہ اور سلسلہ نقشبندیہ سے متعلق ہیں۔

آخر میں ایک ضمیمہ میں حضرت خواجہ کا ایک رسالہ مشائخ طرق اربعہ نقل کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ یہ رسالہ حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ کی ایک بیاض سے نقل کیا تھا یہ رسالہ مرحوم کو نور المشائخ فضل عمر ملقب بہ ملاء شور بازار کابل کے کتب خانہ سے ملا تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ رسالہ حضرت خواجہ کے ایک ہم نام خواجہ عبدالباقی بن ہاشم بلخی پلاس پوش کی تالیف ہے۔[۲]

ڈاکٹر صاحب مرحوم نے خواجہ حسام الدین احمد سے متعلق کوئی نئی بات نہیں لکھی یعنی ان کے ماخذ میں کوئی نو دریافت کتاب نہیں ہے، خواجہ صاحب کا سال وصال ۱۰۴۲ھ غالباً سہو کتابت ہے، ہاں یہ سنہ مولانا فریدی کی کتاب سے منقول ہے جہاں ان سے اسراریہ کا اقتباس نقل کرتے ہوئے غلطی ہوئی ہے۔

ڈاکٹر ایس ایم اکرام (ف ۱۷ جنوری ۱۹۷۳ء) نے اپنی مرتبہ کتاب اسلامی

---

[۱] مسرور احمد زئی نے قرائن سے باقیات باقی کا سال طباعت ۱۹۹۰ء تحریر کیا ہے (ڈاکٹر غلام مصطفی خان، حالات وعلمی خدمات ص: ۷۸۸)

[۲] عارف نوشاہی: مقالات عارف: ۲/ ۴۶۷۔۴۶۸

Marfat.com

ہند اور پاکستان کی مذہبی وروحانی تاریخ رودکوثر (آخری ایڈیشن ۱۹۶۷ء) میں اپنی روشن خیالی اور رواداری زندگی کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے جابجا مجددی سلسلہ سے وابستہ اصحاب کے ساتھ اپنے بغض کا اظہار کیا ہے اور اسے اپنے مقدمہ میں حقیقت سے پردہ اٹھانے سے تعبیر کیا ہے۔[۱]

ڈاکٹر اکرام نے رودکوثر میں خواجہ حسام الدین احمد کے حالات بھی لکھے ہیں اور معاصر مآخذ کی روشنی میں تحریر کرنے کے باوجود ان سے بعض غلطیاں سرزد ہوئی ہیں، جن کی طرف مختصراً اشارہ کیا جارہا ہے:

خواجہ حسام الدین احمد خانِ خانان کے ساتھ دکن کی مہم کو گئے اس اثنا میں فقراء سے ملتے رہے اور محبت الٰہی کا جذبہ ایسا غالب ہوا کہ ترک دنیا کا فیصلہ کیا[۲]

جیسا کہ ہم معاصر کتب تاریخ سے ثابت کر چکے ہیں کہ خواجہ حسام الدین احمد پر روحانی جذبہ خانِ خانان کے ساتھ مہم سندھ (۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء) کے دوران پیش آیا تھا آپ اس کے ساتھ دکن گئے ہی نہیں بلکہ مذکورہ سنہ میں ہی ترک ملازمت کے بعد گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔

(مہم سے) یہاں (دہلی) پہنچے تو خواجہ باقی باللہ کے مرید ہوئے[۳]

خواجہ حسام الدین احمد ملازمت ترک کرتے ہی حضرت خواجہ کے مرید نہیں ہوئے تھے بلکہ ایک عرصہ بعد ایسا ہوا مدتوں آپ جنگلوں اور صحراؤں میں رہے، حضرت خواجہ سے متعدد مرتبہ لاہور میں ملاقات ہوئی پھر جب آپ خلافت یاب ہو کر ۱۰۰۶ھ کو لاہور آئے تو بیعت کی۔

''جب حضرت خواجہ نے وفات پائی تو ان کے دونوں بیٹے خردسال تھے ان کی عمر دو دو سال سے زیادہ نہ تھی''[۴]

---

[۱] رودکوثر: ۲۱۵۔۲۱۶ [۲] رودکوثر: ۲۱۶ [۳] ایضاً [۴] رودکوثر: ۲۱۷

Marfat.com

ڈاکٹر اکرام کا یہ بھی محض قیاس ہے جیسا کہ ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ وصال حضرت خواجہ (۱۰۱۲ھ) کے وقت خواجہ کلاں دو سال چار ماہ کے اور خواجہ خرد دو سال کے تھے۔

''خواجہ حسام الدین کی مفصل سوانح عمری حضرت خواجہ باقی باللہ کے صاحبزادے خواجہ کلاں نے لکھی وہ اب دستیاب نہیں ہوتی''[1]

ڈاکٹر اکرام کا یہ جملہ بے معنی ہے انہوں نے اس سلسلہ میں اپنا ماخذ نہیں بتایا کہ سوانح خواجہ حسام الدین مولفہ خواجہ کلاں کی اطلاع انہیں کہاں سے ملی؟ ظاہر ہے کہ یہ معلومات حضرات القدس کی جلد اول سے ماخوذ ہیں، خوش قسمتی یہ کتاب حاضر یعنی زاد المعاد وہی نادر الوجود نسخہ ہے جس کے نہ ملنے کی طرف ڈاکٹر اکرام نے اشارہ کیا ہے۔

ڈاکٹر اکرام نے مزید لکھا ہے:

''آپ (خواجہ حسام الدین) کو اور شیخ محدث کو دہلی سے چلے جانے کا حکم دیا''[2]

دارا شکوہ نے لکھا ہے کہ جب جہانگیر کشمیر میں تھا اس نے ان دونوں حضرات کو کشمیر طلب کیا، اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''پادشاہ فرمودند کہ شیخ عبدالحق و مرزا حسام الدین را از دہلی بحضور بیاورند''[3]

یہاں تو ان حضرات کو دہلی سے کشمیر طلب کرنے کا ذکر ہے، دہلی سے اخراج کا کوئی اشارہ نہیں ہے۔

ڈاکٹر اکرام نے مزید لکھا ہے ''خواجہ حسام الدین کی وفات کے بعد ان کی بی بی نے ان کے نیک کام جاری رکھے، اپنے بھائیوں اور خویشوں سے منہ موڑ لیا اور

---

[1] ایضاً [2] ایضاً [3] دارا شکوہ: سکینۃ الاولیاء: ۱۱۵

Marfat.com

جب تک جیتی رہی ۱۲ ہزار روپے سالانہ جو خانِ خانان کی دی ہوئی جاگیر سے آتا تھا حضرت خواجہ کی خانقاہ کے خرچ کیلئے بھیجتی رہی [1]

ایس ایم اکرام کے اس قول میں دو بنیادی غلطیاں ہیں اول یہ کہ خواجہ حسام الدین کی وفات کے بعد آپ کی بی بی نے ان کے نیک کام جاری رکھے اور اپنے بھائیوں سے منہ موڑ لیا، جیسا کہ ہم زاد المعاد کے حوالہ سے متعدد مرتبہ لکھ آئے ہیں کہ خواجہ حسام الدین احمد کی زوجہ فاطمہ بنت ملا مبارک ناگوری کا انتقال آپ کے حین حیات ۱۰۲۲ھ/ ۱۶۱۳ء کو ہی ہوگیا تھا، دراصل آپ کی زوجہ ثانی بی بی زہری (نکاح حدود ۱۰۲۵ھ) نے آپ کے وصال کے بعد آپ کے نیک کاموں کو جاری رکھا تھا اس کا زوجہ اول سے کوئی تعلق نہیں۔

ڈاکٹر اکرام کی یہاں دوسری غلطی یہ ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ خانِ خانان نے ان کو جو جاگیر دی تھی جس کی سالانہ آمدنی بارہ ہزار روپے آتی تھی، ایسا نہیں ہے بلکہ ذخیرۃ الخوانین کی عبارت ہم نقل کر چکے ہیں کہ وہ ہر سال بلاناغہ حضرت خواجہ کی خانقاہ کے خرچ کے لئے بارہ ہزار روپے بھیجا کرتا تھا۔ اس نے کوئی جداگانہ جاگیر خواجہ حسام الدین احمد کو نہیں دی تھی۔ [2]

---

[1] رودکوثر: ۲۱۹ [2] اس سے قبل خواجہ حسام الدین احمد کے احوال کے ضمن میں ہم ان تمام امور پر معاصر مآخذ کی روشنی میں بحث کر چکے ہیں

Marfat.com

21/7/15
DATA ENTERED

تذکرہ خواجہ حسام الدین احمد

(۹۷۷-۱۰۴۳ھ/۱۵۶۹-۱۶۳۳ء)

خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۹۷۲-۱۰۱۲ھ/۱۵۶۴-۱۶۰۳ء)

زاد المعاد

جلد اول

مقدمہ

نقشبندی مشائخ کی تحریک احیاءِ دین و احوال و آثار
حضرت خواجہ باقی باللہ و خواجہ حسام الدین احمد

تالیف

محمد اقبال مجددی

تنظیم الاسلام پبلیکیشنز
121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
پاکستان 160 3841-55-92+ ☎

Marfat.com